

مُعَلِّمُ التَّقْرِيرِ

الغزوة

# وَاعِظْ رُضْوِيَّ

مَنْعَتُكَ

مَوْلَانَا هُوَ مَا مَحْسَبَتُ مَا حَسْبُكَ



خواجہ ربیع الدین  
دہلی

مَعْلَمُ التَّقْرِيرِ

(الغزوة)

# نَوَاعِظُ ضَوْيَّةٌ

حصّة سوم

مُصَنَّفٌ

مَوْلَانَا دُورُ مَحْمُودُ صَابِغِي

خواجه

**KHWAJA** BOOK  
DEPOT

419/2, Matia Mahal, Jama Masjid  
Delhi-6 Mob: 9313086318, 9136455121  
Email: khwajabd@gmail.com

خواجه بک دیپو

۴۱۹/۲ متیا محل جامع مسجد دہلی ۶



نام کتاب :	مواظع رضویہ (حصہ سوم - چہارم)
نام مصنف :	مولانا نور محمد قادری رضوی
تصحیح :	محمد جہانگیر حسن
کمپوزنگ :	صفدر علی
پہلی بار :	اکتوبر ۲۰۰۵ء
اشاعت جدید :	نومبر ۲۰۱۳ء
تعداد :	۱۱۰۰
قیمت :	300/=

### ملنے کی قیمت

- ☆ عرش کتاب گھر، پتھر کنی، حیدر آباد، (اے. پی.)
- ☆ نور الدین کتب خانہ، کھجور اندہ، اندور (ایم. پی.)
- ☆ صوفی کتب خانہ، نزد موتی مسجد را پچور، کرناٹک
- ☆ عبدالرحمن کتب فروش، بیچوڑا بازار، بلرام پور (یو. پی.)
- ☆ مکتبہ باغ فردوس، مبارک پور، اعظم گڑھ (یو. پی.)

Name of Book	: Mawaaiz-e-Rizvia (Part III-IV)
Author	: Maulana Noor Muhammed Gadi Rizvi
First Edition	: October 2005
Second Edition	: November 2014
Publisher	: Khwaja Book Depot, 419/2, Matia Mahal, Jama Masjid Delhi-6, Mob: 9313086318, 9136455121 E-mail: khwajabd@gmail.com
Price	: 300/=

## فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
38	نور محمدی کا بجانب حضرت عبداللہ نقل ہونا	11	پہلا وعظ
39	حضرت عبداللہ پر خواتین کا فدا ہونا	11	اولین حقوق اور باعث ایجاد عالم
42	چھٹا وعظ	15	تمام حقوق کی پیدائش کے لیے
42	نور محمدی کا بجانب حضرت آمنہ نقل ہونا	20	دوسرا وعظ
42	حضرت عبداللہ کا نکاح	20	حضور مصطفیٰ ﷺ کی ولادت کا بیان
43	نور محمدی رحمہ آمنہ	22	نور نبی پشت آدم میں
43	آپ کے حمل میں آنے سے عجائبات کا ظہور	25	حضرت حوا کی پیدائش
45	حضرت آمنہ کو بشارتیں	26	نور محمدی کا حضرت حوا کی جانب نقل ہونا
47	ساتواں وعظ	27	تیسرا وعظ
47	محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت	27	نور محمدی کا حضرت شیث کی جانب نقل ہونا
47	حضور سراپا نور کی تاریخ ولادت	28	حضور کے تمام آباء و اجداد مسلمان تھے
47	زمانہ کو حضور سے شرافت حاصل ہے	29	سوال و جواب
48	حضور کے ظہور کے وقت جنت کا سجایا جانا	31	استثنا
48	جنتی خواتین اور حوروں کا آنا	33	چوتھا وعظ
49	لڑکھ کا حضور کی زیارت کے لیے آنا	33	نور محمدی کا پاک پشتوں میں نقل ہونا
50	حضور کا تمام دنیا کا دورہ کرنا	33	نور محمدی کا بجانب عبدالطلب نقل ہونا
51	وقت ولادت عجائبات کا ظہور	38	پانچواں وعظ



54	آنہواں وعظ	69	منکرین کو نصیحت
54	حضور سرایانور کی میلاد پاک	70	منکرین کا لفظ عبد پر اُبال
54	محفل میلاد کی حقیقت	70	ایک مغالطہ
55	میلاد سنت الہیہ ہے	71	میلاد کا دن اکابر علماء کے یہاں عید ہے
55	سید عالم، اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں	71	یوم ولادت پر خوشی منانے کی برکت
56	میلاد بیان کرنا سنت مصطفیٰ ہے	72	قیام کرنا
57	میلاد مبارک پر منکرین کا اعتراض	73	مفتی مکہ سید احمد زینی شافعی کا قول
59	حدیث پاک سے تعین یوم پر دلیل	73	علامہ علی بن برہان الدین طبری شافعی کا قول
60	منکرین خود حرام کے مرتکب ہیں	73	امام سبکی کا قیام
60	جواز میلاد پر علماء اور اولیاء کی شہادتیں	74	عبدالرحمن صفوری شافعی کا قول
61	امام نووی کے استاذ کا قول	75	حرف آخر
61	ابن جرزی کا فرمان	76	نواں وعظ
51	امام سخاوی کا قول	76	رضاعت کا حال اور خوارق کا بیان
62	یوسف بن اسلمیل مہمانی کا قول	76	دونوں جہاں کے سردار ایک متیم ہیں
63	امام ابن جوزی کا قول	76	رؤسائے قریش کا دستور
63	ابن جوزی کے پوتے کا قول	77	آپ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ کا بخت
64	سید احمد زینی شافعی کے دوا قول	81	دسواں وعظ
64	شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا قول	81	بچپن میں شق صدر کا واقعہ
65	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا قول	85	گیارہواں وعظ
65	مولوی محمد عنایت احمد کا قول	85	ذکر والدہ ماجدہ اور کفالت عبدالمطلب
66	عالم ربانی بحرِ مہداحی کا قول	85	والدہ ماجدہ کا انتقال
69	شاہ محمد امداد اللہ مہاجرینی کا قول	86	عبدالمطلب کی کفالت

86	حضور کی وجہ سے خیر و برکت	109	پندرہواں وعظ
86	ابوطالب کی کفالت	109	حضور کا پیتہ اور فضیلت کا خوشبودار ہونا
87	بحیرہ راہب کی شہادت	109	آپ کا مبارک پیتہ
88	نبی کریم کا سفر تجارت	111	خون مبارک پاک اور باعث برکت ہے
89	حضرت خدیجہ کا نکاح	112	آپ کا بول و براز امت کے حق میں پاک
91	بارہواں وعظ	113	آپ کا بول و براز خوشبودار تھا
91	حضور پر نور کا حسن و جمال	113	آپ کا بول مبارک باعث شفا ہے
91	حضرت ابو ہریرہ کا قول	115	سولہواں وعظ
92	حضرت جابر بن سمرہ کا فرمان	115	حضور اقدس کے اعضا کا حسن و جمال
92	حضرت علی کا فرمان	115	چہرہ اقدس کا بیان
92	حضرت جبرئیل کا فرمان	117	مبارک لب
94	جسم پاک کی نورانیت	117	دندان مبارک
94	حضور کے جسم اقدس کی لطافت و نفاست	118	لعاب مبارک کی خوشبو
95	جسم اقدس خوشبودار تھا	119	لعاب کی مٹھاس
98	تیرہواں وعظ	119	لعاب کی شفا
98	حضور اقدس کے جسم پاک کی برکت	120	لعاب مبارک کی غذائیت
98	جسم اقدس کی برکت	121	سترہواں وعظ
102	جسم سے مس ہونی والی شے پر جہنم کا اثر نہیں	121	مبارک آنکھوں اور زلفوں کا حسن
104	چودہواں وعظ	121	مبارک آنکھوں کا کمال
104	حضور اقدس کی طاقت و شجاعت	125	بال مبارک
104	حضور کی خداداد طاقت	125	صحابہ کرام اور بال مبارک
106	آپ کی شجاعت	127	مبارک بالوں کی برکت



129	اعتراض و جواب	129	انتہار ہواں و عطف
151	لفظ میں سے مفاط اور اس کا ازالہ	129	معراج کا بیان
153	تنبیسواں و عطف	129	معراج کے متعلق عقیدہ
153	حضور اقدس کا براق پر سوار ہونا	129	معراج کی کیفیت کا بیان
154	شق صدر کی حکمت	130	جسمانی معراج پر دلائل
155	سونے کا طشت	132	فلاسفہ کا انکار معراج
156	قلب اقدس کا زحرم سے دھویا جانا	133	انفیسواں و عطف
156	براق کا حاضر کیا جانا	133	آسمانوں پر جانے کے مقبولی دلائل
157	براق کی وجہ تسمیہ	135	نچریوں کے دوسرے سوال کا جواب
157	براق بھیجنے میں حکمت	136	مقولہ حضرت جنید
157	براق پر سواری	137	بیسواں و عطف
158	شان نبوی کا ظہور	137	معراج کی حکمتیں
160	چوبیسواں و عطف	142	اکیسواں و عطف
160	حضور کی روانگی اور عجائبات کا ملاحظہ فرمانا	142	معراج کے لیے رات کے قیام کی حکمت
162	مجاہدین کا انعام	146	بائیسواں و عطف
162	تاریکین صلوٰۃ کا انجام	146	معراج کہاں سے اور کب ہوئی؟
162	تاریکین زکاۃ کا انجام	146	معراج کہاں سے ہوئی؟
162	زانیوں کا انجام	146	معراج کب ہوئی؟
163	لاچلیوں اور حریصوں کا انجام	147	آیت اسرا کے نکات
163	برے واقفوں کا انجام	148	بعد وکی وضاحت
163	جنت کی آواز سننا	148	بد عقیدہ کا لفظ عہد پر اعتراض
164	دوزخ کی آواز سننا	149	بعد فرمانے کی حکمت

164	بکود و نصرانی کا بلانا	164	شطر حسن کی تشریح
165	حرام خوروں کا انجام	165	چوتھے آسمان کی سیر
165	سود خوروں کا انجام	165	آخری قعود فرض ہے
165	مال جہیم کھانے والوں کا انجام	165	پانچویں آسمان کی سیر
166	زانی خواتین کا انجام	166	چھٹے آسمان کی سیر
166	چٹل خوروں کا انجام	166	حضرت موسیٰ کا ردنا
166	منکریں و بد عقیدے کا اعتراض و جواب	166	حضور کو جو ان کہا گیا
167	بچیسواں و عطف	167	انہائیسواں و عطف
167	حضور اقدس کا بیت المقدس پہنچنا	167	ساتویں آسمان کی سیر
168	انبیائے کرام کا شاکرنا	168	حضرت ابراہیم کا پیغام
170	حضور کا سب سے افضل ہونا	170	ساتویں آسمان پر نیکیوں اور بدوں کا دیکھنا
172	چھیسیواں و عطف	172	خوش کوثر
172	حضور کا آسمان اول پر جلوہ فرمانا	172	ایک جسم کا آں واحد میں متحد دیکھنا
173	آسمان دنیا کی طرف عروج	173	انفیسواں و عطف
173	آسمان دنیا پر پہنچنا	173	حضور کا سدرۃ المنتہی اور جنت میں جانا
174	بد عقیدوں کا اعتراض و جواب	174	سدرۃ المنتہی کی وجہ تسمیہ
175	جبرئیل کا تمام انبیاء سے متعارف کرانا	175	سدرہ کا حسین منظر
176	آسمان پر امور عجیبہ کا دیکھنا	176	چار نہریں
177	ستائیسواں و عطف	177	نہروں کی تشریح
177	دوسرے آسمان سے چھٹے تک کی سیر	177	حضرت جبرئیل کا آگے نہ بڑھنا
187	آسمان دوم کے عجائبات	187	حضرت جبرئیل کی حاجت
178	تیسرے آسمان کی سیر	178	قلموں کی آواز سننا



پیش لفظ

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں...

تجارت نہ صرف دنیاوی اعتبار سے اہم ہے بلکہ دین میں بھی تجارت پر خاطر خواہ زور دیا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ تجارت میں ایمان داری و دیانت داری برتنے کی سخت تاکید و تلقین کی گئی ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ برآمدات پر مناسب منافع لیا جائے اور جو کچھ فروخت کیا جائے اس کی کوئی بہتر سے بہتر ہو، مثلاً: دودھ کی تجارت ہو تو اس میں پانی نہ ملا یا جائے اور اناج کی تجارت ہو تو وزن بڑھانے کے لیے اس میں خراب اناج کی ملاوٹ نہ کی جائے۔ اسی طرح اگر کتابوں کی تجارت کی جائے تو وہ درست متن (Text) کے ساتھ شائع کی جائیں، خصوصاً دینی کتابوں کی تجارت میں اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے، ہاں کہ قرآن و احادیث کا متن صحیح صحیح عوام الناس تک پہنچ سکے۔ اس سے جہاں دنیاوی فائدے یعنی منافع حاصل ہوں گے وہیں دینی فائدے یعنی انعام الہی کے بھی حقدار ہوں گے۔ (ان شاء اللہ)

اسی مقصد کے پیش نظر ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمارے مکتبے سے جو بھی کتابیں شائع ہوں گی، پہلے ان کتابوں کی خوب اچھی طرح تصحیح کر لی جائے اور پھر ان کو پریس کے حوالے کیا جائے گا۔ اسی اشاعتی سلسلے کی ایک اہم کڑی ”مواظظ رضویہ مکمل“ بھی ہے۔ اب تک اس کتاب ”مواظظ رضویہ“ کے جتنے بھی ایڈیشن شائع ہوئے ہیں ان میں قرآن و احادیث کی عبارتوں کے ساتھ بہت ساری خامیاں ہیں۔ مزید برآں زبان و بیان کے الجھاؤ کے باعث اس کی عوامی افادیت بھی تقریباً ختم ہو کر رہ گئی تھی، نیز قابل مطالعہ مواد پر مشتمل ہونے کے باوجود عام قارئین اس کتاب سے خاطر خواہ فائدہ نہیں اٹھا پاتے تھے۔

208	چونتیسواں وعظ	190	تقویٰ کے لکھنے کی تشریح
208	مجاہدین کا عدم رویت پر استدلال اور...	191	جنت و دوزخ کا مواظظ کرنا
211	انصاف کی بات	192	تیسواں وعظ
213	پینتیسواں وعظ	192	حضور اقدس کا عرش اعظم پر جانا
213	اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف	192	علم کا گمان و مایکون کا حاصل ہونا
214	اللہ تعالیٰ کے سلام سے شرف ہونا	193	مسکین کی خیانت
215	فریضہ نماز	194	امام شہرانی کا قول
215	حضرت موسیٰ سے ملاقات	194	عارفین کی نظریں عرش پر ہوتی ہیں
217	حضرت موسیٰ اور تحفیف قمار کا مشورہ	195	اکتیسواں وعظ
219	چھتیسواں وعظ	195	حضور اکرم کا مقام قدس میں پہنچنا
219	واپسی پر قافلوں کا مواظظ فرماتا	197	قاب قوسین کی حکمت
220	بیت المقدس کی نشانیاں بتانا	198	حبیب پاک کا صفات باری سے متصف ہونا
221	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شاہد ہونا	199	تیسواں وعظ
221	حضور زین کے خزانے کے مالک ہیں	199	رویت باری کا امکان
222	معراج سے واپسی	200	دوسری دلیل امکان رویت پر
		200	حضور اکرم کا دیدار الہی سے شرف ہونا
		201	حضور کی کمال قدرت
		202	رویت باری کے حلق ذہب جمہور
		204	تینتیسواں وعظ
		204	رویت باری کا ثبوت
		204	احادیث گریہ سے ثبوت
		205	بزرگوں کے اقوال سے ثبوت



لیکن ہم جو جدید ایڈیشن شائع کر رہے ہیں، یہ کیا خواص اور کیا عوام، ہر ایک کے لیے یکساں مفید ثابت ہوگا، کیوں کہ اس جدید ایڈیشن میں بطور خاص قرآن کریم کی آیات اور احادیث کریمہ کو اصل متن (Text) سے ملانے کے ساتھ عربی عبارتوں پر درست اعراب لگانے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے، تاکہ خواص کے ساتھ عام دارمین بھی اس کتاب سے اپنی مرضی اور ضرورت کے مطابق فائدہ حاصل کر سکیں۔

ان تمام باتوں کے باوجود کہ ہم نے اس کتاب سے خامیوں کو جتنی الامکان دور کرنے کی کوشش ہے پھر بھی ہمیں یہ دعویٰ نہیں کہ ”مواعظ رضویہ“ تمام خامیوں سے پاک ہے۔ ممکن ہے کہ اس میں کچھ غلطیاں رہ گئی ہوں، کیوں کہ ہم بھی ایک انسان ہی ہیں اور انسان کے خیر میں بھول چوک کے عناصر شامل ہیں، اس لیے قارئین سے گزارش ہے کہ اگر ہماری اصلاحات کے بعد بھی ”مواعظ رضویہ“ میں کسی بھی طرح کی کوئی خامی اور غلطی دیکھیں تو برائے کرم مکتبہ کو آگاہ کریں، تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔ شکریہ

ادارہ

پہلا وعظ

## اولین مخلوق اور باعثِ ایجادِ عالم

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔

ان کلمات اعجاز میں حمد خدا اور ثنائے الہی بیان کی گئی ہے۔ نیز یہی آیت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور صفت کو بھی متضمن ہے، یعنی جیسا کہ اول و آخر اور ظاہر و باطن، اسما و صفات الہی ہیں، اسی طرح اول و آخر اور ظاہر و باطن، حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اسما و صفات بھی ہیں، کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسما و صفات الہی سے مخلوق اور متصف ہیں۔

(مدارج النبوۃ، جلد: اول، صفحہ: 2)

اول و آخر اور ظاہر و باطن، اللہ تعالیٰ کی یہ صفات ظاہر و باہر ہیں، مگر یہ اوصاف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح ہیں کہ آپ اول تو اس لیے ہیں کہ سب سے اول آپ کا نور پیدا ہوا، جب کہ نہ آسمان تھا نہ زمین، نہ لوح تھی نہ قلم، نہ آدم تھے نہ جن، نیز روز میثاق سب سے پہلے آپ ہی نے پہلی کہا تھا اور اللہ تعالیٰ پر سب سے پہلے آپ نے ایمان لایا تھا:

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: وَبَنِيكَ أَمِرتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ۔

قیامت کے روز پہلے آپ ہی قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے، آپ ہی اولاد و شفاعت کھولیں گے اور سب سے پہلے آپ ہی جنت میں داخل ہوں گے۔ آخر آپ اس لیے ہیں کہ آپ نئی بعثت سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے آخر میں ہوئی، آپ کا دین آخری دین ہے اور آپ کی کتاب آخری کتاب ہے کہ اسلام اور قرآن کے بعد کوئی دین اور کتاب نہیں ہوگی۔ ظاہر اس لیے ہیں کہ تمام آفاق عالم میں آپ کے انوار موجود ہیں، جن سے عالم روشن ہے اور باطن پوشیدہ اس لیے ہیں کہ آپ کی حقیقت نگاہ عالم سے پوشیدہ ہے اور حقیقت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ کے



سوا کسی نے نہ جانا۔ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اس لیے ہیں کہ آپ باذن اللہ ہر شے کے عالم ہیں۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 3)

حضرات! اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول پاک کا نور سب سے اول پیدا فرمایا جب کہ نہ زمین تھی نہ آسمان، نہ شمس تھا نہ قمر، نہ ملائکہ تھے نہ جن و انس، غرض کہ اس وقت اللہ رب العزت کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ حدیث شریف میں وارد ہے:

أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِيَّ سب سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا۔

(مدارج النبوۃ، حصہ: دوم، صفحہ: 1، شہاب ثاقب، از مولوی حسین احمد یونہنی)

ایک اور حدیث پاک میں وارد ہوا ہے: أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ مگر اس حدیث میں اولیت اضافی ہے کہ عرش اور پانی کے بعد قلم کو پیدا فرمایا اور حضور انور کے نور والی حدیث میں اولیت حقیقی ہے، اس لیے تعارض منطقی ہو کر دونوں حدیثوں میں تطابق ہو گیا۔

(مدارج النبوۃ، حصہ: دوم، صفحہ: 1)

بعض علمائے ان حدیثوں کا جواب یہ دیا ہے کہ نور، عقل اور علم، سب نور مصطفیٰ سے عبارت ہیں، چوں کہ حضور ظاہر بظہر ہیں اور مظہر بغیرہ ہیں، اس اعتبار سے آپ کو نور کہا گیا۔ چوں کہ آپ کو جملہ اشیا کا عقل حاصل ہے، اس لحاظ سے آپ کو عقل کہا گیا اور تمام علوم جو لوح محفوظ میں ہیں، آپ کے واسطے سے مندرج ہیں، اس لیے آپ کو قلم کہا گیا۔

(معارج النبوۃ، رکن: اول، صفحہ: 196)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَلَعْنِي وَجَبَتْ لَكَ الثُّبُوءُ قَالَ: وَأَدْفَعُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ (ترمذی، مشکوٰۃ، ص: 513)

ترجمہ: یا رسول اللہ! حضور کے لیے نبوت کب سے ثابت ہے؟ فرمایا: جس وقت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

یعنی ابھی تک آپ کی روح کا تعلق آپ کے جسم کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔

ثابت ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی تخلیق آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل ہے اور آپ، حضرت آدم سے پہلے نبی بن چکے تھے۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنْ عِنْدَ اللَّهِ مَكْتُوبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجِدٍ فِي طِينِهِ وَسَأُخْبِرُكُمْ بِأَوَّلِ أَمْرِي دَعَا إِلَى الْإِسْلَامِ وَبَشَارَةُ عِيسَى وَرُؤْيَا ابْنِ الْبَرَاءِ رَأَتْ جَنَّتٍ وَضَعْنِي وَقَدْ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهَا مِنْهُ قُصُورُ السَّامِ (شرح السنۃ، مشکوٰۃ، صفحہ: 513)

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے یہاں اس وقت خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا جب کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی گوندھی ہوئی مٹی میں پڑے ہوئے تھے۔ میں ابھی اپنے امر کا اول بیان کرتا ہوں کہ میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا ہوں اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت ہوں اور ابنی آناں جان کا وہ خواب آنکھ سے دیکھتا ہوں جس کو انھوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا۔ بالیقین اس وقت ایک نور نکلا جس سے میری آناں جان کے سامنے شام کے مَخْلَاطِ روشن ہو گئے۔

**فائدہ:** حضرات! اس حدیث پاک سے تین باتیں ثابت ہوئیں: اول یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے مخلوق ہوئے۔ دوسری یہ کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ تیسری بات یہ ثابت ہوئی کہ حضور نور وحی ہیں کہ ولادت کے وقت اتنی روشنی ہوئی کہ حضرت آدم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شام کے مَخْلَاطِ کو ملا حظہ فرمایا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كُنْتُ نَبِيًّا وَأَدْفَعُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ (مدارج، حصہ: دوم، صفحہ: 3)

میں اس وقت نبی تھا جب کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُنْتُ نُورًا بَيْنَ رُؤْيَا قَبْلِ خَلْقِ آدَمَ بِأَرْبَعَةِ عَشَرَ أَلْفَ عَامٍ (النوار محمدیہ من مواہب لدنیہ، صفحہ: 3)

(النوار محمدیہ من مواہب لدنیہ، صفحہ: 3)

ترجمہ: میں اپنے رب کے یہاں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال قبل نور تھا، یعنی میرا نور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے بہت قبل ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! يَا بَرَاءَ رَأَتْ جَنَّتٍ وَضَعْنِي وَقَدْ خَرَجَ مِنْهَا نُورٌ أَضَاءَتْ لَهَا مِنْهُ قُصُورُ السَّامِ قَالَ: يَا جَابِرُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى



خَلَقَ قَبْلَ الْأَشْيَاءِ نُورَ نَبِيِّكَ مِنْ نُورِهِ فَجَعَلَ ذَلِكَ النُّورَ يَدْوُو بِالْقُدْرَةِ حَيْثُ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَمْ يَكُنْ فِي ذَلِكَ الْوُجُوبِ نُورٌ وَلَا قَلَمٌ وَلَا حِجَّةٌ وَلَا نَارٌ وَلَا مَلَكٌ وَلَا سَمَاءٌ وَلَا أَرْضٌ وَلَا فَخْصٌ وَلَا قَمَرٌ وَلَا جَبَلٌ وَلَا أُنْبُيٌّ فَلَمَّا أَرَادَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يَخْلُقَ قِسْمَ خَالِدِ النُّورِ أَرْبَعَةَ أَجْزَاءَ خَلَقَ مِنَ الْجُزْءِ الْأَوَّلِ الْقَلَمَ وَمِنَ الثَّانِي النَّوْحَ وَمِنَ الثَّالِثِ الْعَرْشَ ثُمَّ قَسَمَ الْجُزْءَ الرَّابِعَ أَرْبَعَةَ أَجْزَاءَ فَخَلَقَ مِنَ الْجُزْءِ الْأَوَّلِ حَمَلَةَ الْعَرْشِ وَمِنَ الثَّانِي الْكُوفِيِّ وَمِنَ الثَّالِثِ بَنِي الْمَلَائِكَةِ ثُمَّ قَسَمَ الْجُزْءَ الرَّابِعَ أَرْبَعَةَ أَجْزَاءَ فَخَلَقَ مِنَ الْأَوَّلِ الشُّنُوبِ وَمِنَ الثَّانِي الْأَرْضِيَّةَ وَمِنَ الثَّالِثِ الْجَنَّةَ وَالْقَارِ ثُمَّ قَسَمَ الرَّابِعَ أَرْبَعَةَ أَجْزَاءَ (مدارج النبوة، جلد ۱: ص ۳۰۹)

ترجمہ: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے بتائیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ ارشاد ہوا: اسے جابر ایقیناً اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ وہ نور قدرت الہی سے جہاں اللہ نے چاہا دورہ کرتا رہا۔ اس وقت لوح و قلم، جنت و دوزخ، فرشتے، آسمان و زمین، سورج و چاند جن و انسان کچھ بھی نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے فرمائے پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے کے چار حصے کیے، پہلے سے حاملین عرش فرشتے، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی فرشتے پیدا کیے۔ پھر چوتھے کے چار حصے کیے، پہلے سے آسمان، دوسرے سے زمین، تیسرے سے بہشت و دوزخ بنائے۔ پھر چوتھے کے چار حصے کیے۔ (یہ ایک طویل حدیث ہے جس میں یہ باتیں بیان ہوئیں)

اس حدیث کو علامہ زرقانی نے شرح مواہب، جلد: اول، صفحہ: 46 میں، امام قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں، علامہ یوسف بن اسماعیل نے انوار محمدیہ میں، شیخ محقق دہلوی نے مدارج النبوة، صفحہ: 309، جلد: اول میں، علامہ علی بن برہان الدین حلی شافعی نے سیرت حلی، صفحہ: 37 میں، علامہ امام مہدی بن احمد نے مطالع المسرات صفحہ: 210 میں اور خاتم الفقہاء والحمد شین شیخ شہاب الدین بن حجر عسقلانی کی نے فتاویٰ حدیثیہ صفحہ: 51 میں درج فرمایا۔ خود یونانیوں کے علامہ حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے تشریط فی ذکر النبی العجیب، صفحہ: 6 میں اور

مولوی محمد ادریس کاندھلوی نے مقامات کے حاشیہ، صفحہ: 1 میں اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَأَلَ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا جِبْرِيلُ كَمْ عَمَزَتْ مِنَ السِّنِينَ فَقَالَ: بَارَسُوهَا سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْهُ أَنْ فِي الْحِجَابِ الرَّابِعَ تَجْمَعُ تَطْلُعُ فِي كُلِّ سَبْعِينَ أَلْفَ سَنَةٍ مَرَّةً وَأَيُّهُ إِثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ أَلْفَ مَرَّةً فَقَالَ يَا جِبْرِيلُ وَعِزَّةَ رَبِّي حَلَّ جَلَالُهُ أَنَا ذَلِكَ الْكُوفُ" (سیرت حلی، صفحہ: 36)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا: جبرئیل! بتاؤ تمہاری عمر کتنے سال کی ہے؟ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کا مجھے کوئی علم نہیں۔ البتہ! احباب رابع میں ایک ستارہ ستر ہزار سال کے بعد ایک دفعہ طلوع ہوا کرتا تھا اس کو میں نے 72 ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا: جبرئیل! مجھے اپنے رب کی عزت و جلال کی قسم، وہ ستارہ میں ہی تھا۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل سے کئی ہزار سال پہلے پیدا ہو چکے تھے۔

### تمام مخلوقات کی پیدائش کے لیے

حضرات ایہ ساری کائنات، آسمان و زمین، شمس و قمر، جنت و دوزخ، انس و جن، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے وجود میں آئی ہے، اگر آپ کی ذات بابرکات تشریف نہ لاتی تو عالم میں کوئی ایک شے بھی پیدا نہ ہوتی۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بدال کہ اول مخلوقات و واسطہ صدور کائنات و واسطہ خلق عالم و آدم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم است۔ (مدارج النبوة، حصہ: دوم، صفحہ: 1)

ترجمہ: جان لو کہ پوری کائنات، تخلیق عالم و آدم کا ذریعہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔  
الحاصل شمس و قمر کی روشنی، گلاب و چنبیلی کی خوشبوئیں، باغ کے پھول اور سارے عالم کی یہ چہل پہل اور رقصیں صرف اور صرف حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وجود میں آئی ہیں، اگر آپ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔

توئی شاہ و ایں جملہ خلیل تواند

تو مقصود و لہذا طفیل تواند

نیز اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:



ہے ان ہی کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار  
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَمَا خَلَقْنَا السَّلَاطِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ.

(سورہ حجر، آیت: 85)

ترجمہ: ہم نے آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی چیزوں کو حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطے سے پیدا کیا۔

معلوم ہوا کہ آپ تمام کائنات کے لیے واسطہ ہیں، اگر آپ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔ اس مضمون پر بہت سی حدیثیں اور اقوال صحابہ ناطق ہیں، مثلاً:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: هَيَّطَ جِبْرِيلُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ: إِنْ كُنْتَ إِتَّخَذْتَ الْإِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا فَقَدْ إِتَّخَذْتُكَ حَبِيبًا وَمَا خَلَقْتُ خَلَقًا أَكْرَمَ عَلَيَّ مِنْكَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْيَا وَأَهْلَهَا لِأَعَزَّ فَهَمُّكَ أَمَّتُكَ وَمَنْعَتْكَ عَنْدِي وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا. (الوارع رحمہ اللہ، صفحہ: 14، مدارج، حصہ: دوم، صفحہ: 4)

ترجمہ: حضرت جبریل حضور اقدس صلی اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا رب فرماتا ہے: میں نے ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اپنا خلیل بنایا (مگر) آپ کو اپنا حبیب بنایا۔ کسی مخلوق کو آپ سے زیادہ بزرگ پیدا نہیں کیا۔ بے شک میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس واسطے پیدا فرمایا کہ جو عزت و منزلت آپ کی میرے نزدیک ہے ان پر ظاہر کروں، اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو بھی پیدا نہ کرتا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا خَلَقْتَ؟ قَالَ: لَنَا أَوْ حِي إِلَى رَبِّي مَا أَوْ حِي قُلْتُ: يَا رَبِّ! وَمَا خَلَقْتَنِي؟ قَالَ: اللَّهُ تَعَالَى: وَعِزَّتِي وَجَلَالِي. لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ أَرْضِي وَلَا سَمَائِي قُلْتُ: يَا رَبِّ! وَمَا خَلَقْتَنِي؟ قَالَ: اللَّهُ تَعَالَى: وَعِزَّتِي وَجَلَالِي. لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ جَنَّتِي وَلَا نَارِي. (نزہۃ المجالس، حصہ: دوم، صفحہ: 81)

ترجمہ: یا رسول اللہ! آپ کس لیے پیدا فرمائے گئے؟ فرمایا: جب مجھ پر وحی نازل ہوئی تو میں نے عرض کیا: اے رب! تو نے مجھے کس لیے پیدا فرمایا؟ ارشاد ہوا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی زمین و آسمان کو پیدا نہ فرماتا۔ دوبارہ میں نے یہی عرض کیا: پھر مجھے خطاب

ہوا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی جنت و دوزخ کو نہ بناتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کریمہ وَمَا خَلَقْتُ بِحَاثِبِ الظُّلُمِ إِذْ نَادَيْتُنَا کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الواح تورات عنایت ہوئیں تو آپ بہت خوش ہوئے۔ بارگاہ الہی میں عرض کیا: الہی! تو نے مجھے ایسی کرامت سے سرفراز فرمایا کہ مجھ سے پہلے کسی کو اس کے ساتھ کرم نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! (علیہ الصلوٰۃ والسلام) چون کہ ہم نے تیرے قلب کو سب سے زیادہ متواضع پایا، اس لیے کلام و رسالت سے مشرف فرمایا: فَقَدْ مَا أَتَيْتُكَ وَكُنْ قَبْلَ الشَّكَاكِينَ وَفُتْ عَلَى النَّوْجِيْنِ وَعَلَى حَيْثُ مُحَمَّدٍ (ﷺ)۔ یعنی جو کچھ میں نے تم کو دیا ہے، اس کا شکر ادا کرو اور میری توحید اور محبت رسول پر قربان ہو جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: الہی! اعمد کون ہیں؟ جن کی محبت میری توحید سے مقرون ہے۔ ارشاد ہوا: محمد (ﷺ) وہ ہیں کہ جن کا نام نامی میں نے آسمان و زمین کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے عرش پر لکھا ہے، اگر تو میری بارگاہ میں نزدیکی چاہتا ہے تو ان پر بکثرت درود بھیجا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: الہی! مجھے محمد (ﷺ) سے آگاہ فرمادے کہ وہ کون ہیں، جن کے بغیر تیرے دربار میں قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔ خطاب آیا: اے موسیٰ! لَوْلَا مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ لَمَّا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ وَلَا الشَّمْسَ وَلَا الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلَ وَلَا النَّهَارَ وَلَا مَلَكًا مُقَرَّبًا وَلَا نَبِيًّا مُرْسَلًا وَلَا نَاكًا۔

یعنی اگر محمد (ﷺ) اور ان کی امت نہ ہوتی تو میں جنت و دوزخ و چاند و سورج، شب و روز، ملائکہ و انبیاء کسی کو پیدا نہ کرتا اور تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: یا اللہ! میں تیرے دربار میں زیادہ محبوب ہوں یا محمد (ﷺ) (زیادہ محبوب ہیں؟) ارشاد ہوا: اے موسیٰ! تو میرا کلیم ہے اور محمد (ﷺ) میرے حبیب ہیں اور قاعدہ ہے کہ حبیب، کلیم سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: یا اللہ! کلیم اور حبیب میں فرق کیا ہے؟ ارشاد ہوا: اے موسیٰ! (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کلیم وہ ہوتا ہے جو اللہ کو دوست رکھے اور اس کی رضا طلب کرے اور حبیب وہ ہوتا ہے جسے خود اللہ اپنا دوست رکھتا ہے



اور اس کی رضا چاہتا ہے۔ حدیث قدسی میں ہے: يَا مُحَمَّدُ! كُلُّ أَحَدٍ يَطْلُبُ رِضَائِي وَكَأَنَّ أَظْلَمَ رِضَاكَ.

(ترجمہ: اے محمد! ہر کوئی میری رضا چاہتا ہے اور میں تمہاری رضا چاہتا ہوں۔)

نیز حکیم وہ ہوتا ہے جو چالیس دن روزہ رکھے اور چالیس راتیں عبادت کرے پھر خود کوہ طور پر آئے اور میرے ساتھ کلام کرے۔ حبیب وہ ہوتا ہے جو اپنے بستر مبارک پر بخواب ہو اور میں خود جبرئیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو بھیج کر اسے اپنے پاس بلاؤں اور اس سے ہم کلام ہوں۔

(معارج النبوة، رکن اول، صفحہ: 13)

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک روز بارگاہ الہی میں عرض کیا: جب میں زیور پہنتا ہوں تو ایک نور ظاہر ہوتا ہے جس سے میرے دل کو راحت و چین حاصل ہوتا ہے، میرا تمام عبادت خانہ روشن و منور ہوتا ہے اور محراب و درجنش میں آجاتے ہیں۔ یا اللہ! یہ نور کیسا ہے؟ خطاب آیا: یہ میرے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے کہ: لَا يَخْلِبُهُ خَلْقُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَدَمُ وَحَوَّاءُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ۔ یعنی ان ہی کے لیے میں نے دنیا و آخرت، آدم و حوا اور جنت و دوزخ کو پیدا فرمایا۔ معلوم ہوا کہ دنیا کی یہ سب رونقیں حبیب خدا کے لیے بنائی گئی ہیں۔

(معارج، رکن اول، صفحہ: 12)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: أَتَاكُنِي جِبْرِيلُ فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ: لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ النَّارَ۔ (سیرت نبوی، صفحہ: 6)

حضرت جبرئیل میرے پاس آکر کہا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اے محبوب! اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت نہ پیدا کرتا اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں دوزخ نہ بناتا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چوک ہوگی تو بارگاہ الہی میں عرض کیا: اے میرے رب! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مجھے معاف فرما۔

ارشاد ہوا: آدم! تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیوں کر پہچانا، انھوں نے عرض کیا: جب تو نے

مجھے اپنی قدرت سے پیدا فرمایا اور مجھ میں روح ڈالی، اس وقت میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ لکھا دیکھا تھا، اس سے میں نے یہ جان لیا اور سمجھ گیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام جہاں سے پیارا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: صَدَقْتَ يَا أَدَمُ إِنَّهُ لَا حُبَّ الْخَلْقِ إِلَيَّ إِذَا سَأَلْتَنِي بِحَقِّهِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ۔

(سیرت نبوی، صفحہ: 6، معارج النبوة، حصہ دوم، صفحہ: 4)

یعنی اے آدم! تو نے درست کہا، واقعی وہ مجھے سارے جہاں سے پیارا ہیں، تو نے جب ان کا واسطہ پیش کیا تو میں نے تجھے بخش دیا، اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو اے آدم! میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔

ایک روایت میں یہی الفاظ کچھ اس طرح ہیں کہ حضرت آدم نے عرض کیا:

يَا رَبِّ! بِحُضْرَةِ هَذَا الْوَلَدِ اَزَعَمَ هَذَا الْوَالِدُ فَنُودِي تَا اَدَمُ لَوْ تَشَفَّعْتَ اِلَيْنَا بِمُحَمَّدٍ فِي اَهْلِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ لَشَفَّعْتَنَا۔

(انوار محمدیہ من مواہب لدنیہ، صفحہ: 14)

ترجمہ: اے میرے پروردگار! اس ولد کی برکت سے اس والد پر رحم فرما۔ آواز آئی: اے آدم! اگر تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سفارش تمام آسمان والوں اور زمین والوں کے حق میں کرتا تو بھی میں تیری سفارش قبول کرتا اور سب کو معاف کر دیتا۔

سبحان اللہ! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وہ مرتبہ عظمیٰ رکھتے ہیں کہ ان کے واسطے سے سب کی مغفرت ہوتی ہے۔ لہذا ہم بھی اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے ان کا وسیلہ تلاش کریں۔



مُصَدِّقِي لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْقَضُنَّ عَنْهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَأَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۖ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (سورہ آل عمران، آیت: 81-82)

ترجمہ: اے محبوب! یاد کریں جب خدا نے برتر نے پیغمبروں سے یہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں، پھر تمہارے پاس رسول معظم تشریف لائے تصدیق فرماتا اس کی جو تمہارے پاس ہے تو ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد ضرور کرنا۔ پھر فرمایا: کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کیا: ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا کہ ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی گواہ ہوں، پھر جو اس کے بعد اس ذمہ داری سے منہ پھیرے تو وہی لوگ حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔

اس واقعے سے ثابت ہوا کہ ہمارے رسول معظم صرف ہمارے نبی نہیں، بلکہ جملہ انبیاء کے بھی نبی ہیں اور تمام انبیاء اور ان کی امتیں حضور سرایا نور کے امتی ہیں۔  
شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس تعلق سے لکھتے ہیں:

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء است و ظاہر گرداویں معنی آخرت کہ جمیع انبیاء تحت لوئے وے باشند (صلی اللہ علیہ وسلم) و ہم جنہیں در شب اسرا امامت کردایشاں را داگر اتفاق سے افتاد مجملی اور زمین آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہم واجب می گشت برایشاں و بر اسم ایشاں ایمان بوائے و نصرت وے۔ (مدارج، حصہ دوم، صفحہ: 3، انوار محمدیہ، صفحہ: 11)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے نبیوں کے نبی ہیں اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخرت میں سارے انبیاء کرام و غیر ہم آپ کے جھنڈا تلے جمع ہوں گے، جس طرح معراج کی رات تمام انبیاء نے آپ کی امامت میں نماز ادا کی اور اگر اتفاق سے آپ کی آمد حضرت آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دور میں ہوتی تو ان پر اور ان کی امت پر آپ کی حمایت و نصرت کرنا اور آپ پر ایمان لانا واجب ہوتا۔

شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَتَكُونُ بُيُوتُهُ وَرَسُولُهُ عَاقِبَةً لِّجَمِيعِ الْخَلْقِ مِنْ زَمَنِ آدَمَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا بیان

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنْ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (سورہ مائدہ، آیت: 15)

حضرات! آج کی مجلس میں بیان کیا جائے گا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اپنے آبائے کرام کی پشتوں میں تشریف لائے اور ان حضرات کو آپ نے کیا رحمت و کرم عنایت فرمایا۔ روایت میں ہے کہ جب خدائے قدوس و برتر نے اپنے حبیب پاک کا نور پیدا فرمایا اور اس نور سے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے انوار کو ظاہر فرمایا تو حضور کے نور کو ان کے انوار کی طرف نظر کرنے کا حکم دیا۔ پس اس نور کرامت ظہور نے جب انوار انبیاء پر احکم الحاکمین کے حکم کے بموجب نظر فرمائی تو آپ کے نور کی روشنی کے آگے تمام انبیاء کرام کے انوار کی روشنی منہضل اور ماند پڑ گئی اور جب نبیوں کے نور پر آپ کا نور غالب آیا تو انوار انبیاء نے بارگاہ الہی میں عرض کیا: مولانا! یہ کس کا نور ہے جس کی چمک دمک کے آگے ہمارے انوار پھیلنے پڑ گئے؟

ارشاد ہوا: یہ نور میرے پیارے حبیب محمد ابن عبد اللہ کا ہے، اگر تم اس پر ایمان لاؤ گے تو مرحۃ نبوت پر فائز ہو گے، سب نے بیک زبان عرض کیا:

مولانا! ہم اس پر اور اس کی نبوت پر ایمان لائے، ارشاد ہوا: پس تم پر گواہ ہوں۔  
سبحان اللہ! ہمارے رسول پاک کا کیا بلند مقام ہے کہ تمام انبیاء کرام اور رسولان عظام کو ان کے صدقے میں نبوت عطا فرمائی جا رہی ہے، بلکہ ان سب سے حضور پر ایمان لانے اور آپ کی مدد کرنے کا اقرار لیا جا رہا ہے۔ قرآن پاک میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَجَعَلْنَاكُمْ نُورًا



وَتَكُونُ الْأَنْبِيَاءُ وَأَتَمُّهُمْ كُلُّهُمْ مِنْ أَقْبَتِهِ. (انوار محمدیہ من مواہب اللدنیہ، صفحہ: 11)

ترجمہ: حضور کی نبوت و رسالت، حضرت آدم کے زمانے سے لے کر روز قیامت تک تمام مخلوق کے لیے عام ہے، تمام انبیاء اور ان کی امتیں حضور کی امت ہیں۔

حضرت علیؓ شہ خدا شکل کسا کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

لَمْ يَخْلُقِ اللَّهُ نَبِيًّا مِنْ أَقَدِّ مَنْ بَعْدَهُ إِلَّا أَخَذَ عَلَيْهِ الْعَهْدَ فِي مُحْتَدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَبْعَثَ وَهُوَ حَيٌّ لِيَوْمٍ مِنْ يَوْمِهِ وَلَيْسَ نَصْرَتُهُ وَيَأْخُذُ بِذَلِكَ الْعَهْدَ عَلَى قَوْمِهِ وَهُوَ يُرَوِّى عَنْ رَافِئِ بْنِ عَجِيٍّ أَيْضًا. (انوار محمدیہ من مواہب اللدنیہ، صفحہ: 11، شفا، ج: 1، صفحہ: 28)

یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آخر تک جتنے بھی انبیاء بھیجے، سب سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عہد لے لیا کہ اگر آپ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں، تو ان پر ایمان لائیں، ان کی مدد کریں اور اپنی امت سے اسی بات کا عہد لیں۔ چنانچہ اس عہد ربانی کے مطابق ہمیشہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب بیان کرتے اور اپنی مجالس و محافل میں حضور کی تعریف کرتے رہے اور اپنی امتوں سے حضور سراپا نور پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے رہے، یہاں تک کہ آخری مژدہ رساں حضرت عیسیٰ بن مریمؑ پر انبیاؤں نے ایمان دیا اور بعد ازاں حضرت محمدؐ کی تعریف لائے۔

## نور نبی پشت آدم میں

اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور شمس و قمر وغیرہ پیدا فرمائے، پھر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا، پھر تمام عالم میں ندا کی گئی کہ تم میں سے جو کوئی نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت رکھنے کی اہلیت و قابلیت رکھتا ہو وہ اس امانت کو اٹھالے۔ جب عالم میں سے کسی نے اس کو ہر بے بہا کو رکھنے کی قابلیت و اہلیت خود میں نہ دیکھی تو سب نے سرخیز بھگا دیا۔ تب اشرف المخلوقات حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امانت کو اٹھالیا۔

اہل اشارات فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اسی امانت کی طرف اشارہ ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ

وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ. (سورۃ احزاب، آیت: 72)

ترجمہ: بے شک ہم نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر امانت (نور مصطفیٰ) پیش فرمائی، تو سبوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے، لیکن انسان (آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اس کو اٹھالیا۔ (معارج النبیہ در کن اول، صفحہ: 197)

الغرض نور مصطفیٰ و نور اللہ کو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی میں اور بعض روایت کے مطابق آپ کی پشت میں رکھا گیا جس کی وجہ سے بارگاہ الہی میں آدم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رتبہ بہت بلند ہو گیا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے اس نور مصطفیٰ کی برکت سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جملہ مخلوقات کے اسما تعلیم فرمائے۔

قرآن پاک میں ہے: وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا. (معارج، حصہ دوم، ص: 4)

یعنی اللہ تعالیٰ نے جملہ اسماء، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعلیم فرمائے۔

ابرار شریف میں ہے کہ اس آیت میں اسماء سے مراد اسمائے عالیہ ہیں نہ کہ ساقطہ:

فَإِنْ كُلُّ مَخْلُوقٍ لَهُ اسْمٌ عَالٍ وَاسْمٌ نَازِلٌ قَالَ لِنَسْمِ الْقَارِئُ هُوَ الَّذِي يُشْعِرُ بِالْمُسْتَمِ فِي الْجَنَّةِ وَالْإِسْمُ الْعَالِي هُوَ الَّذِي يُشْعِرُ بِأَصْلِ الْمُسْتَمِ وَمِنْ آتِي شَيْئٍ هُوَ وَيَقْبِذُهُ الْمُسْتَمِ وَلَا يَتِي شَيْئٍ يُضْلَعُ.

ترجمہ: یعنی ہر مخلوق کے دو نام ہوتے ہیں، عالی اور نازل۔ اسم نازل وہ ہوتا ہے جو فی الجملہ کسی کی خبر دیتا ہے اور اسم عالی وہ ہوتا ہے جو اصل کسی کی طرف مشعر ہوتا ہے کہ وہ کس چیز سے بنایا گیا ہے اور کس چیز کی صلاحیت رکھتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اسی نور پاک کی برکت سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسجد ملائکہ بتایا اور تمام ملائکہ نے سجدہ کیا۔ (معارج، حصہ دوم، صفحہ: 4)

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ. (سورۃ البقرہ، آیت: 34)

ترجمہ: یاد کرو، جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ منکر ہوا، غرور میں پڑ گیا اور کافر ہو گیا۔



محققین اور عرفا فرماتے ہیں کہ یہ ملائکہ کا جسد آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حقیقت نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا۔

(سیرت نبوی، صفحہ: 8)

جب ملائکہ جسدے سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ ملائکہ بہشتی جوڑا پہنایا، جس پر لایزالہ **إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ** منقوش تھا۔ فرشتوں نے سر پر نورانی تاج رکھا اور انھیں بہشتی تخت پر بیٹھایا۔ ستر ہزار فرشتے حضرت آدم کی دائیں طرف، ستر ہزار فرشتے بائیں طرف، ستر ہزار فرشتے آپ کے آگے اور ستر ہزار فرشتے آپ کے پیچھے صلوٰۃ و تحیہ پڑھتے ہوئے بہشت میں لے گئے۔ وہاں رضوان خلد بریں اور حوران ماہ جبین نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور آپ پر صلاۃ و تسلیم کے طباق بچھا دیے۔ (معارج النبوة، رکن: 1، ص: 237)

منقول ہے کہ جب نور محمدی آدم کی پیشانی میں جلوہ فرما ہوا، آپ اپنی پیشانی سے باریک آواز سننے لگے۔ بارگاہ الہی میں عرض کیا: مولا ایہ آواز کیسی ہے؟ ارشاد ہوا: اے آدم! یہ آواز ہمارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی تسبیح ہے، جو تمہارا فرزند ارجمند ہوگا۔

(معارج النبوة، رکن دوم، ص: 8)

تفسیر بحر العلوم لفظی میں ہے کہ جب نور محمد آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشانی میں رونق افروز ہوا تو ملائے اعلیٰ میں ان کی تعظیم ہونے لگی، تمام ملائکہ آپ کے پیچھے اکرام و تعظیم کے بطور چلتے۔ ایک روز حضرت آدم نے بارگاہ الہی میں عرض کیا: یا اللہ! میری اس تعظیم و توقیر کا کیا سبب ہے؟ خطاب آیا: اے آدم! جو نور تمہاری پیشانی میں جلوہ گرے، یہ سب تعظیم و توقیر اس نور محمدی کی وجہ سے ہے۔ پھر عرض کیا: یا اللہ! اسے کسی ایسے عضو میں منتقل فرما تا کہ اس کی زیارت سے شرف ہو سکوں اور اپنے قلب کو مسرور کر سکوں۔ چنانچہ وہ نور محمدی آپ کے دست راست کی انگلی مبارکہ میں منتقل فرما دیا گیا۔ جب آپ نے اس نور کا مشاہدہ کیا اور اس کی زیارت سے شرف ہوئے، تو اس انگلی کو اٹھایا اور پڑھا: **أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللَّهِ**۔ یہی وجہ ہے کہ اس انگلی کا نام شہادت کی انگلی پڑ گیا۔ اس کے بعد اس انگلی کو بوسہ دیا اور آنکھوں پر رکھا اور حضور پر درود شریف پڑھا۔

معارج النبوة میں منقول ہے: ”گویند در وقت اذان در زمین استماع اشہد ان محمد رسول

اللہ (مناہج النبویہ) یوسیدن انگشت بردیدہ نہادان نیز سنت آدم است علیہ الصلوٰۃ والسلام واحادیث در فضل آں آورده اند۔“

(رکن اول، صفحہ: 338)

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ اذان کے وقت جب اشہدان محمد رسول اللہ سے تو انگشت شہادت کو چوم کر آنکھوں پر رکھے، یہ حضرت آدم کی سنت ہے اور اس کے بیان میں بہت ساری احادیث وارد ہیں۔

”اس سنت در میان اولاد تا بہ قیامت بکواشت۔“ (معارج، رکن اول، صفحہ: 124)

یعنی یہ سنت اولاد آدم میں قیامت تک باقی رہے گی۔

ثابت ہوا کہ انگوٹھے چومنا سنت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ لہذا جو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحیح اولاد ہے وہ چومے گی، یعنی اولاد آدم اس کا انکار نہیں کرے گی۔

شامی، جلد اول، باب الاذان میں ہے:

يَسْتَحِبُّ أَنْ يَقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْأَوَّلَى مِنَ الشَّهَادَةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا قُرْءَةً عَنِّي بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُمَّ مَتِّعْنِي بِالسَّعَةِ وَالْبَصِيرَةِ نَعْدًا وَصُحْرًا فَكُفِّرِي الْإِنْفِاقَيْنِ عَلَى الْعَيْنَتَيْنِ فَإِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَكُونُ قَائِدًا لَهُ إِلَى الْجَنَّةِ۔

یعنی پہلی بار جب **أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللَّهِ** سے توصیٰ اللہ علیک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے اور دوسری بار سے **تَوْفِيقُ عَنِّي بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ** کہنا مستحب ہے، پھر دونوں انگوٹھے کو اپنی آنکھوں پر رکھے اور یہ کہے کہ یا اللہ! میرے کان اور میری آنکھ کو ٹھنڈک پہنچا۔

## حضرت حوا کی پیدائش

جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بہشت میں قیام پذیر ہوئے تو اکیلے تھے، کوئی ہم جنس نہ تھا، اس لیے آپ نے اپنے ہم جنس جوڑے کی درخواست پیش کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر خواب طاری فرما کر ان کی بائیں پبلی سے حضرت حوا کو پیدا فرمایا۔ جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بیدار ہوئے تو حضرت حوا کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے، پھر ان کی طرف دست تصرف دراز کیا۔ ملائکہ مقررین بحکم رب العالمین مانع ہوئے اور کہا: اے آدم! نکاح اور ادائے مہر سے پہلے حوا کو ہاتھ نہ



لگنا۔ پوچھا: ان کا مہر کیا ہے؟ کہا: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تین مرتبہ درود اور ایک رواہ میں میں مرتبہ درود شریف پڑھنا ان کا مہر ہے، تو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضور پر درود پڑھا اور حضرت جل جلالہ نے خود خطبہ پڑھ کر حوا کا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نکاح کیا۔

(مدارج، حصہ دوم، صفحہ: 5، انوار محمدیہ، صفحہ: 14، سیرت نبوی، صفحہ: 77)

## نور محمدی کا حضرت حوا کی جانب منتقل ہونا

منقول ہے کہ جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام بہشت سے زمین کی جانب بھیجے گئے اور سلسلہ توالد و تناسل کا جاری ہوا تو ایک دن آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک پاکیزہ مکان میں تشریف فرما تھے کہ اچانک غیب سے ایک صاف و شفاف نہر ان کے درود جاری ہوئی۔ یہ ایک عظیم نور تھی جو بہشت سے ظاہر ہوئی تھی۔ اس نہر کے پیچھے حضرت جبریل دیگر ملائکہ مقربین کے ساتھ میوہ بہشتی کا طبق ہاتھ میں لیے ہوئے ظاہر ہوئے اور اَللّٰہُمَّ عَلَیْكَ یَا اَتِہَا مُعْتَبِدِ کہا اور پوچھا: آپ ان میوہوں کو جانتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! یہ بہشتی میوے ہیں۔ ملائکہ نے عرض کیا: آپ یہ میوہ تناول فرمائیں۔ پھر اس نہر میں غسل فرما کر حضرت حوا سے صحبت کریں، کیوں کہ آج نور محمدی کا بجانب حوا منتقل ہونا ہے۔ حضرت آدم نے وہ بہشتی میوہ تناول فرمایا اور نہر میں غسل کیا اور حضرت حوا کے ساتھ صحبت کی، تو وہ نور محمدی حضرت حوا کی جانب منتقل ہوا۔ مدت حمل میں حضرت حوا کے دونوں پستانوں کی درمیانی جگہ سورج کی طرح چمکتی تھی۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام وقت پیدائش سے اس وقت تک تمام ملائکہ کی نگاہوں میں معزز و مکرم تھے اور سب فرشتے ان کی تعظیم کرتے تھے۔ جب نور محمدی حضرت حوا کی طرف منتقل ہوا تو تمام فرشتے حضرت حوا کی تعظیم و تکریم کرنے لگے۔ حضرت آدم نے بارگاہ الہی میں عرض کیا: یا اللہ! یہ سب فرشتے حوا کی تعظیم کرنے لگ گئے۔ حکم ہوا: اے آدم! یہ سب تعظیم و تکریم تیری اس نور کے باعث تھی جو تیری پشت میں جلوہ فرما تھا۔ اب چوں کہ وہ نور حوا کی جانب منتقل ہو گیا، اس لیے ان سب کی توجہ انھیں کی جانب ہو گئی۔ (مدارج، رکن اول، صفحہ: 256)

☆☆☆

تیسرا وعظ

## نور محمدی کا حضرت شیث کی طرف منتقل ہونا

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُورٌ وَ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ

حضرات! جب نور محمدی بجانب حوا منتقل ہوا، مدت حمل پوری ہو گئی اور وضع حمل کا وقت آ گیا تو حضرت شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام تن تھا پیدا ہوئے۔ حالاں کہ اس سے پہلے ہر حمل سے دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی بقدرت الہی پیدا ہوتے رہے، مگر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تو اکیلے پیدا ہوئے۔ ان کے اکیلے ہونے کی حکمت یہی تھی کہ نور محمدی ان میں اور ان کے غیر میں مشترک نہ ہو۔ (مدارج، حصہ دوم، صفحہ: 6)

حضرت آدم کی تمام اولاد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام زیادہ خوبصورت، نیک سیرت اور جامع کمالات تھے اور نور محمدی ان کی پیشانی سے درخشاں تھا۔ جب آپ حد بلوغ کو پہنچے تو آپ سے حفاظت نور حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر عہد لیا گیا اور ایک عہد نامہ اس مضمون کا تحریر کرایا گیا کہ وہ نور محمدی کی خوب حفاظت کریں۔ اسے ارحام طاہرات اور اصلاہ طہیات میں جائز طور پر پہنچائیں اور اپنی اولاد کو اس نور کی حفاظت کی تاکید تبلیغ کریں اور ان سے وصیت فرمائیں کہ وہ بظنا بعد بطین اس عہد نامے کو ایک دوسرے تک پہنچائیں اور ہر ایک اس پر عمل کرے۔ چنانچہ وہ عہد نامہ شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کے مطابق ان کی اولاد میں قرناً بعد قرن حضرت عبداللہ کے زمانے تک ہر ایک کو یکے بعد دیگرے موصول ہوتا رہا اور ہر ایک نور محمدی کی حفاظت اور اسے ارحام طہیات میں جائز طور پر پہنچانے کی کوشش کرتا رہا۔ لہذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب ہر زمانے میں مسافح جاہلیت سے پاک رہا۔ (مدارج، رکن اول، صفحہ: 257)



حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تَقْلَبُكَ فِي الْمَسَاجِدِ بِخَيْرٍ کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ ہمیشہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقلاب کی کردار اصطلاح انبیاء کا کہ بڑا سید مادر وے۔

(مدارج، حصہ دوم، صفحہ: 6، سیرت طبری، صفحہ: 24)

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ انبیاء کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے، یہاں تک کہ اپنی والدہ کے بطن میں پہنچے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لَقَاءُ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِهِمْ لَقَاءُ فَارِغًا وَهُوَ يَأْتِيهِمْ أَنْفُسُهُمْ تَسْبِيًا وَهَيْهَاتَ وَهَيْهَاتَ۔

(انوار محمدیہ، ص 16، مدارج، صفحہ: 6)

یعنی میں نسب و مہر اور حسب کی یہ نسبت تم سے نفیس ترین ہوں۔  
ابو نعیم نے دلائل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا:

قُلْتُ مَسَارِقُ الْأَرْضِ وَمَغَارِبُهَا فَلَمْ أَرْ جُلًّا أَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(انوار محمدیہ، صفحہ: 16؛ سیرت نبوی، صفحہ: 8-9، مدارج، حصہ دوم، صفحہ: 6)  
ترجمہ: میں تمام زمین کے مشرقوں اور مغربوں میں پھرا، یعنی ساری دنیا دیکھی مگر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کسی کو نہ دیکھا۔

### حضور پر نور کے تمام آبا و اجداد مسلمان تھے

آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آبا و اجداد آدم عبد اللہ و آمنہ سب موجد تھے، کوئی بھی مشرک نہ تھا۔ خود سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَمْ يَزَلِ اللَّهُ يَخْلُقُنِي مِنَ الْأَصْلَابِ الطَّيِّبَةِ إِلَى الْأَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ۔

(انوار محمدیہ، صفحہ: 15، مدارج، صفحہ: 6، سیرت نبوی، صفحہ: 23)

ایک حدیث میں یہ ہے: لَمْ يَزَلِ اللَّهُ يَخْلُقُنِي مِنَ الْأَصْلَابِ الطَّاهِرَةِ إِلَى الْأَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ (سیرت طبری، صفحہ: 23) یعنی میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی جانب منتقل ہوتا رہا۔

ان دونوں حدیثوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ میرے تمام آبا و اجداد اور مائیں پاک تھیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے آبا و اجداد میں کوئی بھی مشرک نہ تھا، بلکہ سب مومن اور موجد تھے، کیوں کہ مشرک نجس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِنَّمَا الْمُشْكِرُونَ نَجِسٌ۔ (سیرت طبری، صفحہ: 33)

نجس اور پلید ہوتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ آبا و اجداد پاک ہیں۔ (سیرت طبری، صفحہ: 33)  
امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: إِنَّ تَجَمُّعَ آبَاءِ مُحَمَّدٍ كَانُوا مُسْلِمِينَ وَمَعْنَى يَنْزِلُ عَلَى ذَلِكَ قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَزَلِ اللَّهُ يَخْلُقُنِي مِنَ الْأَصْلَابِ الطَّاهِرَةِ إِلَى الْأَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ وَقَدْ قَالَ تَعَالَى: إِنَّمَا الْمُشْكِرُونَ نَجِسٌ فَوَجَبَ أَنْ لَا يَكُونَ أَحَدٌ مِنْ أَجْدَادِهِ مُشْكِرًا۔

(انوار محمدیہ، ص 16، مواہب لدنیہ، صفحہ: 34)  
یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آبا و اجداد مسلمان تھے، اس پر خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث دلالت کرتی ہے کہ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی جانب منتقل کیا گیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مشرک نجس اور پلید ہوتے ہیں، تو ضروری ہے کہ آپ کے اجداد اسے کوئی ایک بھی مشرک نہ ہو (بلکہ تمام مسلمان ہیں)۔

ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اجداد اور مائیں مسلمان تھیں، ان میں کوئی ایک بھی مشرک اور کافر نہیں تھا۔ جو لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً والدین کریمین کو (معاذ اللہ) کافر و ناری کہتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں، اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسب پاک میں سوئے ادب ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا ہونے کا اندیشہ ہے۔ منکر و اگر شخصیں محققین کا مسلک پسند نہ ہو، تو کم از کم اس مسئلے میں توقف ہی اختیار کر لو، یہ بڑا نازک مقام ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو کسی نقص کے ساتھ ذکر کرنے سے بچ جاؤ، نجات اسی میں ہے۔

سوال: قرآن پاک میں ارشاد ہے:

إِذْ قَالَ الْإِبْرَاهِيمُ لِأَبْنَيْهِ لَا يَدْعُ الْإِلَٰهَ إِلَّا إِلَهُنَا فَاتَّبَعْنَاهُ أَهْلًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ۔ (سورہ انعام، آیت: 74)

یاد کرو جب حضرت ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا کہ کیا تو بتوں کو معبود مانتا ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم کا باپ آذر تھا جو کافر و مشرک تھا اور حضرت ابراہیم



حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جدا مجد تھے، تو وہ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد مسلمان تھے؟

جواب: اس کے جواب علمائے حقانی نے بہت سے دیے ہیں، مگر یہاں حضرت شیخ احمد صادی مالکی کا جواب ذکر کرتا ہوں جو انھوں نے تفسیر صادی میں ذکر کیا ہے۔

وَهُوَ هَذَا مُقْتَضَى هَذِهِ الْآيَةِ وَآيَةِ مَرَّتِهِ أَنَّ أَرْزَ أَبَا إِبْرَاهِيمَ كَانَ كَافِرًا وَهُوَ يُشِيرُ عَلَى مَا قَالَهُ الْمُحَقِّقُونَ أَنَّ نَسَبَ رَسُولِ اللَّهِ مَحْفُوظٌ مِنَ الشِّرْكِ فَلَمْ يَسْجُدْ أَحَدٌ مِنْ آبَائِهِ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ إِلَى آخِرِ لَصْنِهِ قَطُّ وَبِذَلِكَ قَالَ الْمُفَسِّرُونَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَتَقْلَبُكَ الشَّجَرَاتُ قَالَ أَبُو صَالِحٍ فِي الْهَرِيقَةِ:

وَبَدَأَ اللَّهُ جُودَ مِنْكَ كَرِيمًا عَنْ كَرِيمٍ أَبَاؤُهُ كَرِيمٌ

أَجِبْتُ عَنْ ذَلِكَ بِأَنَّهُ حِفْظُهُ مِنَ الْإِثْمِ مَا دَامَ الثُّبُورُ الْمُحْتَمِلُ فِي ظَهْرِ هَذَا فَإِنَّا نَقْتَلُ جَازًا أَنْ يُكْفَرُوا وَتَعَدَّ ذَلِكَ كُنَّا قَالِ الْمُفَسِّرُونَ هُنَا وَهَذَا عَلَى تَسْلِيمٍ أَنَّ أَرْزَ أَبَاؤَهُ وَأَجَابَ بَعْضُهُمْ أَيْضًا بِمَنْعِ أَنْ أَرْزَ أَبَاؤُهُ بَلْ كَانَ عَنْهُ وَكَانَ كَافِرًا وَتَلَخَّ أَبَاؤُهُ مَاتَ فِي الْفِتْرَةِ وَلَمْ يُبَيِّتْ سَجُودَهُ لَصْنِهِ وَإِنَّمَا سَمَاهُ أَبَا عَلَى عَاقِبَةِ الْعَرَبِ مِنْ تَسْبِيهِ الْعَمِّ أَبَا وَفِي الشُّوَرَةِ إِنَّمَا ابْنُ إِبْرَاهِيمَ تَلَخَّ (تفسیر صادی، جلد دوم، صفحہ 22)

ترجمہ: اس آیت اور سورہ مریم کا مقتضی یہ ہے کہ آذر ابراہیم کا باپ کا فر تھا۔ اس پر سوال پیدا ہوگا کہ محققین نے کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نسب پاک شرک سے محفوظ ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت آدم تک کسی نے بت کا جھوٹا ہرگز نہیں کیا ہے۔ اسی کے ساتھ مفسرین کرام نے اس آیت میں قول کیا ہے: وَتَقْلَبُكَ فِي الشَّجَرَاتِ۔ آپ سجدہ کرنے والوں میں منتقل ہوتے رہے (آپ کے تمام آباؤ اجداد مسلمان تھے) تو اس سوال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد سے محفوظ تھے، جب کہ نور محمدی ان کی پشت میں جلوہ گر تھا۔ جب نور محمدی منتقل ہو گیا تو اس کے بعد ان سے کفر جائز ہے۔ اس طرح بعض مفسرین نے کہا، لیکن یہ جواب تب ہے جب کہ یہ تسلیم کیا جائے کہ آذر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ تھا۔ بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ آذر، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

باپ نہیں چچا تھا اور کا فر تھا۔ آپ کے والد تاریخ تھے جو زمانہ فترت میں وفات پا چکے تھے اور انھوں نے کسی بت کے سامنے سجدہ نہیں کیا تھا اور چچا کو باپ اس لیے کہا گیا ہے کہ عرب کی عادت ہے کہ چچا کو باپ کہتے ہیں اور تورات میں حضرت ابراہیم کے باپ کا نام تاریخ لکھا ہے۔

فائدہ: علامہ صادی کی اس عبارت قَالَهُ الْمُحَقِّقُونَ أَنَّ نَسَبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَحْفُوظٌ مِنَ الشِّرْكِ سے پتہ چلتا ہے کہ علمائے محققین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسب پاک کو شرک سے محفوظ مانتے ہیں اور جو نسب پاک کو شرک سے محفوظ نہیں مانتے وہ غیر محقق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

استفتاء

حضرات! منکرین کے منہ بند کرنے کے لیے مولوی عبدالحی لکھنوی کا ایک فتویٰ پیش ہے۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ثبوت ایمان والدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یا نہیں اور کوئی ان دونوں (والدین) کی طرف تحریر یا تقریر انب کفر کرے اس کا کیا حکم ہے؟

ہوا المعصوب اس مسئلے میں علما کا اختلاف واقع ہے، بعض ایمان بعد الاحیاء کے قائل ہوئے اور بعض احادیث احیا کو موضوع کہتے ہیں اور عدم ایمان کے قائل ہیں اور ان کے ہونے کی وجہ سے ارباب فترت نجات کے قائل ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے سات رسالے تحریر کیے ہیں اور شد و مد کے ساتھ نجات ثابت کرتے ہیں۔ ملا علی قاری اور ابراہیم حلبی ان کے بعض رسائل کا رد لکھ چکے ہیں، لیکن چون کہ اس باب میں دلائل متعارض ہیں اس وجہ سے سکوت اسلم اور یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا فر ہیں یا نیک ہیں، بڑی بے ادبی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے کا سبب ہے۔ حموی شرح اشباہ میں لکھتے ہیں: بِإِغْلَافِ أَنَّ الشَّلَفَ إِشْتَلَفُوا فِي آيَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ أَمْ لَا، فَذَهَبَ إِلَى الْأَوَّلِ جَمْعٌ مِنْهُمْ صَاحِبُ التَّفْسِيرِ وَخَفِيَ إِلَى الثَّانِي بِجَنَاحَةٍ وَنَفَرُوا مِنَ الْخَطِّ الْأَوَّلِ قَالُوا بِتَجَاهُهَا مِنَ الثَّانِي وَسَقَلَ الْقَاضِي أَبُو بَكْرٍ الْهَرَبِي الْعَزَنِي أَحَدَ الْأَخِيَّةِ الْمَالِكِيَّةِ عَنْ رَجُلٍ قَالَ: إِنَّ أَبَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّارِ فَأَجَابَ بِأَنَّهُ مَلْعُونٌ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ:



إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَا أَذَىٰ أَكْبَرُ مِنْ ذَلِكَ يُقَالُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ فِي النَّارِ وَقَالَ السَّهْبِيُّ فِي الرَّوْضِ الْأَنْفِ لَيْسَ لَنَا نَحْتُ أَنْ نَقُولَ ذَلِكَ فِي النَّبِيِّ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُؤْذُوا الْأَحْيَاءَ بِسَبِّ الْأَمْوَاجِ يَقُولُ: إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ الْأَيَّةُ وَأَمْرًا أَنْ تُمَسِّكَ اللِّسَانَ إِذَا ذَكَرَ أَحَدُكُمْ بِشَيْءٍ يَدَّجِعُ ذَلِكَ عَلَى الْعَنِيبِ فِيهِمْ فَلَا أَنْ تُمَسِّكَ عَنْ أَبِيهِ أَحَقُّ وَأَخْرَجَ فُجْئَلَةَ الْمَرْءِ فِي هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ أَنَّ هَذِهِ الْمَسْئَلَةَ لَيْسَتْ مِنَ الْإِعْيَاقِ ذَاتِ فَلَا حَظَّ لِلْقَلْبِ مِنْهَا وَلَا لِلِّسَانِ فَحَقُّهُ الْإِمْسَاكُ عَمَّا يَتَذَكَّرُ مِنْهُ التَّقْصَانُ انْتَهَى مُلَخَّصًا وَمُخْتَصَرًا وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ (فتاویٰ عبدالحی، جلد دوم، کتاب السناج، صفحہ: 232-233)

یعنی نبی کریم کے والدین کے ایمان کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے سکوت اختیار کیا ہے اور بعض نے نجات کا قول کیا ہے۔ قاضی ابوبکر بن عربی نے ایک مالکی امام سے پوچھا کہ جو والدین مصطفیٰ کو جنم دے مانے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ ایسا کہنے والا ملعون ہے، کیوں کہ قرآن کریم میں ہے کہ جو اللہ و رسول کو تکلیف دے اس پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ایسا کہنا کہ والدین مصطفیٰ جنم دے اس سے زیادہ سخت تکلیف دہ کچھ نہیں۔ پہلی کہتے ہیں کہ مخلوق میں ہمیں ایسا کہنے کا حق حاصل نہیں کہ نبی کریم کا فرمان ہے کہ زندوں کو مردوں کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچاؤ۔ نیز فرمان الہی ہے، اللہ و رسول کو تکلیف نہ دو۔ صحابہ کے ذکر شدہ باتوں کے بارے میں ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اس تعلق سے بولنا معیوب ہے۔ چنانچہ والدین مصطفیٰ کے بارے میں کچھ لب کشائی کرنے سے زیادہ بولنا خاموش رہنا ہے۔ خلاصہً نگاہ یہ کہ یہ مسئلہ اعتقادات سے نہیں، اس لیے اس تعلق سے کوئی رائے ظاہر کرنے سے بہتر ہے کہ خاموش ہی رہا جائے۔ کیوں کہ درست علم اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اب تو ان دریدہ دہنتوں کے لیے مناسب ہے کہ اس مسئلے میں اپنے منہ کو لگام دیں اور حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو اذیت نہ پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔

وما علینا الا البلاغ المبین

چوتھا وعظ

## نور محمدی کا پاک پشتوں میں منتقل ہونا

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ

حضرات! نور محمدی حضرت شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درجہ بدرجہ منتقل ہوتا ہوا حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منتقل ہوا تو ان کو طوفان سے محفوظ فرمایا، پھر درجہ بدرجہ منتقل ہوتا ہوا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت میں جلوہ گر ہوا تو ان پر نار کو گلزار بنایا۔ (سیرت نبوی، صفحہ: 9، نشر الطیب، صفحہ: 9)

پھر وہ نور درجہ بدرجہ منتقل ہوتا ہوا حضرت ہاشم تک پہنچا۔ جس وقت ان کی پیشانی میں نور محمدی کی شعاعیں چمکنی تھیں اس وقت ایک یہودی عالم آپ کو دیکھتا تو آپ کا ہاتھ چومتا اور جس چیز پر آپ گزر فرماتے وہ آپ کو سجدہ کرتی، قبائل عرب اور فود علمائے اہل کتاب اپنی اپنی لڑکیاں برائے نکاح ان کے رو برو پیش کرتے، یہاں تک کہ ہر قل بادشاہ روم نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ میری ایک لڑکی ہے، جس سے زیادہ حسین و جمیل اور درخشندہ رو کوئی خاتون پیدا نہ ہوئی ہوگی۔ آپ میرے پاس تشریف لائے تاکہ آپ کا نکاح اپنی اس دختر سے کروں، کیوں کہ آپ کا شہرہ جو دو کرم مجھ تک پہنچا ہے۔ مگر مقصود اس کا وہ نور محمدی تھا جس کے اوصاف کریمہ انجیل میں لکھے ہوئے پائے تھے، لیکن حضرت ہاشم نے انکار فرمادیا۔

(سیرت نبوی، بحوالہ مواہب اللدنیہ، صفحہ: 19)

## نور محمدی کا بجانب المطلب منتقل ہونا

جب نور محمدی حضرت عبدالمطلب کی طرف منتقل ہوا تو آپ کے جسم سے مشک و کستوری کی



جب ہوش میں آیا، عبدالمطلب کو سجدہ کیا اور کہا: اَشْهَدُ اَنْكَ سَيِّدُ قُرَيْشٍ حَقًّا۔  
یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ تو قریش کا سچا سردار ہے۔

(مدارج، حصہ دوم، صفحہ: 9، انوار محمدیہ، صفحہ: 18، سیرت نبوی، صفحہ: 30)

روایت ہے کہ جب سفید ہاتھی نے جو انہدام کعبہ کے لیے لایا گیا تھا، اس نے حضرت عبدالمطلب کے چہرے کو دیکھا تو سجدے میں گر گیا۔ حالانکہ اس نے کبھی ابرہہ کو بھی سجدہ نہیں کیا تھا جیسے دوسرے ہاتھی سجدہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سفید ہاتھی کو قوت گویائی عطا فرمائی، تو ہاتھی نے کہا: سلام ہو اس نور پر اے عبدالمطلب! جو تیری پشت میں جلوہ گر ہے۔

(مدارج، صفحہ: 19، انوار محمدیہ، صفحہ: 19، سیرت نبوی، صفحہ: 30)

حضرات! ہاتھی جیسے جانور، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو مانتے اور اس کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں مگر منکر بد عقیدہ انسان ہو کر نور مصطفیٰ کے منکر ہیں، اللہ تعالیٰ ہدایت بخشنے۔

حضرت عبدالمطلب جب اپنے اونٹ چھڑانے کے واسطے ابرہہ کے پاس گئے۔ ابرہہ نے آپ کی صورت پاک جس میں نور محمدی چمک رہا تھا، دیکھ کر آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی، تخت سے اتر آیا، آپ کو اپنے پاس بیٹھایا اور پوچھا: کس مطلب کے لیے تشریف لائے ہو؟ آپ نے فرمایا: اپنے اونٹوں کو چھڑانے کے لیے آیا ہوں۔ ابرہہ نے فوراً حکم دیا: سردار قریش کے اونٹ واپس کر دیے جائیں اور کہا: اے عبدالمطلب! تمہاری عزت و تعظیم میرے دل میں اتنی ہے کہ اگر تم خانہ کعبہ کو محفوظ رکھنے کے لیے کہتے تو میں اسے منہدم نہ کرتا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خانہ کعبہ کا محافظ و نگہبان خود خدائے برتر ہے، وہ خود اس کی حفاظت کرے گا، میرے کہنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب ابرہہ لشکر لے کر خانہ کعبہ کو گرانے کے لیے چلا۔ اللہ تعالیٰ نے ابا تیل کا لشکر بھیجا۔ ہر پرندے کے پاس تین کنکریاں تھیں، ایک چونچ میں ایک پیچھے میں اور ایک دوسرے پیچھے میں۔ کنکریاں مسور کی دال کے برابر تھیں، مگر جس آدمی پر کنکری لگتی تھی، ہلاک ہو جاتا تھا۔ اس طرح سارا لشکر تباہ ہو گیا۔ ابرہہ واپس اپنے ملک کو بھاگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدن میں ایسی بیماری پیدا فرمائی کہ اس کی انگلیاں ٹکڑے ہو کر گر پڑیں، اس کے بدن سے پیپ اور خون بہتا تھا، یہاں تک کہ اس کا دل پھٹ گیا اور ذلیل و خوار ہو کر

خوشبو آتی تھی اور آپ کی پیشانی میں نور محمدی چمکتا تھا۔ جب قریش قحط میں مبتلا ہوئے تو حضرت عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر ”جبل ثبیر“ پر لاتے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرتے اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے نور کی برکت سے بارش رحمت برساتا اور انھیں سیراب کرتا۔

(سیرت نبوی، صفحہ: 21، انوار محمدیہ، صفحہ: 18، مدارج، حصہ دوم، صفحہ: 30)

ایک روز حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ حجر میں جو کعبہ معظمہ میں ایک مقام کا نام ہے سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو دیکھا کہ آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے اور سرتیل سے چیز اٹھوا ہے اور بیش قیمت اور خوبصورت لباس میں ملبوس ہیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر بڑے حیران ہوئے کہ یہ کون ہے؟ ان کے والد آپ کو قریش کے کانٹوں کے پاس لے گئے۔ کانٹوں نے خبر دی کہ پروردگار نے حکم دیا ہے کہ اس جوان کی شادی کر دو۔ چنانچہ آپ کی شادی کر دی گئی۔

(مدارج، صفحہ: 9، انوار محمدیہ، صواب اللہ فیہ، صفحہ: 18)

روایت ہے کہ جب ابرہہ یعنی حاکم یمن اپنا لشکر اور ہاتھی لے کر بیت اللہ شریف گرانے کے لیے مکہ معظمہ کی طرف بڑھا تو قوم قریش بڑے خائف ہوئے۔ جب یہ خبر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو قریش کو جمع کیا اور فرمایا: کوئی خوف نہ کرو، اس گھر کا محافظ خود اللہ ہے، وہی اسے ابرہہ کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ میں صرف اس درہم (نور محمدی) کا محافظ ہوں۔ ابرہہ آیا اور قریش کے اونٹ اور کمریاں پکڑ کر لے گیا اور حضرت عبدالمطلب کے چار سوا اونٹ بھی پکڑ لیے۔ حضرت عبدالمطلب قریش کے ہمراہ ”جبل ثبیر“ پر تشریف لائے تو ان کی پیشانی سے نور مصطفیٰ کی شعاعیں چمکیں اور خانہ کعبہ پر پڑیں، جس سے وہ روشن ہو گیا۔ عبدالمطلب نے ان شعاعوں کو دیکھ کر قریش سے کہا: اے گروہ قریش! واپس چلے جاؤ، تمہاری مہم سر ہو گئی۔ ابرہہ تمہارا کچھ بگاڑ نہ سکے گا۔ خدا کی قسم! جب کسی مہم میں اس نور کی شعاعیں اس طرح روشن ہوتی ہیں تو ضرور کامیابی ہوتی ہے (یہ ہے نور محمدی کی مشکل کشائی)۔ تمام لوگ اپنے اپنے گھر واپس آ گئے۔ ابرہہ نے ایک جرنیل کو فوج دے کر کہا کہ تو اہل مکہ کو شکست دے اور بیت اللہ کو گرا دے۔ جب وہ شخص مکہ معظمہ میں داخل ہوا اور حضرت عبدالمطلب کی صورت پر اس کی نظر پڑی تو وہ بے اختیار چپٹا جیسے گائے ذبح کے وقت چمکتی ہے اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔



مر گیا۔ اسی قصے کی طرف اللہ تعالیٰ نے سورہ نمل میں اشارہ فرمایا:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلْنَا بِاٰخِطَابِ الْفِيلِ ؕ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ؕ وَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّرًا اَتَابِئِلَ ؕ تَرْمِثُ مِنْهُمْ رِجَافًا ۖ فَيَمْشِيْلُ يَجْعَلُهُمْ ثَعْلَافًا ۖ تِلْكَ اٰيَاتُ الَّذِي هُوَ يَنْزِلُ

ترجمہ: اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا کہ تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔ کیا ان کا دواؤں تباہی میں نہ ڈالا اور ان پر اپائیل کا لشکر بھیجا کہ انھیں کنکر کے پتھروں سے مارتے تو انھیں ہلاک کر ڈالا، جیسے کھائی کھتی کی پتی۔ (سیرت نبوی، صفحہ: 31)

سبحان اللہ! ایسی عظمت نور محمدی کی تھی کہ دیکھ کر بادشاہ بھی بیت میں آجاتے اور تعظیم و تکرار کرتے تھے۔ (فالحمد للہ علی ذالک)

روایت ہے کہ ایک روز حضرت عبدالمطلب نے خانہ کعبہ کے اندر حالت خواب میں دیکھا کہ میری پشت سے ایک درخت نکلا۔ (بعض روایت میں ہے کہ چاندی کی زنجیر نکلی) جس کا سر آسمان تک پہنچ گیا اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئیں۔ وہ اتنا نورانی تھا کہ اس سے زیادہ چمکدار نور میں نے کبھی نہ دیکھا۔ اس کا نور آفتاب کے نور سے ستر درجے زائد تھا اور اس کا ارتقار ہر ساعت زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ عرب و عجم کے لوگ اسے سجدہ کرتے تھے جب کہ ایک قریشی جماعت اس کی ڈالیاں پکڑ کر لٹک رہی تھی اور ایک قوم قریش اسے کاٹنے کا ارادہ کرتی تھی، لیکن جب پاس جاتی تھی، تو ایک جوان جس سے زیادہ حسین کوئی دیکھنے میں نہیں آیا، اس قوم کی پیٹھ توڑ ڈالتا اور آنکھیں نکال ڈالتا تھا۔ پس میں نے ہاتھ بڑھا کر اس سے حصہ لینا چاہا مگر وہاں تک نہ پہنچ سکا۔ کسی نے کہا اس میں تیرا حصہ نہیں۔ میں نے کہا پھر کس کا حصہ ہے؟ کہا جو اس سے پہلے معلق ہو چکے ہیں۔ آپ یہ خواب دیکھ کر کافی ڈر گئے اور ایک کاہن (تعبیر بتانے والا) کے پاس جا کر اپنا خواب بیان کیا، اس نے یہ خواب سن کر کہا: اِنَّ صَدَقْتَ وَاِنَّكَ لَتَخُوْنُ جَنَّتَ بَنِي صُلَيْبَ رَجُلٌ يَّمْلِكُ الْمَشْرِقَ وَالْمَغْرِبَ وَقَدْ بَيْنَ لَكَ النَّاسُ۔

یعنی اگر تمہارا یہ خواب سچا ہے تو یقیناً تمہاری پشت سے ایک ایسا فرزند ارجمند پیدا ہوگا جو مشرق سے لے کر مغرب تک کا مالک و مختار ہوگا، لوگ اس کا دین قبول کریں گے، اس پر ایمان لائیں گے اور اس کے حلقہ گوشت غلام بنیں گے۔ (سیرت نبوی، صفحہ: 32، انوار محمدیہ، صفحہ: 19)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے رسول ہیں جن کی گواہی پہلے مبعور خواب دیاں دے رہے ہیں کہ وہ تمام کائنات کے مالک و مختار ہوں گے، مگر آج کا منکر بد عقیدہ، حضور کا کلمہ پڑھ کر بھی حضور کو مالک و مختار نہیں مانتا۔

اللہ تعالیٰ اسے عقل و دانش عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆



نے کہا: اے عبداللہ! تجھے بشارت ہو کہ تمہاری پشت میں نور محمدی جلوہ گر ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ تمہاری پشت سے ظاہر ہوگا۔ (معارج النبیۃ، صفحہ: 403، رکن اول)

روایت ہے کہ جب نور محمدی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی میں چمکا، عرب میں ان کے حسن و جمال کا شہرہ بلند ہوا، یہود و نصاریٰ درجوق و درجوق آتے اور دیکھ کر کہتے کہ یہ نور عبداللہ کا نہیں بلکہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر الزماں نبی کا ہے جو ان کی پشت سے پیدا ہوگا۔ تمام یہودی حضرت عبداللہ کے دشمن بن گئے اور آپ کے قتل کی تیاریاں شروع کر دیں۔ چنانچہ یہودی ملک شام کی زہرا کو توکاریں لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے ارادے سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپ جاتے، یہاں تک کہ حوالی مکہ میں پہنچ گئے۔ موقع کے منتظر رہے، ایک روز حضرت عبداللہ تنہا جنگل میں شکار کے لیے تشریف لے گئے، دشمنوں نے آپ کو گھیر لیا۔ اتفاقاً اسی روز وہب بن عبد مناف شکار کے لیے اسی صحرائے موجود تھے اور دور سے یہ سارا واقعہ دیکھ رہے تھے۔ ان کے دل میں آیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ عبداللہ کی مدد کرے، مگر کثرت دشمن سے ڈر گئے پھر خیال آیا کہ عبداللہ کی سفارش کر دے کہ دشمن دفع ہو جائے۔ ابھی اسی خیال میں تھے کہ دیکھا: چند سوار عالم فیب سے ظاہر ہوئے، جن کی شکل و صورت ہماری طرح تھی، انھوں نے دشمن ناہنجار کو قتل کیا۔

واقعی اللہ تعالیٰ کچ فرماتا ہے۔ وَلِلّٰهِ مُتَّبِعَةٌ تُوَدَّاهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔

(مدارج، صفحہ: 17، معارج، رکن اول، صفحہ: 404)

### حضرت عبداللہ پر خواتین کا فدا ہونا

جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سن بلوغ کو پہنچے اور آپ کے حسن و جمال کا شہرہ ہوا، تو بڑی بڑی صاحب ثروت ماہر و خواتین آپ کا جمال جہاں آرا دیکھ کر عاشق ہو گئیں اور طالب وصال ہو گئیں۔ یہ سب فریفتہ ہو کر اس راستے پر بیٹھ جاتیں، جہاں سے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرتے، وہ آپ کو اپنی طرف بلا تیں مگر عبداللہ بہ برکت نور محمدی ان کی جانب ذرا بھی التفات نہ فرماتے اور نہ ہی نگاہ اٹھا کر دیکھتے۔

(مدارج، حصہ دوم، صفحہ: 17)

### پانچواں وعظ

## نور محمدی کا بجانب حضرت عبداللہ منتقل ہونا

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ۔

حضرات! اب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سلب عبدالطلب سے منتقل ہو کر حضرت سید عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سب سے زیادہ خالص صورت اور بااخلاق تھے، ان کے چہرے میں چمکتا تھا۔ چہرہ مبارک ایک روشن ستارے کی طرح نظر آتا تھا۔ (سیرت نبوی، صفحہ: 33)

ایک دن حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد حضرت عبدالطلب کی خدمت میں عرض کیا کہ جب میں بطحائے مکہ کی طرف جاتا ہوں تو میری پشت سے ایک نور نکلتا ہے اور اس کے دو حصے ہو جاتے ہیں: ایک حصہ مشرق کو اور دوسرا حصہ مغرب کو گھیر لیتا ہے۔ پھر وہ نور مدور ہو کر اور بادل کی طرح بن کر میرے سر پر سایہ کرتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں، وہ نور بادل کی صورت میں آسمان کی طرف بڑھتا ہے۔ پھر وہ وہاں آ کر میری پشت میں داخل ہو جاتا ہے اور جس جگہ میں بیٹھتا ہوں وہاں سے آواز آتی ہے: اے شخص! تیرے پشت میں نور محمدی جلوہ گر ہے، تجھ پر سلام ہو۔ نیز جس خشک درخت کے نیچے بیٹھتا ہوں وہ فوراً سرسبز ہو جاتا ہے اور مجھ پر سایہ کرتا ہے۔ جب اس سے اٹھ جاتا ہوں تو پہلے کی طرح خشک ہو جاتا ہے۔ جب کسی بت خانے کے قریب سے گزرتا ہوں تو بت چٹخا شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے: اے عبداللہ! میرے قریب نہ آؤ، کیوں کہ تیری پیشانی میں نور رسول آخر الزماں جلوہ گر ہے جو بتوں اور بت پرستوں کی ہلاکت کا باعث ہوگا۔ یہ سن کر عبدالطلب



ایک روز حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کعبہ شریف کے قریب سے گزرے، وہاں بنواسد کی ایک خاتون بنام رقیصہ یا قتیلہ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ خاتون حضرت عبداللہ کو دیکھ کر آپ کے حسن و جمال پر عاشق ہو گئی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طالب وصال ہوئی اور سوانث دینے کا وعدہ کیا، مگر آپ نے انکار کر دیا اور واپس گھر آ گئے۔ حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحبت کی اور نور محمدی آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم اقدس میں جلوہ گر ہوا۔ پھر ایک روز حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی خاتون جو طالب وصال ہوئی تھی، اس کے پاس سے گزرے، اس نے آپ کے چہرے کو دیکھا مگر وہ چمکتا نور نظر نہ آیا۔ وہ کہنے لگی: کیا تم نے کسی خاتون سے صحبت کی ہے؟ فرمایا: ہاں! اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کی ہے۔ کہنے لگی: اب مجھ کو تمہاری حاجت نہیں، میں تو اس نور کی طالب تھی جو تیری پیشانی میں چمکتا تھا مگر وہ جس کے نصیب کا تھا، اُسے مل گیا۔

اسی طرح کا ایک قصہ یہ بھی ہے کہ فاطمہ نامی ایک خاتون ملک شام کی رہنے والی تھی۔ بڑی عقیقہ اور پاکیزہ اخلاق والی تھی۔ اس کے علاوہ کتب سادی کی عالمہ بھی تھی اور فن کہانت میں ماہر تھی، اسے معلوم تھا کہ نور محمدی کے طلوع ہونے کا وقت قریب ہے اور وہ حضرت عبدالطلب کے بیٹے سے پیدا ہوگا۔ چنانچہ وہ نور محمدی کے حصول کی خاطر ولایت شام سے چل کر حمرائے مکہ معظمہ میں آ کر ٹھہری۔ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکار سے واپس ہو کر اس کی منزل سے گزرے، تو فاطمہ کی نظر عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جمال جہاں آرا پر پڑی، اس نے علامات سے پہچانا کہ میرا مقصود اُن ہی سے حاصل ہوگا، وہ اپنی جھونپڑی سے نکلی اور آپ کو اندر آنے کی دعوت دی۔ آپ اس کی دعوت کو منظور فرما کر اندر تشریف لے گئے، تو فاطمہ نے آپ کا بہت احترام و اکرام کیا اور بتایا کہ میں آپ کے ساتھ نکاح کا ارادہ رکھتی ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد حضرت عبدالطلب کی اجازت کا بہانہ کر کے گھر تشریف لے آئے۔ تقدیر الہی اُسی رات نور محمدی حضرت آمنہ کی جانب منتقل ہوا، آپ علی الصبح اپنے والد ماجد کی خدمت میں تشریف لے گئے اور فاطمہ شامی کا قصہ بیان فرمایا۔ حضرت عبدالطلب نے نکاح کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ خوش و خرم فاطمہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو اپنے والد کی

اجازت سے دوبارہ نکاح کی خواہش بیان کی۔ مگر فاطمہ نے جب حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے کو دیکھا تو اُسے وہ چمکتا نور محمدی نظر نہ آیا۔ کہنے لگی: اے عبداللہ! جس نور کی خاطر میں نے یہ صحرانوردی کی ہے اور معصومیتیں جھیلی ہیں وہ نور آپ سے رخصت ہو چکا ہے، اس لیے اب مجھے آپ سے نکاح کا شوق نہیں رہا۔ چنانچہ فاطمہ بڑی حسرت لے کر اپنے وطن کو واپس ہو گئی۔

(معارف، رکن اول، صفحہ: 406-407)

غرض کہ بہت سی حسین و جمیل خواتین اس نور محمدی کی طالب ہوئیں جب وہ نور اُن کو میسر نہ ہوا تو وہ پاگل اور دیوانی ہو گئیں۔ حتیٰ کہ جس رات حضرت آمنہ کی طرف نور محمدی منتقل ہوا تو دوسو خواتین رشک سے مر گئیں۔

(معارف النبوة، رکن اول، صفحہ: 407)

☆☆☆



## نور محمدی کا بجانب حضرت آمنہ منتقل ہونا

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ

## حضرت عبد اللہ کا نکاح

جب حضرت عبد المطلب کو معلوم ہو گیا کہ زنان عرب عبد اللہ پر مائل ہیں اور ہر ایک ظاہر ہے تو ان کے نکاح کی فکر دامن گیر ہوئی اور ایسی لڑکی کی تلاش ہوئی جو پاک و امن، نیک سیرت ہو، حسب و نسب، حسن و جمال اور عقل و حیز میں سب سے افضل ہو، ان دنوں وہب بن عبد مناف کی ایک دختر تھی جس کا نام آمنہ تھا، جو حسن و جمال میں یکساں صورت و سیرت میں بے مثل، عقل و حیز میں بے نظیر اور حسب و نسب میں افضل ترین تھیں۔

اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ ایسی پاکیزہ خاتون کے ساتھ حضرت عبد اللہ کا نکاح ہو۔ وہب بن عبد مناف نے حضرت عبد اللہ کی اس کرامت کو دیکھا تھا جب کہ دشمنوں نے (یہود) آپ کو جنگ میں گھیرا اور آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ نبی سپاہ آئی اور دشمنوں کو قتل کر دیا۔ حضرت وہب بن عبد مناف اس سے اتنے متاثر ہوئے کہ جب گھر واپس لوٹے تو اپنی بیوی سے مشورہ کیا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنی دختر نیک اختر حضرت آمنہ کا رشتہ حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب کو دے دوں۔ آپ کی بیوی اس پر رضامند ہو گئی۔ چنانچہ حضرت وہب بن عبد مناف نے اپنے بعض دوستوں کے واسطے سے حضرت عبد المطلب کو اپنا رشتہ دینے کا پیغام بھیجا۔ ادھر حضرت عبد المطلب بھی اس تلاش میں تھے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے ایسا رشتہ ملے جو حسب و نسب، عفت اور حسن

جمال میں بے مثل ہو۔ اب ان کو ایسا رشتہ خود بخود مل گیا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے ہو گیا۔ (مدارج النبوۃ، حصہ دوم، صفحہ: 17)

## نور محمدی رحم آمنہ میں

نکاح کے بعد ماہ رجب میں شب جمعہ کو نور محمدی حضرت آمنہ کے شکم اقدس میں جلوہ افروز ہوا۔ سبحان اللہ! کیا شان والی رات تھی جس رات میں محبوب خدا اپنی اماں جان کے شکم اقدس میں تشریف لائے۔ اسی واسطے حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ شب جمعہ کو لیلیۃ القدر سے افضل بتاتے ہیں، کیوں کہ جو خیرات و برکات اور کرامات و سعادت اس رات نازل ہوئیں وہ کسی اور شب میں قیامت تک، بلکہ ابد الابد تک نہ نازل ہوئیں اور نہ ہی ہوں گی۔ (مدارج، صفحہ: 17)

## آپ کے حمل میں آنے سے عجائبات کا ظہور

جب نور محمدی رحم مادر میں جلوہ گر ہوا تو دنیائے عالم میں عجیب و غریب واقعات ظہور میں آئے۔ اللہ تعالیٰ نے خازن جنت کو حکم دیا کہ فردوس بریں کے دروازے کھول دے اور تمام عالم کو خوشبو سے معطر کر دے اور آسمانوں و زمین میں یہ ندا کی جائے:

أَلَا إِنَّ النُّورَ الْمَخْزُومَ الْمَكْتُومَ الَّذِي يَكُونُ مِثْلُ النَّبِيِّ الْهَادِي يَسْتَقَرُّ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ فِي بَطْنِ أُمِّهِ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ: 21، مدارج، صفحہ: 18)

یعنی آج رات جو نور مخزون اور گوہر مکون شکم مادر میں رونق افروز ہوا، وہ نبی ہادی ہوگا۔ قریش کے تمام چوپائے کہنے لگے: نبی! پرستوی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورتب الغعبۃ وھو افاضہ الدنیا ویتزاج اھلھا۔ (انوار محمدیہ، صفحہ: 21)

یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمل والدہ میں تشریف لے آئے ہیں، کعبہ کے رب کی قسم! وہ دنیائے عالم کے سردار ہیں اور دنیا کے رہنے والوں کے لیے سراج ہیں۔ مشرق کے جانوروں نے مغرب کے جانوروں کو حضور کی آمد کی خوش خبری دی۔ (مدارج، صفحہ: 18)

اس رات کی صبح تمام روئے زمین کے بت اورندے منہ گر پڑے اور تمام بادشاہوں کے



تحت سرگلوں ہو گئے۔ (مدارج، حصہ دوم، صفحہ: 18، سیرت نبوی، صفحہ: 36، انوار محمدی، صفحہ: 21)  
اس بابرکت رات میں کوئی گھرایسانہ نہ ہوا اور ہر مکان میں نور داخل ہوا۔

(مدارج، حصہ دوم، صفحہ: 18، انوار محمدی، صفحہ: 21)  
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مادر میں آنے سے قبل قریش کے علاقے میں سخت قحط  
ہوا تھا، درخت خشک ہو گئے تھے، جانور لاغر ہو چکے تھے۔ مگر نور محمدی رحم مادر میں جلوہ گر ہوا تو  
کی حالت بدل گئی، رحمت کی بارش ہونے لگی، زمین سرسبز و شاداب ہو گئی، درختوں پر پتے لگ گئے  
اور میوؤں کی کثرت ہو گئی، چنانچہ عرب نے اس سال کا نام **سَنَةُ الْفَيْضِ وَالْإِحْتِیاجِ** رکھ دیا۔

(مدارج، حصہ دوم، صفحہ: 18، انوار محمدی، صفحہ: 21، سیرت نبوی، صفحہ: 37)  
اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس سال دنیا کی تمام خواتین اس نور محمدی کی برکت سے بچے جنہیں  
پہنچی کوئی نہ بنے۔ (سیرت نبوی، صفحہ: 37، انوار محمدی، صفحہ: 22)

اس شب ابلیس نے "کوہ البقیس" پر چڑھ کر ایک جج ماری، تمام شیطان اس کے پاس اکٹھے  
ہو گئے اور پوچھنے لگے: اے ابلیس! آج تجھے کیا تکلیف پہنچی اور یہ کیسی گھبراہٹ ہے؟ کہنے لگا: آنا  
کی شب حبیب خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کے شکم اقدس میں جلوہ گر ہو گئے ہیں۔  
میں تشریف لا کر ادیان باطلہ کو ختم کر دیں گے اور بتوں کو توڑ دیں گے۔ (نزہۃ المجالس، صفحہ: 82)  
روایت میں ہے کہ حضور سر اپا نور حمل میں جلوہ فرما ہوئے تو ہر آسمان سے یہ آواز آتی تھی:  
**أَبْشِرُوا فَقَدْ أَنْ أَنْ يَظْهَرَ الْكَوْنُ الْقَاضِمُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلُ مَا تَبَارَكَا**

(انوار محمدی، صفحہ: 22)

لوگو! جشن مناؤ، اب وہ وقت قریب آ گیا ہے کہ مبارک اور سعادت مند رسول پاک کا دنیا  
میں ظہور ہوگا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول پاک میرے شکم اقدس میں تھے  
تو میں نے دیکھا کہ ایک نور مجھ سے جدا ہوا، جس نور سے سارا جہان منور ہو گیا، یہاں تک کہ میں  
نے کسریٰ کے محلات کو دیکھ لیا۔ (مدارج، حصہ دوم، صفحہ: 19)

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ ابتدائے حمل سے آخر تک مجھے کوئی علامت و گرائی حمل جو دم

خواتین کو ایام حمل میں معلوم ہوتی ہے محسوس نہ ہوتی۔ صرف اتنی بات تھی کہ حیض منقطع ہو چکا تھا۔  
(انوار محمدی، صفحہ: 22، مدارج، حصہ دوم، صفحہ: 18، نزہۃ المجالس، صفحہ: 82)

جب آپ شکم مادر میں دوماہ کے تھے کہ آپ کے والد حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا تو ملائکہ نے  
عرض کیا: مولانا! تیرا حبیب یتیم ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **أَنَا لَهُ حَافِظٌ وَتَحِيَّةٌ** میں خود اس  
کی حفاظت و نصرت کرنے والا ہوں۔ (مدارج، صفحہ: 19، انوار محمدی، صفحہ: 22، سیرت نبوی، صفحہ: 36)  
ایک روایت میں ہے: **أَنَا وَلِيُّهُ حَافِظُهُ وَحَامِيُهُ وَرَبُّهُ وَرَاقُهُ وَكَافِيَةُ فَضْلُو**  
**حَالِيهِ وَتَقْوَىٰ كَوَائِدِهِ**۔ (سیرت نبوی، صفحہ: 36)

یعنی میں اس کا والی، محافظ و حامی، رب اور مددگار، رزاق اور کافی ہوں۔ اے فرشتہ! تم ان  
پر درود پاک بھیجو اور ان کے نام سے برکت حاصل کرو۔

**حکایت:** حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ  
علیہ وسلم کے یتیم ہونے کی کیا حکمت ہے؟ والدہ ماجدہ کے شکم اقدس میں تھے کہ والد ماجد انتقال  
فرما گئے۔ چھ سال کے ہوئے تو والدہ ماجدہ رحلت فرما گئیں، پھر دادا حضرت عبدالطلب داغ مفارقت  
دے گئے۔ آپ نے فرمایا: اس لیے کہ آپ پر کسی مخلوق کا حق نہ ہو، سوائے اللہ تعالیٰ کے، یعنی حضور  
سر اپا نور صرف اپنے خدائے برتر کی طرف محتاج ہیں، نیز اس لیے آپ کو در یتیم بنایا گیا تاکہ آئندہ  
آنے والے یتیموں کا قد بلند ہو جائے اور لوگ ان پر رحم و کرم کریں۔ (سیرت نبوی، صفحہ: 36)

### حضرت آمنہ کو بشارتیں

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حمل کے اول ماہ میں ایک دراز قد والے  
بزرگ کو دیکھا، انھوں نے فرمایا: **أَبْشِرِي فَقَدْ تَحْمَلِينَ بِسَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ**۔ اے آمنہ! تجھے مبارک  
ہو، تیرے بطن میں تمام رسولوں کے سردار ہیں۔ میں نے کہا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں ان کے والد  
آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوں۔ دوسرے ماہ میں ایک اور بزرگ میرے پاس تشریف لائے اور  
فرمایا: **أَبْشِرِي فَقَدْ تَحْمَلِينَ بِسَيِّدِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ**۔ آمنہ! تجھے مبارک ہو کہ تیرے بطن میں  
اولین و آخرین کے سردار ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: شیث (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پھر



فرماتی ہیں: تیسرے ماہ میں ایک اور بزرگ تشریف لائے اور فرمانے لگے: اَبَشِرْ عِی فَقَدْ تَحَلَّی بِالنَّبِیِّ الْکَرِیْمِ۔ آمنہ تجھے مبارک ہو تیسرے پیٹ میں نبی کریم تشریف فرما ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں نوح (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوں۔ چوتھے ماہ ایک اور بزرگ تشریف لائے اور فرمایا: اَبَشِرْ عِی فَقَدْ تَحَلَّی بِالنَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَ النَّبِیِّ الْعَفِیْفِ۔ آمنہ تجھے مبارک ہو کہ تیسرے بطن میں ایک بزرگ صاحب شرافت اور پاک نبی ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ کہنے لگے: میں ادریس (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوں۔ پانچویں ماہ ایک اور بزرگ آئے اور فرمایا: اَبَشِرْ عِی فَقَدْ تَحَلَّی بِنَبِیِّ الدِّعْرِ۔ آمنہ مبارک ہو کہ تیسرے بطن میں تمام انسانوں کے سردار ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمانے لگے: میں ہود (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوں۔ چھ ماہ میں ایک اور بزرگ تشریف لائے اور فرمانے لگے: اَبَشِرْ عِی فَقَدْ تَحَلَّی بِالنَّبِیِّ الْهَاشِمِیِّ۔ آمنہ مبارک ہو کہ تیسرے شکم اقدس میں نبی ہاشمی جلوہ فرما ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوں۔ ساتویں ماہ میں ایک اور بزرگ آئے اور فرمانے لگے: اَبَشِرْ عِی فَقَدْ تَحَلَّی بِعَبْدِ رَبِّ الْعَلَمِیْنَ۔ آمنہ مبارک ہو کہ تیسرے بطن میں اللہ تعالیٰ کے حبیب و محبوب ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں اسماعیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوں۔ آٹھویں ماہ میں ایک اور بزرگ تشریف لائے، میں نے ان کا نام پوچھا تو انھوں نے بتایا میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں۔ نویں ماہ میں ایک اور بزرگ آئے اور فرمانے لگے: اَبَشِرْ عِی فَقَدْ تَحَلَّی بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔ آمنہ! مبارک ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے شکم اقدس میں تشریف لے آئے ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں عیسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوں۔

(حصہ دوم)

☆☆☆

ساتواں وعظ

## محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

قَدْ خَآءَ كُمْ مِنَ اللّٰهُ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِیْنٌ۔

### حضور سراپا نور کی تاریخ ولادت

حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت عام الفیل میں ہوئی۔ جمہور اہل سیر کا یہی خیال ہے اور مشہور یہ ہے کہ ربیع الاول کا مبارک مہینہ تھا اور اس کی بارہویں تاریخ تھی۔ اس لیے اہل مکہ اسی تاریخ کو موضع ولادت کی زیارت کرتے ہیں اور میلاد شریف پڑھتے ہیں اور پیر کا دن تھا۔ اسی پیر کے روز آپ پر وحی نازل ہوئی، اسی پیر کو آپ نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی، اسی پیر کو مدینہ طیبہ میں تشریف لائے، اسی پیر کو مکہ معظمہ فتح ہوا اور اسی پیر کو آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

(مدارج، اول، صفحہ: 20)

وقت میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ آپ کی ولادت طلوع آفتاب سے پہلے تھی۔ بعض نے فرمایا کہ رات میں ولادت پاک ہوئی۔ اکثر روایات میں ہے کہ ولادت پاک عین اس وقت ہوئی جب رات جاری تھی اور صبح صادق طلوع ہو رہی تھی، یعنی نورانی وقت تھا۔ (مدارج، حصہ دوم، صفحہ: 20)

### زمان کو حضور سے شرافت حاصل ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو ان مہینوں میں پیدا نہیں فرمایا جو برکت و کرامت میں مشہور ہیں، جیسے محرم، رجب اور رمضان مبارک اور نہ ہی افضل دن، جیسے جمعہ مبارک کو پیدا



فرمایا، تاکہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ حضور کو اس بزرگ ماہ یا بزرگ دن سے شرافت حاصل ہوئی حالانکہ زمانہ و مکان ہر شے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شرافت ملی ہے۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”حق آن است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متشرف بزمان نیست بلکہ زمان متشرف بہ اوست۔ وہیں است حکمت و ردع و قہر و ولادت شریف مشہور بہ کرامت و برکت۔“ (مدارج، جلد دوم، صفحہ 20)

یعنی حق بات یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زمان سے شرافت نہیں ملی بلکہ زمان نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شرافت حاصل کی ہے۔ یہی حکمت تھی کہ بزرگ مہینوں میں آپ کی ولادت پاک نہیں ہوئی۔ آپ نے ماہ ربیع الاول اور پیر کو اپنی ولادت پاک سے شرافت بخشی جو کسی اور مہینہ اور دن کو نہیں۔

شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ جمعہ کے دن میں ایک ایسی ساعت ہوتی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے مگر پیر کی اس ساعت مبارک کا کیا مقابلہ کر سکتی ہے جس میں دونوں جہانوں کی رحمت نازل ہوئی۔ (مدارج، جلد دوم، صفحہ 20)

### حضور کے ظہور کے وقت جنت کا سجایا جانا

اب وہ مبارک وقت آتا ہے کہ جب دونوں جہان کے سردار دنیائے عالم کو اپنے قدم مبارک سے مزین و مشرف فرماتے ہیں۔ خالق کائنات نے ملائکہ کو حکم دیا کہ آسمانوں کے دروازے کھول دو، جنت کے در بھی کھول دو، جس کو لباس نور پہنا دو۔ گویا سارے عالم کو نور علیار کر دو، کیوں کہ نور اللہ الاشراف لاتا ہے۔ (انوار محمدیہ من مواہب اللدنیہ، صفحہ 22)

### جنتی خواتین اور حوروں کا آنا

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ولادت کا وقت قریب ہوا تو میں بالکل تہا جی اور حضرت عبدالمطلب طواف کعبہ میں مشغول تھے۔ میں نے ایک آواز سنی جس سے میں خوفزدہ ہوئی، میں نے دیکھا کہ ایک سفید پرندے نے اپنا بازو میرے دل پر ملا تو مجھ سے خوف

دہراں چلا گیا، پھر میں نے اپنے پاس سفید رنگ کی شربت دیکھی، پس اس کو نوش کیا، اس سے مجھے قرار حاصل ہوا اور ایک بلند نور کو ملاحظہ کیا۔ میں بالکل اکیلی تھی، اب کیا دیکھتی ہوں کہ کچھ خواتین بلند قد کھجور کے درخت کی مانند موجود ہیں، گویا وہ عبدمناف کی بیٹیاں ہیں۔ میں بڑی حیران ہوئی کہ یہ خواتین بلند قامت کہاں سے میرے پاس تشریف لے آئیں ہیں۔ میں اسی حیرانگی میں تھی کہ ان میں سے ایک خاتون بول اٹھی کہ میں آسیہ بیگم فرعون کی بیوی ہوں، دوسری نے کہا کہ میں مریم بنت عمران ہوں اور یہ دوسری بیگمات حوریں ہیں۔

حضرات! اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء زندہ ہیں اور جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں، ان کو مردہ خیال کرنے والا خود مردہ ہے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہر ایک ایک ہولناک آواز سنتی تھی جو پہلے سے زیادہ ڈراؤنی ہوتی تھی۔

### ملائکہ کا حضور کی زیارت کے لیے آنا

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اسی اثنا میں سفید رنگ کی دیباہ دیکھی، جسے آسمان وزمین کے درمیان بچھا یا گیا، بہت سے آدمی دیکھے جو آسمان وزمین کے مابین کھڑے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں چاندی کے ڈوٹے ہیں۔ پھر پرندوں کی ایک جماعت دیکھی جنہوں نے میرے کمرے کو ڈھانپ لیا، ان کی چونچیں زمر اور پریا قوت کے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے حجابات کو دور کر دیا۔ میں نے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا (اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں سے حجابات دور فرما دیتا ہے اور تمام دنیا ایک وقت ان کی نگاہ میں ہوتی ہے)۔ پھر تین چھنڈے دیکھے کہ ایک مشرق میں نصب کیا گیا اور ایک مغرب میں اور ایک کعبہ شریف کی چھت پر (یہ اشارہ تھا کہ آپ کی حکومت مشرق سے مغرب تک ہوگی)۔ چھنڈے نصب ہو گئے، تو اب شہنشاہ دو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ ہزار جاہ و جلال اس گھٹن دنیا میں طلوع اجلال فرمایا، جس کی آمد کا مژدہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَدْ جَاءَ كُنْهٌ مِنْ لَدُنْهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِیْنٌ۔ بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور تشریف لایا ہے۔ آپ نے دنیا میں قدم مبارک رکھتے ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا سر مبارک سجدے میں جھکا کر دنیا کو



بنادیا کہ محبوبان خدا عارفین باللہ پیدا ہوتے ہیں۔

### حضور کا تمام دنیا کا دورہ کرنا

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک سفید بادل نے آپ کو ڈھانپ کر میری نگاہ سے غائب کر دیا، میں نے ایک آواز سنی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے:

طَوَّفُوا بِهِ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا وَادْخُلُوا الْبَحَارَ لِيَتَغَرَّفُوهُ بِأَسْمِهِ وَتَكْبِهِ وَصُورَتِهِ۔

یعنی محبوب کو زمین کے مشرق و مغرب کا دورہ کراؤ اور سمندروں میں لے جاؤ، تاکہ اہل دنیا آپ کے اسم مبارک، نعمت شریف اور صورت سے واقف ہو جائیں۔

پھر وہ بادل چلا گیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ ایک ریشمی کپڑے میں لپے ہوئے ہیں اور پانی کے قطرات گر رہے ہیں اور کہنے والا کہہ رہا ہے:

نَحْنُ نَحْيُ قَبْضَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الدُّنْيَا كُلِّهَا لَمْ يَبْقَ خَلْقٌ مِنْ أَهْلِهَا إِلَّا دَخَلَ فِي قَبْضَتِهِ۔

یعنی مرحبا! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دنیا پر قبضہ جمالیا ہے، اہل دنیا سے کوئی مخلوق ایسی باقی نہیں رہی جو آپ کے قبضے میں داخل نہ ہوئی ہو۔

جب میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ چودہویں رات کے چاند ہیں اور آپ سے ستوری کی مشک آ رہی ہے۔

(مدارج النبوة، جلد: 2، صفحہ: 22-23، انوار محمدیہ، صفحہ: 22-23)

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدا ہوئے، تو روضانہ جنت نے آپ کے کان مبارک میں عرض کیا:

أَكْبَرُ يَا مُحَمَّدُ فَتَابَعَنِي لَيْسِي عِلْمُهُ وَقَدْ أُعْطِيَتْهُ قَائِلَاتُ أُمَّتِهِمْ عِلْمًا وَأُفْتِحَ عَنْهُ قُلُوبًا يَا مُحَمَّدُ! بَارِكْ هُوَ، میں نے ہر نبی کا علم آپ کو عطا کیا ہے۔ آپ کا علم سب نبیوں سے زیادہ ہے، آپ سب سے زیادہ ولیر اور شجاع ہیں۔ (انوار محمدیہ، صفحہ: 24)

### وقت ولادت عجائبات کا ظہور

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت عجیب و غریب واقعات ظہور میں آئے ان میں کچھ معتبر کتابوں کے حوالوں سے پیش کیے جاتے ہیں:

1۔ حضرت عبد المطلب فرماتے ہیں کہ میں شب ولادت کعبہ معظمہ کے پاس گیا، آدمی رات کو دیکھا کہ کعبہ معظمہ مقام ابراہیم کو جھک گیا اور جدہ کیا اور اس سے آواز آئی:

أَلَمْ أَكُنْ أَفْلَحَ أَكْبَرُ رَبِّ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَى الْآنَ قَدْ ظَهَرَ زَيْزِقِي مِنَ الْفَجَائِسِ الْأَضْيَارِ وَأَزْجَائِسِ الْمُشْكَرِ كَيْفَ؟

یعنی اللہ بہت بڑا ہے، اللہ بہت بڑا ہے، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے، بے شک مجھ کو میرے رب نے بتوں کی ناپاکی اور مشرکوں کی پلیدی سے پاک فرمایا۔

نیز غیب سے یہ آواز آئی کہ کعبہ کے رب کی قسم! حق تعالیٰ نے کعبہ معظمہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قبدر اور مسکن بنایا۔ خانہ کعبہ کے آس پاس کے تمام بت پارہ پارہ ہو گئے۔ ہبل نامی بت جو بہت بڑا تھا، زمین پر گر پڑا اور حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کہنے لگا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو گئے ہیں۔

2۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جس وقت آپ پیدا ہوئے تو میں نے ایک نور دیکھا جس نور کی وجہ سے شام کے محلات روشن ہو گئے اور میں نے ان محلات کو دیکھ لیا۔ (ایضاً، ص: 22)

خود سرکارِ دو عالم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

سَأَخْبِرُكُمْ بِأَوَّلِ أَمْرِي دَعَوْهُ الْإِبْرَاهِيمُ وَنَشَازَةُ عَيْسَى وَزُلُومَاتُ النَّبِيِّ رَأَتْ جَفَنَ وَضَعْتَنِي وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نَوْرٌ أَضَاءَتْ لَهَا مِائَةُ قُصُورٍ الشَّامِ۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ، صفحہ: 513)

ترجمہ: میں اپنے امر کا اول بیان کرتا ہوں کہ میں دعوت ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوں اور بشارت عیسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہوں اور آتاں جان کا وہ خواب ہوں جو انھوں نے مجھے ولادت کے وقت دیکھا تھا، بے شک ایک نور نکلا جس سے ان کے سامنے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب آپ



پیدا ہوئے: خَرَجَ مَعَهُ نُورٌ أَضَاءَ لَهُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (انوار محمدیہ، صفحہ: 25)  
ترجمہ: ایک نور آپ کے ساتھ ظاہر ہوا جس سے مغرب و مشرق کی چیزیں روشن ہو گئیں۔  
یعنی سب رونے زمین چمک اٹھی، جب چمکانے والے نور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے  
حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں:

وَأَنْتَ لَنَا وَلِدْتُ أَشْرَقَ الْأَرْضِ وَضَاءَتْ بِنُورِكَ الْأَفْقُ فَفُتِحَتْ فِي ذَٰلِكَ السَّيِّئَةِ  
وَفِي النَّوْرِ وَسُئِلَ الرَّسَادُ فَخَفِيَ (سیرت حلبی، صفحہ: 67، انوار محمدیہ، صفحہ: 25)

ترجمہ: جب آپ پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپ کے نور مبارک سے آفاقِ حور  
ہو گئے، پس ہم اس روشنی اور نور میں ہدایت کے راستوں کو طے کر رہے ہیں۔

ان روایتوں سے واضح ہوتا ہے کہ حضور، نور تھے جس کی وجہ سے تمام زمین روشن ہو گئی۔

3- حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں:  
انہوں نے فرمایا کہ میں شہنشاہِ دو عالم کی ولادت باسعادت کے وقت حاضر تھی۔ میں نے  
ایک نور دیکھا جس سے سارا گھر روشن ہو گیا، ستاروں کو دیکھا کہ وہ زمین کے بالکل قریب  
آگئے، میں خیال کرنے لگی کہ وہ مجھ پر گر پڑیں گے۔

(مدارج النبوة، ج: 2، صفحہ: 21، انوار محمدیہ، صفحہ: 25، سیرت نبوی، صفحہ: 38، سیرت حلبی، صفحہ: 86)

4- حضرت عبدالرحمن بن عوف اپنی والدہ شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے

ہیں کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے آپ پیدا ہوئے تو میرے ہاتھوں پر

آئے اور آپ کی آواز نکلی تو میں نے کہنے والے کو سنا، وہ کہہ رہا ہے: زَحَّكَ اللَّهُ۔

یعنی اے محمد! (سبحانک) آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

حضرت شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ تمام مشرق و مغرب کے درمیان کی چیزیں روشن

ہو گئی، یہاں تک کہ میں نے ولایتِ روم کے بعض محل دیکھے، پھر آپ کو کپڑا پہنایا اور لٹا دیا۔ تھوڑی

دیر بھی نہ گزری تھی کہ مجھ پر ایک تاریکی اور رعب و لرزہ چھا گیا۔ آپ میری نظر سے غائب

ہو گئے۔ میں نے ایک کہنے والے کی آواز سنی کہ وہ کہتا ہے کہ ان کو کہاں لے گئے تھے۔ جواب

دیئے والے نے کہا: مشرق کی طرف۔ حضرت شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: اس واقعے کی

عظمت برابر میرے دل میں رہی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا۔ پس میں اول  
اسلام لانے والوں میں ہوئی۔ (انوار محمدیہ، صفحہ: 25-26، نشر المطیب، صفحہ: 18)

5- آپ کی ولادت مبارک کے وقت ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ آیا، وہ پھٹ گیا اور اس کے  
چودہ ٹکڑے گر گئے۔ علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ چودہ ٹکڑوں کا گرنا اس بات کی جانب اشارہ  
تھا کہ چودہ بادشاہوں کے بعد ان کی حکومت ختم ہو جائے گی۔

(مدارج، جلد دوم، صفحہ: 24، سیرت حلبی، صفحہ: 85، انوار محمدیہ، صفحہ: 26)

6- دریائے سادہ خشک ہو گیا اور نہر سادہ جو ایک مدت سے خشک تھی جاری ہو گئی۔ فارس  
کا آتش کدہ جو ایک ہزار برس سے برابر روشن تھا اور جو کبھی نہ بجھتا تھا، حضور کی ولادت پاک کے  
وقت بجھ گیا۔ (مدارج، جلد دوم، صفحہ: 24، انوار محمدیہ، صفحہ: 26، سیرت حلبی، صفحہ: 86)

7- جس رات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، قریش کی ایک  
جماعت جس میں درقد بن نوفل اور زید بن عمران نفیل بھی شامل تھے، اپنے بت کے پاس گئے۔

دیکھا کہ بت سرنگوں زمین پر گر پڑا ہے، اُسے سیدھا کیا، وہ پھر گر پڑا۔ اسی طرح اسے تین مرتبہ

کھڑا کیا مگر وہ منہ کے بل گر پڑا۔ کہنے لگے: آج کوئی بات ہوئی ہے جس کی وجہ سے یہ گر پڑتا

ہے، بڑے مغموم اور طول ہوئے، اسے میں بت کے اندر ہاتھ لے بلند آواز سے کہا: ان

تَزَدَىٰ لِمَوْلُودٍ أَكْثَرُ بَنُوهُ  
يَجْنِعُ لِحَاجِ الْأَرْضِ بِالْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ  
فَقُوتَ لَهُ الْأَوْتَاقَانِ ظُلُمًا وَ أَرَعَدَتْ  
قُلُوبَ مُلُوكِ الْأَرْضِ بِجِيْعَتَا قَيْنِ الرُّعْبِ

ترجمہ: بت اس مبارک مولود کی وجہ سے گر جاتا ہے جس کے نور سے مشرق و مغرب کی تمام

زمین روشن ہو گئی اور تمام بت گر گئے اور رعب کی وجہ سے تمام دنیا کے بادشاہوں کے دل کانپ

اٹھے۔ (سیرت حلبی، صفحہ: 84-85، مدارج، جلد دوم، صفحہ: 25)



## حضور سراپا نور کی میلاد مبارک

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

وَأَنبَأَ بَعْثَةَ رَبِّكَ لَحْدَتُكَ. (سورۃ نعتی)

ترجمہ: اپنے رب کی نعت کا خوب چرچا کرو۔

حضرات! قدیم زمانے سے دنیائے اسلام میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب منائی جاتی ہے۔ بارہویں ربیع الاول کا مقدس دن اہل ایمان کے واسطے مسرت و خوشی کے اعتبار سے بمنزلہ عید کے ہے، مگر ہر زمانے میں کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کو حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم نہیں بھاتی، وہ صرف اس میلاد پاک کو بدعت ہی نہیں کہتے، بلکہ میلاد کرنے والوں کو بدعتی اور گمراہ بھی قرار دیتے ہیں اور سادہ لوح مسلمانوں کو اس کا اخیر میں حصہ لینے سے روکتے ہیں، اسی واسطے حق کے اظہار کے لیے میلاد مبارک پر ایک تقریر پیش ہے:

حضرات! میلاد پاک کا ثبوت قرآن مجید، حدیث پاک اور اقوال سلف سے ہے۔ میلاد پاک میں ہزاروں برکتیں ہیں، اس کو بدعت کہنے والے خود بدعتی اور بے دین ہیں۔

## محفل میلاد کی حقیقت

سب سے پہلے آپ یہ سمجھ لیں کہ حقیقت میلاد کیا ہے؟ میلاد، مولود اور مولد یہ تینوں لفظ متقارب المعنی ہیں۔ میلاد پاک کی حقیقت صرف یہ ہے کہ مسلمان ایک جگہ جمع ہوں اور ایک عالم دین ان کے سامنے حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک، معجزات اور آپ کے اخلاقی حمیدہ وغیرہ بیان کرے اور آخر میں بارگاہ رسالت میں درود و سلام یا ادب کھڑے ہو کر

پیش کریں، اگر توفیق ہو تو شیرینی پر فاختہ دے کر فقرا و مساکین کو کھلا دیں، احباب میں تقسیم کریں، پھر دعا مانگ کر اپنے اپنے گھروں کو واپس آ جائیں۔

یہ تمام چیزیں جو ذکر کی گئیں ہیں قرآن و حدیث اور علمائے امت کے زریں اقوال سے ثابت کی جاتی ہیں، باقی ہدایت کی توفیق دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

## میلاد سنت الہیہ ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد پاک خود اللہ تعالیٰ نے بیان کیا، اس لیے میلاد پاک

بیان کرنا سنت الہیہ ہے۔

ارشاد باری ہے: لَقَدْ جَاءَ كُفْرًا رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ

عَلَيْكُمْ بِالنُّفُوسِ الَّتِي دُفِّقَتْ رَحِيحُهَا. (سورۃ توبہ، آیت: 128)

یعنی بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے اور مسلمانوں پر کرم کرنے والے مہربان ہیں۔

حضرات! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَقَدْ جَاءَ كُفْرًا رَسُولٌ۔

یعنی اے مسلمانو! تمہارے پاس عظمت والے رسول تشریف لائے۔ اس میں ولادت باسعادت کا ذکر ہے۔

پھر فرمایا: مِّنْ أَنفُسِكُمْ وہ رسول تم میں سے ہیں۔ اگر بفتح فاء پڑھا جائے تو معنی یہ ہوگا:

”تمہاری بہترین جماعت“ میں ہیں۔ اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب پاک بیان ہوا۔

پھر حَرِيصٌ عَلَیْكُمْ بِالنُّفُوسِ الَّتِي دُفِّقَتْ رَحِيحُهَا۔ میں آپ کی نعت شریف کا بیان فرمایا۔

میلاد مبارک مروجہ میں یہی تین امور بیان ہوتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ میلاد شریف بیان کرنا سنت الہیہ ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ لَئِنْ أَذْبَعَتْ فِتْنَتُهُمْ رَسُولًا. (سورۃ آل عمران، آیت: 164)

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا کہ ان میں اپنا رسول بھیج دیا۔

دیکھئے! یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا ذکر ہے اور یہی میلاد مبارک ہے۔



## سید عالم، اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں

خاتم الانبیاء حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ وحدہ لا شریک کی ایک عظیم نعمت ہیں۔ یہ ایک بدیہی امر ہے اور کسی دلیل کی طرف محتاج نہیں مگر بد عقیدہ بد سیات کے بھی منکر ہیں، اس لیے ان کے رفع شکوک کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نعمت الہی ہونا حدیث صحیح بخاری سے پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عقل و فہم سلیم عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: اَلَّذِيْنَ يَتَذَلَّلُوْا نِعْمَةً مِّنْ اللّٰهِ كُفْرًا قَالُوْا هُمْ وَلِلّٰهِ كُفْرًا فَرِيْشٌ قَالَتْ عَمْرُوْ وَهَمْ فَرِيْشٌ وَتَحْتَدُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَةً لِّلّٰهِ۔ (صحیح بخاری، جلد دوم، صفحہ: 566)

ترجمہ: وہ اللہ اور لوگ جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل دیا، وہ کفار قریش ہیں۔ عمرو (ابن دینار) کہتے ہیں کہ بدلنے والے قریش ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی نعمت ہیں۔

حضرات! اس آیت اور اس کی تفسیر سے ثابت ہوا کہ آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں اور اس نعمت کی بے قدری کرنے والے کفار قریش ہیں۔ اب بھی جو بد قسمت اس کی ناقدری کرتا ہے تو وہ ان ہی کفار کے ساتھ ہوگا۔ (احیاء بائد)

جب سید عالم نعمت الہی ہیں تو پھر نعمت الہی کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے، یہ فیصلہ خود اللہ تعالیٰ کا کام ہی کرے گا۔ ارشاد فرما گیا ہے: وَاقْبَلْ نِعْمَةَ رَبِّكَ فَحَنِّفْ۔ (سورہ نمل)

یعنی اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

(سورہ آل عمران، آیت: 7)

وَادْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ۔

یعنی یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے۔

دیکھئے! اللہ تعالیٰ حضور کے ذکر کرنے اور چرچا کرنے کا حکم فرماتا ہے اور میلاد مبارک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہی ہوتا ہے جو مامور بہ ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بدعت و ناجائز کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ بھی بدعت کرنے کا حکم دے سکتا ہے؟ گویا میلاد کو بدعت کہنے والے قرآن عظیم کے حقائق سمجھنے سے کوسوں دور ہیں۔

## میلاد و بیان کرنا سنت مصطفیٰ ہے

حضرات! منکر اور بد عقیدہ خواہ میلاد مبارک کے بارے میں بھد ہیں اور اپنی جہالت کا ثبوت پیش کرتے ہیں، حالانکہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی میلاد و خود اپنی مبارک زبان سے بیان کیا۔ سنو اور اپنے قلوب کو حسن عقیدت سے منور کرو، بد عقیدہ تو ہمیشہ اس نعمت سے محروم ہی رہیں گے۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ کسی بد عقیدے نے آپ کے نسب کے بارے میں طعن کیا ہے:

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُهَاجِرِ فَقَالَ مَنْ اَكَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَنَا مَحْتَدٌ بَيْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَبَيْنَ عَبْدِ الْمَطْلَبِ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرَقَتَيْنِ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ قَبِيْلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بَنُوْا... فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَنِيًّا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ: 513)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا کہ میں کون ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا: آپ اللہ کے رسول ہیں، فرمایا: میں عبد المطلب کے بیٹے عبد اللہ کا بیٹا ہوں، اللہ نے مخلوق پیدا کیا ان میں سب سے بہتر مجھے بنایا، پھر سب مخلوق کے دو گروہ کیے ان میں مجھے بہتر بنایا، پھر ان کے گھرانے بنائے، مجھے ان میں بہتر بنایا تو میں ان سب میں اپنی ذات کے اعتبار اور گھرانے کے اعتبار سے بہتر ہوں۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود محفل میلاد منعقد فرمائی ہے جس میں اپنا حسب و نسب بیان فرمایا ہے، نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ محفل میلاد کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس محفل میں ان لوگوں کا تذکرہ کیا جائے جو آپ کی بدگوئی کرتے ہیں۔

حضرات! اب منکرین سے پوچھو کہ بتاؤ میلاد بیان کرنا حرام و بدعت ہے یا سنت نبوی ہے؟ اللہ تم کو فہم و دانش ہی نہیں بلکہ ہدایت و سعادت عطا فرمائے ورنہ شیطان کچھ کم عالم تھا مگر رائدۂ بارگاہ الہی ہوا۔



## میلا دمبارک پر منکرین کا اعتراض

منکرین میلا دیا پاک کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ میلا دیا پاک میں دن مقرر کیا جاتا ہے اور دن کا تعین شریعت میں زیادتی ہے، اس لیے میلا دیا جائز ہے، ان کا یہ سوال گیارہویں، سچا سا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک دن کا تعین واجب و ضروری نہیں، بلکہ ہم اہل سنت رات و دن ہر ہفتہ اور ہر مہینے میلا کر نابا عث نجات و سعادت سمجھتے ہیں۔

اولاً اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک دن کا تعین واجب و ضروری نہیں، بلکہ ہم اہل سنت رات و دن ہر ہفتہ اور ہر مہینے میلا کر نابا عث نجات و سعادت سمجھتے ہیں۔  
ثانیاً یہ کہ اس زمانے کے منکرین میلا، سیرت نبوی کے جلسے کرتے ہیں جن میں دن مقرر کیا جاتا ہے اور تاریخ مقرر ہوتی ہے، مولوی مقرر کیے جاتے ہیں، وقت مقررہ پر لوگوں کو بڑے زور دے کر بلایا جاتا ہے، پس اگر اتنے تعینات کے باوجود جلسہ سیرت نبوی جائز ہو جاتا ہے۔ (کیوں کہ وہ خود کرتے ہیں اور ملا کے گھر ہر شے حلال ہوتی ہے، حرام صرف دوسروں کے لیے ہوتی ہے) اور جلسہ میلا نبوی حرام و بدعت ہو جاتا ہے۔

ہم ان سے پوچھتے ہیں، مابہ الامتیاز پیش کرو کہ اس سے سیرت کے جلسے جائز رہیں اور میلا کے جلسے اور محفلیں حرام ہو گئیں، ذرا منہ کھولو اور جواب دو! مگر حقیقت یہ ہے کہ جو چیز ان کے عقیدے میں بھی حرام ہے، وہ ان کے لیے حلال ہے اور جو چیز فی نفسہ حلال ہے وہ ہم اہل سنت پر حرام ہے۔ کسی نے خوب ہی کہا ہے کہ اللہ جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے۔

ثالثاً یہ کہنا کہ دن مقرر کرنا یا کسی دن کی یادگار منانا حرام و بدعت ہے، یہ منکرین کی اپنی خود ساختہ شریعت ہے۔ قرآن پاک اور حدیث مبارک میں اس کی تصریح موجود ہے مگر اندھوں کو کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ ان کی بد بختی ہے، اس میں ہمارا کیا قصور ہے وہ اپنی بد قسمتی پر روئیں۔  
گوش ہوش سے سنو! قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ

(سورہ ابراہیم، آیت: 5)

یعنی اے موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ان کو اللہ کے دن یاد دلائیں۔

تشریح: سب عام و خاص جانتے ہیں کہ ہر دن اور ہر رات اللہ تعالیٰ کی ہے، پھر ان

ایام سے کیا مراد ہے؟ پتہ چلا کہ اللہ کے دنوں سے مراد اللہ کے وہ مخصوص دن ہیں جن میں اس کی نعمتیں اس کے بندوں پر نازل ہوئیں۔ چنانچہ اس آیت کریمہ میں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہوا ہے کہ آپ اپنی قوم کو وہ دن یاد دلائیں، جن دنوں میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر من و سلویٰ نازل فرمایا۔

عقل مندو! اگر من و سلویٰ کے نزول کا دن بنی اسرائیل کو منانے کا حکم ہوتا ہے تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت جو تمام نعمتوں سے افضل و اعلیٰ ہے بلکہ نظر غائر سے دیکھا جائے تو باقی نعمتیں اسی نعمت عظمیٰ کے واسطے نازل ہوئی ہیں، تو یوم ولادت باسعادت منانا اور خوشی میں جلوس نکالنا اور جلسے منعقد کرنا اور مساکین کے لیے کھانا تقسیم کرنا کیوں بدعت و حرام ہے؟

## حدیث پاک سے تعین یوم پر دلیل

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَالِمًا هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي تَصُومُونَهُ فَقَالُوا يَوْمَ غُطِّيَتْ أُنْجَى اللَّهِ فِيهِ مُوسَى وَقَوْمُهُ وَغَرِقَ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ فَصَامَ مُوسَى شُكْرًا فَتَخَنَّنَ نَصُومُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَخَنَّنَ أَخِي وَأَوْفَى بِمُوسَى مِنْكُمْ فَصَامَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، صفحہ: 180)

ترجمہ: جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے، تو دیکھا کہ یہود یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں، آپ نے پوچھا اس دن روزہ کیوں رکھتے ہو؟ یہودیوں نے کہا: یہ ایک بڑا دن ہے جس میں اللہ نے موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا، تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (اس) شکرے میں روزہ رکھا اور ہم بھی اس دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تمہاری یہ نسبت ہم موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے زیادہ قریب ہیں تو آپ نے خود روزہ رکھا اور (دوسروں کو بھی) روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

حضرات! اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دشمن سے



نجات جیسی نعمت ملی اور ان کا دشمن ہلاک ہو گیا تو بطور شکر یہ اس دن کی یادگار منانے کے لیے ہمیشہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے اور خود سر دار و دعا عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھ کر اور حکم دے کر واضح فرما دیا کہ نعمت نازل ہونے کے دن عبادت کرنا اور اس کی یادگار منانا سنت انبیاء علیہم السلام کے لیے ہم اہل سنت ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو جس میں ولادت باسعادت کی عظیم نعمت نازل ہوئی اور جو سب نعمتوں سے عظیم ترین ہے، جسے منعقد کر کے، جلوس نکال کر، خوشی کا اظہار کر کے سنت انبیاء پر عمل کرتے ہیں اور منکرین اس روز شیطان کی طرح جلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں یہ اپنی اپنی قسمت ہے کہ کوئی سنت انبیاء پر عمل کرتا ہے اور کوئی طریقہ شیطان پر عمل کرتا ہے۔

ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَزِيدِ بْنِ أَبِي سَرْجٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (مُسْلِم، مشکوٰۃ، ص: 179)  
ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میں اسی دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر قرآن اترا۔

دیکھو بھائی! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پیر کے روز دو نعمتیں ملی تھیں تو آپ نے پیر کے دن کو روزہ رکھنے کے لیے معین فرمایا، اب اگر منکرین تعین یوم کو بدعت و حرام کہتے ہیں تو ان سے پوچھا جائے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر کے دن کو روزے کے لیے معین اور مخصوص فرمایا ہے۔ اب تمہارا کیا ثبوت ہے؟

اس لیے ایسے من گھڑت فتوے سے باز آؤ، ورنہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا شدید ہے۔

## منکرین خود حرام کے مرتکب ہیں

منکرین دن مقرر کرنے کو حرام بتاتے ہیں، لیکن یوم آزادی کے ہر سال جلسوں میں شریک ہو کر خود ہی حرام کا ارتکاب کرتے ہیں، یہ ہے ان کی دیانت۔

## جو از میلاد پر علما اور اولیا کی شہادتیں

حضرات ایوں تو میلاد مبارک کے استقباب و استحسان پر بہت سے علمائے سلف کے اقوال موجود ہیں مگر خوف طوالت صرف چند کے اقوال یہاں بیان کیے جاتے ہیں جو مشکوک کے

ازالے کے لیے کافی ہیں اور منکرین کے لیے تو سارا دفتر بھی بیکار ہے:

## 1- امام نووی کے استاد کا قول

وَمِنْ أَحْسَنِ مَا ابْتَدَعَ فِي زَمَانِنَا مَا يُفْعَلُ كُلُّ عَامٍ فِي الْيَوْمِ الْمُوَافِقِ لِيَوْمِ مَوْلِدِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الصَّدَقَاتِ وَالنَّعْمَاتِ وَالْإِطْعَامِ وَالزَّيْتِ فَإِنَّ ذَلِكَ مَعَ مَا فِيهِ مِنَ الْإِحْسَانِ لِلْفُقَرَاءِ مُفْعِلٌ مَحَبَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَعْظِيمِهِ فِي قَلْبِ قَاعِلِ ذَلِكَ وَشُكْرِهِ عَلَى مَا مَنَنْ بِهِ مِنَ الْإِحْسَادِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي أَرْسَلَهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (سیرت حلبی، صفحہ: 100، سیرت نبوی، صفحہ: 45)

ترجمہ: ہمارے زمانے کی اچھی ایجادوں میں وہ افعال ہیں جو مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دن کیے جاتے ہیں، یعنی صدقات، خیرات اور زینت و سرور کا اظہار۔ کیوں کہ اس میں فقرا کے ساتھ احسان کرنے کے علاوہ اس بات کا شعار ہے کہ میلاد کرنے والے کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے جو اس نے رحمۃ للعالمین کو پیدا فرما کر ہم پر احسان فرمایا ہے۔

## 2- ابن جرزی کا فرمان

فَإِذَا كَانَ هَذَا أَبَوَاهُ الْكَافِرُ الَّذِي تَوَلَّى الْقُرْآنَ بِدَعْوِهِ جُورِي بِفَرْجِهِ لَيْلَةَ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا خَالَ الْمُسْلِمِ الْمُوْجِدُ مِنَ أَقْبِيهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُ بِمَوْلِدِهِ وَيَسْتَدِلُّ إِلَيْهِ قُدْرَتُهُ فِي حُبِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغَيْرِ إِتْمَانٍ يَكُونُ جَزَاءً مِنْ اللَّهِ الْكَرِيمِ أَنْ يُدْخِلَهُ بِفَضْلِهِ الْعِيشَةَ جَنَّتِ النَّوْصَةُ.

(انوار محمدیہ من مواہب لدنیہ، صفحہ: 28)

ترجمہ: جب ابولہب کافر کو جس کی خدمت میں قرآن نازل ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں نیک جزا مل گئی (عذاب میں تخفیف) تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے موجد مسلمان کا کیا حال ہوگا جو حضور کی ولادت کی خوشی منانا ہو اور حضور کی



محبت میں حسب قدرت خرچ کرتا ہو۔ مجھے اپنی جان کی قسم اللہ کریم سے اس کی جزا یہ ہے کہ اس کو اپنے فضل عظیم سے جنت نعیم میں داخل فرمائے گا۔

### 3- امام سخاوی کا قول

لَمْ يَفْعَلْهُ أَحَدٌ مِنْ السَّلَفِ فِي الْقُرُونِ الثَّلَاثَةِ وَانَّمَا حَدَّثَ بَعْدَ ثُمَّ لَا زَالَ أَهْلُ الْإِسْلَامِ مِنْ سَائِرِ الْأَقْطَارِ وَالْمُدُنِ الْكِبَارِ يَعْمَلُونَ التَّوَلَّى وَيَتَصَدَّقُونَ فِي لَيَالِيهِ بِالنَّوَاجِ الصَّدَقَاتِ وَيَعْتَنُونَ بِقِرَاءَةِ مَوْلِيَةِ الْكَرِيمِ وَيُظَهِّرُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ بَرَكَاتِهِ كُلِّ فَضْلٍ عَزِيمٍ۔ (سیرت طبری، صفحہ: 100 و سیرت نبوی، صفحہ: 45)

ترجمہ: تینوں زمانوں میں اسلاف نے میلاد (مروجہ) نہیں کیا اس کے بعد شروع ہوا، ہمیشہ مسلمان ہر طرف اور بڑے شہروں میں میلاد کرتے ہیں اور ان راتوں میں ہر قسم کا صدقہ کرتے ہیں اور میلاد پاک کا اہتمام کرتے ہیں۔ میلاد پاک کی برکت سے ان پر ہر قسم کا فضل و رحمت نازل ہوتی ہے۔

**حافظہ:** امام سخاوی کے کلام سے ثابت ہوا کہ میلاد پاک مسلمان کرتے ہیں، یہ ہر ملک اور ہر شہر میں کی جاتی ہے اور میلاد کرنے والوں پر فضل الہی نازل ہوتا ہے۔

### 4- یوسف بن اسماعیل مہبانی کا قول

علامہ یوسف بن مہبانی فرماتے ہیں:

لَا زَالَ أَهْلُ الْإِسْلَامِ يَحْتَفِلُونَ بِشَهْرِ مَوْلِيَةِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالسَّلَامُ وَيَعْمَلُونَ التَّوَلَّى وَيَتَصَدَّقُونَ فِي لَيَالِيهِ بِالنَّوَاجِ الصَّدَقَاتِ وَيُظَهِّرُونَ الشُّرُوزَ وَيُزِيدُونَ فِي الْمَنَازِلِ وَيَعْتَنُونَ بِقِرَاءَةِ مَوْلِيَةِ الْكَرِيمِ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ: 29)

ترجمہ: مسلمان ہمیشہ ولادت پاک کے مہینے میں محفل میلاد منعقد اور دعوتیں کرتے آئے ہیں اور اس ماہ کی راتوں میں ہر قسم کا صدقہ اور خوشی مناتے آئے ہیں، نیز نیکی کی کثرت اور میلاد پاک منانے کا بہت زیادہ اہتمام کرتے آئے ہیں۔

### 5- امام ابن جوزی کا قول

مِنْ خَوَاجِهِ أَنَّهُ أَمَانٌ فِي ذَلِكَ الْعَامِ وَيُشْرَى عَاجِلَةً بِنَيْلِ الْبَغْيَةِ وَالْمَنَامِ وَأَوَّلُ مَنْ أَخَذَهُ مِنَ الْمُلُوكِ الْمَلِكُ الْمُظَفَّرُ أَبُو سَعِيدٍ صَاحِبُ أَرْبَلٍ وَالْفَتْحُ لَهُ الْحَافِظُ ابْنُ وَحْيَةَ تَالِيهَا سَفَاهُ التَّنَوُّيُّ فِي مَوْلِدِ الْبَشِيرِ الْقَدِيرِ فَأَجَازَهُ الْمَلِكُ الْمُظَفَّرُ بِأَلْفِ دِينَارٍ وَصَنَعَ الْمَلِكُ الْمُظَفَّرُ التَّوَلَّى وَكَانَ يَعْمَلُهُ فِي رَبِيعِ الْأَوَّلِ وَيَحْتَفِلُ بِهِ احْتِفَالًا ضَائِلًا وَكَانَ شَهْمًا عَاجِلًا عَاقِلًا عَالِمًا عَادِلًا وَطَالَتْ مُدَّتُهُ فِي الْمَلِكِ إِلَى أَنْ مَاتَ وَهُوَ مُحَاجِدُ الْفَرَنْجِ بِحَدِيثَةِ عَاكِسَةَ ثَلَاثِينَ وَبِسِتَّةِ مِائَةٍ عَشْرًا ذَا السَّنَةِ وَالسَّنَةِ لِيَزِيدَ۔ (سیرت نبوی، صفحہ: 45)

ترجمہ: میلاد پاک کی ایک تاثیر یہ ہے کہ سال بھر امن رہے گا اور مرادیں پوری ہونے کی خوشخبری ہے۔ بادشاہوں میں سے جس نے پہلے میلاد پاک کو ایجاد کیا وہ مظفر ابوسعید شاہ اربل تھا، اس کے لیے حافظ ابن وحیہ نے ایک کتاب لکھی جس کا نام التَّنَوُّيُّ فِي مَوْلِدِ الْبَشِيرِ النَّدِيرِ رکھا، اس کے عوض بادشاہ نے اس کو ہزار دینار نذر رکھے۔ بادشاہ مظفر نے میلاد کیا اور وہ ربیع الاول شریف میں میلاد کیا کرتا تھا اور اس میں عظیم الشان محفل منعقد کرتا تھا۔ وہ ایک ذکی، بہادر، ولیہ، متقدم، عالم اور عادل تھا۔ اس کا زمانہ حکومت طویل رہا، یہاں تک انگریزوں کا محاصرہ کرتے ہوئے عاکسہ شہر میں 630 ہجری میں انتقال کر گیا۔ وہ اخلاق مند اور عادت کا اچھا تھا۔

**حافظہ:** اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شاہ اربل ملک مظفر ابوسعید عالم عادل ہونے کے علاوہ مجاہد بھی تھا اور جہاد فی سبیل اللہ میں اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی، اس لیے جن لوگوں نے انھیں برے کلمات سے یاد کیا، وہ صحیح نہیں ہے۔

### 6- ابن جوزی کے پوتے کا قول

قَالَ سَبِيْتُ ابْنَ الْجَوَازِي فِي مِرْآةِ الزَّمَانِ حَتَّى لَمْ يَبْغُضْ مِنْ حَضَرِ سَيَاطِ الْمُظَفَّرِ فِي بَغْضِ التَّوَلَّى قَدْ كَرَّ أَنَّهُ عَنَّا فِيهِ ثَمَنَةُ آلَافٍ رَأْسِ غَنَمٍ وَعَشْرَةُ آلَافٍ دُجَاجَةٍ وَمِائَةُ۔



أَلْفَ زَبَدِيَّةٍ وَثَلَاثِينَ أَلْفَ حَبْنٍ حُلْوِيٍّ وَكَانَ يَحْضُرُ عِنْدَهُ فِي الْمَوْلِدِ أَغْيَانُ الْعُلَمَاءِ وَالصُّوفِيَّةِ فَيَتَلَعَّعُ عَلَيْهِمْ وَيَطْلُقُ لَهُمُ التَّبْعُورَ وَكَانَ يَضْرِبُ عَلَى الْمَوْلِدِ ثَلَاثَ مِائَةِ أَلْفٍ وَيُنَاقِرُ.

(سیرت نبوی، صفحہ: 45)

ترجمہ: حضرت امین جوزی کے پوتے بیان کرتے ہیں کہ مجھے لوگوں نے بتایا جو ملک مظفر کے دسترخوان پر میلاد پاک کے موقع پر حاضر ہوئے کہ اس کے دسترخوان پر پانچ ہزار بکر بکریاں کے بچے ہوئے سر، دس ہزار مرغ، ایک لاکھ کھن کی پیالی اور تیس ہزار حلوے کے طباق تھے۔ میلاد پاک میں اس کے یہاں مشاہیر علما اور صوفی حضرات موجود تھے۔ ان سب کو خلعتیں عطا کرتا، خوشبودار چیزیں سلگا دیتا تھا اور میلاد مبارک پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔

**فائدہ:** عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ میلاد مبارک میں فقط عوام ہی حاضر نہیں ہوتے تھے بلکہ مشاہیر علما اور اولیا بھی شرکت کرتے تھے۔

## 7- سید احمد زینی شافعی کا قول

عَمَلُ الْمَوْلِدِ وَالْإِحْتِجَاغُ الثَّانِي لَهُ كَذَلِكَ مُسْتَحْسَنٌ. (سیرت نبوی، صفحہ: 45)

ترجمہ: میلاد پاک کرنا اور لوگوں کا اس میں جمع ہونا بہت اچھا ہے۔

## 8- سید احمد زینی شافعی کا دوسرا قول

الْمَوَالِدُ وَالْأَذْكَارُ الَّتِي تَفْعَلُ عِنْدَهَا أَكْثَرُهَا مُسْتَحِيلٌ عَلَى خَلْقٍ كَصَدَقَةٍ وَذِكْرِ صَلَوةٍ وَسَلَامٍ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَذْهَبِهِ. (فتاویٰ حدیثیہ، ص: 129)

ترجمہ: محافل میلاد اور اذکار جو ہمارے یہاں کیے جاتے ہیں ان میں سے اکثر مصلاتی پر مشتمل ہیں، جیسے صدقہ، ذکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام اور آپ کی مدح۔

## 9- شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا فرمان

اور میں جاسند است اہل موالید را کہ در شب میلاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرور کائنات

و بذل اموال نمایند یعنی ابولہب کافر بود و قرآن ہمدست دے نازل شدہ چون بسر در بمیلاد اس حضرت و بذل شیر جاری دے بجهت آنحضرت جزا دادہ شد تا حال مسلمان کہ مملو است بحب و سرور و بذل مال در دے چہ باشد۔

ترجمہ: بمیلاد پاک کرنے والوں کے لیے اس میں سند ہے جو میلاد کی رات جشن مناتے ہیں اور مال خرچ کرتے ہیں، یعنی ابولہب کافر تھا اور قرآن پاک اس کی خدمت میں نازل ہوا، جب اسے میلاد کی خوشی منانے اور اپنی لونڈی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کی اجازت دینے کے صلے میں یہ جزا دی گئی تو اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو محبت اور خوشی سے بھر پور ہے اور میلاد پاک میں مال خرچ کرتا ہے۔

## 10- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا قول

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فیض الحرمین میں لکھا ہے کہ میں اس مجلس میں حاضر ہوا جو مکہ معظمہ میں مکان مولد پاک میں تھی۔ بارہویں ربیع الاول کو اور ذکر ولادت پاک اور خوارق عادت، وقت ولادت کا پڑھا جاتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ یکبارگی کچھ انوار اس مجلس سے ظاہر ہوئے، میں نے ان انوار میں تامل کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ انوار تھے ان ملائکہ کے جو ایسی محافل مبارکہ میں حاضر ہوا کرتے ہیں۔ (تواریخ حبیب الہ، صفحہ: 8)

**فائدہ:** شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں ایک مشہور و مقبول محدث تھے، تمام دیوبندیوں کی سندیں آپ تک پہنچتی ہیں۔ اب بتاؤ شاہ ولی اللہ بدعتی ہیں (معاذ اللہ) یا تم خود بدعتی ہو؟ یہ فیصلہ کر لو اور جواب دو۔ نیز معلوم ہوا کہ میلاد پاک کی محفل پر، انوار رحمت برستے ہیں مگر مکررین ان انوار سے محروم ہیں اور بدعت بدعت کہہ کر عین بدعت ہو گئے ہیں۔

## 11- مولوی محمد عنایت احمد کا قول

حرمین شریف اور اکثر بلاد اسلام میں عادت ہے کہ ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد پاک کرتے ہیں، مسلمانوں کو جمع کر کے ذکر مولود پاک کرتے ہیں، بکثرت درود پڑھتے ہیں اور بطور



دعوت کھانا یا شیرینی تقسیم کرتے ہیں، اس لیے یہ امر موجب برکات عظیمہ ہے، نیز زیادہ تر مسلمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا سبب ہے۔ بارہویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں محفل تبرک مسجد شریف میں ہوتی ہے اور مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ولادت میں۔ (تواریخ حبیب اللہ، ص ۱۱۱)

**حافظہ:** اس کتاب کا حوالہ بالخصوص اس لیے دیا گیا کہ منکرین اس کتاب کو معتبر نہیں سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مولوی اشرف علی نے اپنی کتاب 'نشر الطیب' میں اس کو معتبر کتاب مانا ہے۔ اب معلوم نہیں کہ منکرین نے ضد اور عناد میں آکر غیر معتبر سمجھ لیا ہو۔ دیکھو مصنف اس کی 'مولود شریف' مگر تم مولود کو بدعت سمجھتے ہو۔ وہ لکھتے ہیں: 'یہ امر موجب برکات عظیمہ ہے اور اس کو موجب ضلالت سمجھتے ہو۔ اللہ کے لیے انصاف سے کام لو اور موجب برکت کو موجب ضلالت کہنے سے پرہیز کرو۔'

## 12- عالم ربانی محمد عبدالحی کا قول

نفس ذکر مولود بدعت و ضلالت نیست بدو وجہ، وجہ اول ذکر آیت از آیات قرآنیہ یا حدیث نبویہ تلاوت کردہ در شرح آں قدر از فضائل و معجزات احمدیہ و از احوال و ولادت و نسب نبوی و خواص وقت ولادت و قبل ازاں ظاہر گرد و امثال آنہاں بیان ساز و کذا حقیقہ ابن حجر ما لکی فی المجلد الکبریٰ علی العالم بمولد سید ولد آدم و غیرہ من العلماء الماہرین و جود ایں حقیقت در زمانہ نبوی و ولادت اصحاب بود، اگرچہ مسی بایں تسمیہ نباشد۔ بر ماہرین فن حدیث مخفی نخواہد بود کہ صحابہ در مجلس و تعلیم علم ذکر فضائل نبویہ و کیفیات ولادت احمدیہ کی کردند و صحاح مرویست کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت را در مسجد خود بر منبر نشاندند و او شان مدح نبویہ و اظہار کردہ بودند، خواہد و آں حضرت او شان را دعائے خیر دادند فرمودند **اللَّهُمَّ أَنْتَ الْبَرُّ وَ أَنْتَ الْغَدِيرُ** در ناظر دیوان حکایت مخفی نخواہد ماند کہ در قصائد شان معجزات نبویہ و کیفیات ولادت و ذکر نسب شریف و غیرہ موجود است پس خواندن انہی شعرا بر سر مجلس عین ذکر مولود است۔ (فتاویٰ، صفحہ: 10-11)

ترجمہ: میلادہ بدعت و ضلالت نہیں اس کی دو وجہیں ہیں: اول یہ کہ میلاد کا مطلب یہ کہ

مقرر کوئی قرآن کی آیت یا حضور کی حدیث پڑھے اور اس کی تفسیر میں حضور کے فضائل، معجزات ولادت، نسب کے احوال اور ولادت کے وقت خوارق عادت جو آپ سے ظاہر ہوئے بیان کرے، جیسا کہ اس کی تحقیق ابن حجر ما لکی نے النعمۃ الکبریٰ علی العالمہ عمو لہ سید ولد آدمہ میں کی ہے، ان کے علاوہ علمائے ماہرین نے کی ہے۔ یہ حقیقت یعنی میلاد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانے میں موجود تھی، اگرچہ یہ نام نہ تھا۔ فن حدیث کے ماہرین پر یہ پوشیدہ نہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مجالس وعظ اور تعلیم و تعلم میں فضائل اور حالات ولادت احمدیہ کا ذکر کرتے تھے۔ صحاح میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی مسجد میں منبر پر بٹھاتے اور وہ حضور کے صفات کو ظہر اور اشعار میں پڑھ کر سنا تے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں دعائے خیر کرتے اور فرماتے: یا اللہ ارواح قدس سے ان کی تائید فرما۔ دیوان حسان کے ناظرین پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ان کے قصائد میں معجزات اور ولادت پاک کے حالات اور نسب پاک کا ذکر موجود تھا۔ پس اس قسم کے اشعار کا پڑھنا کسی محفل و مجلس میں عین میلاد ہے۔

بعض منکرین یہ بھی کہتے ہیں کہ لوگوں کو اکٹھا کر کے میلاد پاک پڑھنا جائز نہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب ان کی تردید میں لکھتے ہیں:

و دیگر اختلاف ایں امر شود کہ اگرچہ وجود نفس ذکر مولود و فضائل و غیرہ ثابت شدہ مگر ذکر مولود جمع کردن مردم و طلب کردن احباب از خانہ ثبوت نرسید۔ دفع آں بایں طرح کردہ شود کہ جمع کردن مردم و طلب او شان برائے نشر علم در حدیث ثابت است۔ (مجموع فتاویٰ، صفحہ: 11)

یعنی اگر یہ شہ دول میں پیدا ہو کہ اگرچہ نفس ذکر ولادت اور فضائل و غیرہ ثابت ہیں مگر لوگوں کو جمع کر کے اور دوستوں کو گھروں سے بلا کر میلاد کرنا ثابت نہیں، تو اس کو اس طرح رد کیا جائے گا کہ علم کے پھیلانے کے لیے لوگوں کو جمع کرنا اور بلانا حدیث پاک سے ثابت ہے۔

**حافظہ:** مولانا نے پھر ایک حدیث بیان کی جس سے ثابت ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلا کر اپنی میلاد بیان فرمایا ہے۔

و جہ دوم اینکه سلمان کہ وجود ذکر مولود در زمانے از ائمہ علائہ نبودہ است، پس میگویم کہ



در شرع ایں قاعدہ ثابت شدہ کُلُّ فَرْذٍ قَبْلَ اَوَّلِهِ الْعِلْمُ فَهُوَ مَسْنُونٌ و ذکر مولد فریست  
از افراد شرعاً نتیجہ برآمد ذکر المولد مندوب۔ (مجموعہ فتاویٰ، صفحہ: 11، 12)

ترجمہ: دوسری وجہ (میلاد کے لیے) یہ ہے کہ اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ میلاد کا ذکر زمانہ غلامی  
میں نہ تھا تو ہم کہتے ہیں کہ شرع میں یہ قاعدہ ثابت ہے کہ علم کی اشاعت کا ہر طریقہ مندوب ہوتا  
ہے اور میلاد پاک کا ذکر بھی نشر علم کا ایک طریقہ ہے، تو نتیجہ یہ نکلا کہ میلاد کرنا مندوب ہے۔  
میلاد پاک کرنے کے قائل کون حضرات ہیں؟ مولانا حافظ عبدالحی لکھتے ہیں:

برہمیں مسلک فقہائے تبحرین و اہل افتائے مستطین مثل ابوشامہ و حافظ ابن حجر دمشقی  
و امثال آنہارفتہ اند و حکم بہ ندب ذکر مولد دادہ اند۔ (مجموعہ فتاویٰ، صفحہ: 12)

ترجمہ: اسی مسلک پر بہت بڑے فقیہ اور مفتیان کرام، مثلاً ابوشامہ، حافظ ابن حجر دمشقی  
رحمۃ اللہ علیہم اور ان جیسے علما ہیں جنہوں نے میلاد پاک کرنے کو مستحب بتایا ہے۔

**فائدہ:** اب ہم میلاد پاک کے منکرین سے پوچھتے ہیں کہ تم بتاؤ کہ کیا اتنے بڑے جید اور  
تبحر علمائے اسلام میں سے بھی کوئی تمہارے ساتھ ہے۔

الحمد للہ! اہل سنت کا ہاتھ ایسے اہل اللہ اور تبحرین علمائے اسلام کے پاک دامنوں کے  
ساتھ وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ منکرین کو بھی ہدایت فرمائے کہ ایسی ہستیوں کے دامن کو قہام لیں۔

حضرات! اب یہ بھی مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے حق سن لو کہ منکرین کے ساتھ  
کتنے لوگ ہیں اور کیسے ہیں؟

مخلص مقام اینکہ ذکر مولد فی نفسہ امریست مندوب خواہ بسبب وجود او و غیر لازمہ یا  
بسبب اندراجش زیر سند شرعی و کسے نہ بش را منکر نشدہ مگر یک طائفہ قلیلہ کہ رب النوع آن  
طائفہ تاج الدین فاکہانی ماکی است۔ و اور اطاعتی نیست کہ بمقابلہ علمائے مستطین کہ فتویٰ  
بہ ندب ذکر مولد داخل کند پس قولش دریں باب معتبر نیست۔ (مجموعہ فتاویٰ، صفحہ: 13)

یعنی خلاصہ اس مقام کا یہ ہے کہ ذکر مولد فی نفسہ ایک امر مندوب و مستحب ہے، خواہ اس  
لیے کہ قرونِ ثلاثہ میں اس کا وجود تھا یا اس لیے کہ یہ قاعدہ شرعی کے تحت داخل ہے۔ کسی نے اس

(میلاد) کے ندب کا انکار نہیں کیا مگر ایک چھوٹے سے فرقے نے جن کا بڑا تاج الدین فاکہانی  
ماکی ہے اور یہ اس قدر علمی قدرت نہیں رکھتا ہے کہ ان علمائے مستطین کا مقابلہ کر سکے جنہوں نے  
ذکر مولد کے ندب کا فتویٰ دیا ہے، اس لیے اس کا قول اس باب میں غیر معتبر ہے۔

**فائدہ:** مولانا عبدالحی کی مندرجہ بالا عبارت سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ منکرین میلاد  
کی جماعت بالکل معمولی ہے۔ وہ بھی علم و عمل میں ایسے ہیں جو اہل حق علمائے کرام کا مقابلہ ہرگز  
نہیں کر سکتے اور ان کا قول غیر معتبر ہے۔

### 13- شاہ محمد امداد اللہ مہاجر کی کا قول

حضرات! اب میں دیوبندیوں کے پیر و مرشد جن کو صرف عالم ہی نہیں بلکہ عالم گیر کہتے  
ہیں، ان کے اقوال زریں پیش کرتا ہوں:

1- مولد پاک تمامی اہل حریم کرتے ہیں، اس قدر ہمارے واسطے محبت کافی ہے۔  
(شائم امدادیہ، صفحہ: 87)

2- ہمارے علما اس زمانے میں جو کچھ قلم میں آتا ہے بے محابا فتویٰ دے دیتے ہیں۔  
علمائے ظاہر کے لیے علم باطن بہت ضروری ہے، بغیر اس کے کچھ کام درست نہیں ہوتا، فرمایا:  
ہمارے علما مولد پاک میں بہت تنازع کرتے ہیں، تاہم علما جواز کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب  
جواز کی صورت موجود ہے تو پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں۔ ہمارے واسطے اتباعِ حریم کافی  
ہے۔

3- فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد  
کرتا ہوں۔ (فیصلہ مفت مسئلہ، صفحہ: 5)

### منکرین کو نصیحت

اب میں، منکرین کی خدمت میں آخری نصیحت یہی کرتا ہوں کہ اہل حق کے ساتھ عرفا اور  
علمائے تبحرین ہیں، اس لیے میلاد پاک کرنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ، ورنہ کم از کم ان سے اس



مسئلے میں الجھو نہیں۔ میری بات نہ مانو! اپنے بزرگوں کے پیرومرشد کی بات ہی مان لو۔

## منکرین کا لفظ عید پر اُبال

جس وقت اہل حق میلاد پاک کے ساتھ لفظ 'عید' بڑھاتے ہیں تو منکرین بڑے غیظ و غضب میں آجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو شریعت پر کتنی زیادتی ہے کہ شریعت نے فخر و عیدیں بتائی ہیں، انھوں نے تیسری عید بڑھا دی۔ منکرین ذرا اس آیت پر غور کریں تو ان کا پارہ غضب ٹھنڈا ہو سکا ہے۔ اللہ ارشاد فرماتا ہے:

اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً بِكَ وَآيَةً قُلُوبِنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَاقِعِينَ (سورہ مائدہ، آیت: 114)

ترجمہ: یا اللہ! اے رب ہمارے! ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو ہمارے اگھوں پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

حضرات! غور کا مقام ہے کہ بنی اسرائیل پر آسمان سے جس دن خوان اترے تو وہ دن ان کے اگلے پچھلوں کے لیے عید بن جائے، جس میں وہ خوشی کا اظہار کریں اور جس روز سید عالم فخر رسل احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں، تو وہ دن عید نہ ہو، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ عیدوں کی جان ہے جس پر سب عیدیں قربان ہیں۔

## ایک مغالطہ

منکرین کا یہ کہنا کہ روز ولادت کو عید ماننا شریعت پر زیادتی ہے، کیوں کہ شارع نے صرف دو عیدیں مقرر فرمائی ہیں، ان کا یہ کہنا بھی ایک مغالطہ ہے۔ شارع نے یوم جمعہ کو بھی عید فرمایا ہے: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْمَعَةٍ مِنَ الْجَنَّةِ يَأْتِي مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ هَذَا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللَّهُ عِيدًا فَأَغْتَسِلُوا وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَيْبٌ فَلَا يَخْشَرُهُ أَنْ يَمَسَّ مِنْهُ وَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَالِكِ (سنن ابن ماجہ، عن ابن عباس مصنف)

ترجمہ: سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعوں میں ایک جمعہ کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانوں کے گروہ! بے شک یہ وہ دن ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے عید بنایا ہے (سرور و خوشی کا دن) پس نہاؤ اور جس شخص کے پاس خوشبو ہو، اس کو یہ بات نقصان نہیں دیتی کہ خوشبو ملے اور مسواک کو تو لازم پکڑو۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَرَأَ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَالْيَوْمَ دِينُكُمْ فَقَالَ: لَوْ تَزَلْتُ هَذِهِ الْآيَةَ عَلَيْنَا لَمْ نَخْذَنْهَا عِيدًا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَأَيُّهَا تَوَلَّكَ فِي يَوْمٍ عِيدَيْنِ فِي يَوْمٍ الْجُمُعَةِ وَيَوْمٍ عَرَفَةَ. (ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ: 121)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ پڑھی۔ آپ کے پاس ایک یہودی موجود تھا اس نے کہا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بناتے، اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت جس روز اتری اس دن دو عیدیں جمع ہیں ایک جمعہ کا دن اور ایک عرفہ کا دن۔

**فائدہ:** حضرات! آپ نے دیکھا کہ اس حدیث میں دو اور عیدیں ثابت ہو گئیں۔ ایک جمعہ کا دن اور ایک عرفہ کا دن۔ معلوم ہوا کہ منکرین کا یہ کہنا کہ عیدین سے زائد کوئی عید نہیں ہے یہ محض عوام کو دھوکہ دینا ہے۔

## میلاد کا دن اکابر علما کے یہاں عید ہے

منکرین عید میلاد کے لفظ 'عید' پر خواہ مخواہ شور مچاتے ہیں، حالانکہ اکابر علما صرف میلاد پاک کے دن کو نہیں بلکہ سارے ربیع الاول کے دنوں اور راتوں کو عید سمجھتے ہیں۔

علامہ یوسف بن اسحاق بن مہمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فَرَحِمَ اللَّهُ رَأْفَةً أَتَخَذُ لَيْلِي شَهْرًا مَوْلِدِهِ الْهَبَارُ كَمَا أَعْيَاذُ (انوار محمدیہ، صفحہ: 29) ترجمہ: اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس شخص پر جس نے آپ کے میلاد مبارک کے مہینے کی راتوں کو عید بنایا۔

**فائدہ:** ثابت ہوا کہ عید میلاد النبی کوئی نئی اصطلاح نہیں بلکہ اکابر علما نے امت کی اس پر



تصریح موجود ہے۔

## یوم ولادت کی خوشی منانے کی برکت

نیک بخت ہے وہ مسلمان جو یوم ولادت باسعادت کی خوشی منائے، اظہار سرور کرے، خوشی میں صدق و خیرات کرے، عبادت الہی میں مصروف رہے، جلے منعقد کرے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک اور معجزات و کمالات بیان کرے، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اللہ ایسے مسلمان کو دنیا میں امن و امان عنایت فرمائے گا اور کل قیامت کے روز تاج و تہنہ سے آرا فرمائے گا، کیوں کہ ابولہب کافر نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی آزاد کی، تو اس کی وجہ سے اس کے عذاب میں تخفیف ہو گئی۔

بخاری شریف میں ہے: ثَوْبِيَّةُ مَوْلَاةٌ لِّأَبِي لَهَبٍ كَانَ أَبُو لَهَبٍ أَحْتَقَقَهَا فَأَرْطَقَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ زَاغَتْ بَعْضُ أَهْلِيهِ بِمَنْزِلِ صَبِيَّةٍ قَالَتْ لَهُ لَقِيتُ قَالَتْ أَبُو لَهَبٍ لَمْ أَلْقَ بَعْدَ كُمْ خَيْرًا إِلَّا سَقِيتُ فِي هَذِهِ بَعْثًا قَبِي ثَوْبِيَّةً.

ترجمہ: ثوبیہ ابولہب کی لونڈی تھی، ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا۔ جب ابولہب مر گیا تو اس کے گھر والوں میں سے کسی نے اس کو خواہش میں بری حالت میں دیکھا۔ پوچھا: کیا حال ہے؟ ابولہب نے کہا: تمہارے بعد مجھے کوئی بھلا نہیں ملی، مگر ثوبیہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے اس انگلی سے سیراب کیا جاتا ہے (یعنی ہر جگہ عذاب میں تخفیف ہوتی ہے) اور جس انگلی سے اشارہ کر کے ثوبیہ کو آزاد کیا تھا اس سے تھوڑا پانی چوس لیتا ہوں۔

یہ صدقہ اس خوشی کا ہے جو ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر منائی تھی۔ جب کا ذکر خوشی منانے کا صلہ مل گیا تو مسلمان کو بھی اللہ اس خوشی کے صلے میں جنت نعیم ضرور عطا فرمائے گا۔

## قیام کرنا

عرف عام میں قیام کے معنی کھڑے ہو کر سلام بھیجنا ہے۔ اس سلام میں پیارے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے جو بندہ مومن کا شعار ہے۔ اس کے ثبوت کے لیے چند اکابر علما کے قول پیش کیے جاتے ہیں:

## 1- مفتی مکہ سید احمد زینی شافعی کا قول

بَرَزَتِ الْعَادَةُ أَنَّ النَّاسَ إِذَا مَعُوا إِذْ كُرِّ وَضَعَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُونَ تَعْظِيمًا لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَذَا الْقِيَامُ مُسْتَحْسَنٌ لِمَا فِيهِ مِنَ تَعْظِيمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ فَعَلَ ذَلِكَ نَبِيُّ قَوْمِ عُلَاءِ الْأُمَّةِ الَّذِينَ يُقْتَدَى بِهِمْ (سیرت نبوی، صفحہ: 44)

ترجمہ: لوگوں کی یہ عادت ہے کہ جب ولادت پاک کا ذکر سنتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے قیام کرتے ہیں، یہ قیام مستحسن ہے کیوں کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور یہ قیام بہت سے علمائے امت نے کیا جو مقتدا اور پیشوائے گئے ہیں۔

## 2- علامہ علی بن برہان الدین حلی شافعی کا قول

قَدْ وَجَدَ الْقِيَامَ عِنْدَ ذِكْرِ اسْمِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَالِمِ الْأُمَّةِ وَمُقْتَدَى الْأُمَّةِ دِينًا وَوَرَعًا لِإِمَامِهِ تَقِي الدِّينِ الشُّبَّانِي وَتَابِعَهُ عَلَى ذَلِكَ مَشْلُوحُ الْإِسْلَامِ فِي عَصْرِ ٥.

(سیرت حلی، صفحہ: 100)

ترجمہ: بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام مبارک کے ذکر کے وقت ایسے عالم امت اور پیشوائے امت سے قیام ثابت ہے جو دین اور پرہیزگاری میں مشہور ہیں۔ جن کا نام امام تقی الدین سبکی ہے، اس قیام میں بڑے بڑے مشائخ اسلام نے ان کے زمانے میں اتباع کی ہے۔

فائدہ: جب بڑے بڑے علمائے دین اور مشائخ اسلام سے قیام کا ثبوت ہے تو ہم منکروں کا قول کیوں مانیں؟ بلکہ ہم تو مشائخ اسلام کے فعل پر عمل کر کے اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔

## 3- امام سبکی کا قیام

اب ہم اپنے امام اور پیشوائے دین تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام بیان کرتے ہیں کہ



آپ نے کس محبت و تعظیم سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام و مدح سن کر قیام کیا تھا:

عَلَى تَعْظِيمِهِ أَنَّ الْإِمَامَ الشُّبَّانِي اجْتَمَعَ عِنْدَهُ جَمْعٌ كَثِيرٌ مِنْ عُلَمَاءِ غَنَهِ وَفَاتَهُمْ  
مُنْذِرًا قَوْلَ الشَّيْخِ فِي مَدْحِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلِيلٌ لِمَدْحِ الْمُصْطَفَى الْخَطِّ بِالْأَحْمَدِ  
عَلَى وَرَقٍ مِنْ خَطِّ أَحْسَنَ مِنْ كِتَابِ أَنْ تَلْفُضَ الْأَخْرَافَ عِنْدَ تَحَابِهِ قِيَامًا صَفْوًا أَوْ حَقًّا  
عَلَى الرُّكْبِ فَعِنْدَ ذَلِكَ قَامَ الْإِمَامُ الشُّبَّانِي رَحِمَهُ اللَّهُ وَجَمِيعٌ مِنْ فِي الْمَجْلِسِ فَحَصَلَ أُنْشَاءُ كَثِيرٌ  
بِذَلِكَ الْمَجْلِسِ وَيَكْفِي مِثْلَ ذَلِكَ فِي الْإِقْدَامِ (سیرت طبری و سیرت نبوی، صفحہ: 45)

ترجمہ: بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کے  
زمانے میں ایک بڑی جماعت علما کی حاضر تھی کہ ایک نعت خوان نے ابوذر کا یا عینی مصرعی کے  
اشعار جو سرکارِ دو عالم کی مدح شریف میں تھے پڑھے "مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کے لیے  
اتجھے کا تب کے خط سے سنہری خط چاندی پر لکھوا یا جائے تو بھی کم ہے۔" شریف انسان ان کا ذکر  
سننے ہی کھڑے ہو جائیں، حالت قیام میں صف بستہ یا گھٹنوں کے بل۔

یہ سننے ہی امام سبکی علیہ الرحمہ کھڑے ہو گئے اور سب مجلس والوں نے بھی قیام کیا اور مجلس  
میں ایک وجد طاری ہو گیا، ایسے امام اور علما کا قیام کرنا ہمارے لیے کافی ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک کے وقت قیام کرنا  
شریفوں کا کام ہے، مگر مکرین کو شرافت سے کیا تعلق؟

#### 4- عبد الرحمن صفوری شافعی کا قول

الْقِيَامُ عِنْدَ وَلَا دَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا إِنكَارَ فِيهِ قِيَامُهُ مِنَ الْبِدْعِ  
الْمُسْتَحْسَنَةِ وَقَدْ أَفْنَى جَمَاعَةٌ بِاسْتِخْبَابِهِ عِنْدَ ذِكْرِ وَلَا دَيْهِ وَذَلِكَ مِنَ الْإِكْرَامِ  
وَالْتَعْظِيمِ لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكْرَامُهُ وَتَعْظِيمُهُ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ وَلَا شَكَّ  
أَنَّ الْقِيَامَ لَهُ عِنْدَ الْوَلَادَةِ مِنَ التَّعْظِيمِ وَالْإِكْرَامِ قَالَ مُؤَلَّفُهُ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَالَّذِي  
أَرْسَلَهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ لَوْ لَاسْتَطَعْتُ الْقِيَامَ عَلَى رَأْسِي لَفَعَلْتُ أَبْتِغِي بِذَلِكَ الرُّؤْيَى  
عِنْدَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (نزہۃ المجالس، صفحہ: 83، حصہ دوم)

ترجمہ: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنے میں کوئی انکار  
نہیں، کیوں کہ یہ سنت حسنہ ہے اور بے شک علما کی ایک جماعت نے آپ کی ولادت پاک کے  
ذکر کے وقت استجاب قیام کا فتویٰ دیا ہے، اس لیے کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرام  
و تعظیم ہے اور آپ کا اکرام و تعظیم ہر مومن پر واجب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وقت ذکر  
ولادت قیام میں حضور کی تعظیم و اکرام ہے۔ خود مؤلف عبد الرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں  
کہ اس ذات کی قسم! جس نے اپنے حبیب کو دونوں جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اگر  
میں سر کے بل کھڑا ہو سکتا تو بھی قیام کرتا، محض بارگاہ الہی میں قرب حاصل کرنے کے لیے۔

#### حرف آخر

الحمد للہ! ہم نے چند اکابر علما کے اقوال پیش کیے ہیں، جن سے قیام کا ثبوت ہوتا ہے اور  
عقل کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے، مگر مگر، معاند اور ضدی کے لیے دفتر بھی بیکار ہے۔ اب  
آخر میں دیوبندی کے پیشوا حضرت امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا جاتا ہے۔ مگر قبول  
اقدار ہے نصیب۔

فقیر کا شرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر منعقد کرتا  
ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ، صفحہ: 5)



## رضاعت کا حال اور خوارق کا بیان

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

الَّذِي يُؤْتِيكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ - (سورہ نحل)

ترجمہ کیا اس نے تجھے یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔

### دونوں جہاں کے سردار ایک یتیم ہیں

سبحان اللہ! اللہ کا محبوب باوجود یتیم ہونے کے، رب نے اس یتیم کو دونوں جہانوں کا  
ہی نہیں، بلکہ امام الانبیاء، خاتم الانبیاء اور نبی الانبیاء بنایا۔ یتیم ایسے کہ ابھی والدہ ماجدہ کا  
میں تھے، صرف دو ماہ کا حمل تھا کہ آپ کے والد ماجد نے مدینہ منورہ میں وفات پائی، یہ کلمہ  
چھوڑا اور نہ ہی کوئی جگہ چھوڑی۔ آپ کی خدمت کے کفیل آپ کے دادا حضرت عبداللہ  
ہوئے۔ جب آپ کی عمر شریف چار یا چھ سال کی ہوئی، تو والدہ صاحبہ نے بھی وفات پائی،  
آپ کی عمر شریف آٹھ سال کی ہوئی تو آپ کے دادا عبدالطلب بھی وفات پا گئے۔ پھر آپ  
حقیقی چچا ابوطالب آپ کی خدمت میں سرگرم رہے، یہاں تک کہ آپ کو اللہ نے اعلان نبوت  
فرمایا۔

اسی بارے میں فرمایا جا رہا ہے: اَلَّذِي يُؤْتِيكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ - (سورہ نحل)

### رؤسائے قریش کا دستور

مکہ معظمہ میں بالعموم اور رؤسائے قریش میں بالخصوص یہ دستور تھا کہ جب ان کے یہاں

پیدا ہوتا تھا تو وہ اس پاس کے دیہات میں دائیوں کے پاس بھیج دیتے تھے۔ وہ ان کو دودھ پلاتیں،  
پھر دودھ چھڑانے کے بعد ان بچوں کو اپنے والدین کے پاس چھوڑ جاتی تھیں۔ والدین ان دائیوں  
کو نقد و جنس کے تخائف پیش کرتے تھے۔ اس کی وجہ ایک یہ تھی کہ گاؤں کا پانی عمدہ اور آب و ہوا  
خوشگوار ہوتی ہے، جو بچوں کی تربیت کے لیے نہایت مناسب ہوتی ہے۔ دوسرے گاؤں کی زبان  
شہری بہ نسبت اصلی اور فصیح و بلیغ ہوتی ہے، اس میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا ہے، اس لیے اپنے دودھ  
پیتے بچوں کو بھیج دیتے تھے تاکہ ان کی زبان فصیح و بلیغ ہو۔ (معارج ص: 59، رکن: 2)

### آپ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ کا بخت

آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات روز اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنها کا دودھ پیا۔ چند روز ثویبہ نے آپ کو دودھ پلایا، پھر یہ سعادت حضرت حلیمہ کو نصیب ہوئی، جو  
بنی سعد بن بکر قبیلہ سے تھی۔ اس کی تفصیل وہ ہے جو ابن اسحاق اور ابن راہویہ، ابویعلیٰ، طبرانی،  
بیہقی اور ابونعیم نے روایت کی ہے۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں بنی سعد بن بکر کی  
خواتین کے ہمراہ بچوں کی تلاش میں مکہ معظمہ آئی۔ وہ سال اتنا قحط باران کا تھا کہ بارش کا ایک قطرہ  
بھی زمین پر نہیں پڑا تھا۔ میری ایک گدھی تھی جو کمزوری کی وجہ سے چل بھی نہیں سکتی تھی اور ایک  
اونٹنی تھی جس کے نیچے ایک قطرہ دودھ بھی نہیں تھا۔ میرے ساتھ اپنا بچہ اور خاوند بھی تھا، میں اس  
قدر غریب و تنگ دست تھی کہ رات کو نیند نہ دن کو چین۔ میری قوم کی خواتین مکہ معظمہ پہنچیں اور  
بچے دودھ پلانے کے لیے پکڑ لیے۔ صرف ایک بچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم باقی رہ گئے،  
کیوں کہ آپ یتیم تھے، اس لیے کسی دایہ نے آپ کی طرف توجہ نہ کی (ہجرت و انعام طے کا  
امکان نہیں تھا)۔ چون کہ مجھ سے پہلے سب بچے دائیوں نے لے لیے تھے، اس لیے مجھے حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی بچہ نہ مل سکا۔ میں نے اپنے خاوند سے کہا: مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ بغیر  
بچے کے واپس چلی جاؤں، اس لیے میں اس یتیم کو ہی لے لیتی ہوں۔ جب میں آپ کے پاس گئی  
تو دیکھا کہ آپ کے نیچے ہز حریز بچھا ہوا ہے اور سفید صوف کے کپڑے میں لپیٹے ہوئے گردن  
کے بل سوتے ہوئے اور خراٹے مار رہے ہیں اور آپ سے کستوری کی مشک آ رہی ہے۔ میں آپ کا



حسن و جمال دیکھ کر آپ پر فریفت ہو گئی اور اپنا ہاتھ آپ کے سینہ مبارک پر رکھا۔ آپ نے آنکھ مبارک کھول کر میری طرف دیکھا اور قسم فرمایا (گویا آپ نے معلوم کر لیا کہ رضاعی ماں ہے)۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی مبارک آنکھ سے ایک نور نکلا، جس کی شعاع آسمان تک پہنچ گئی۔ میں نے آپ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور اپنی گود میں بٹھایا، تاکہ آپ کو دودھ پلاؤں۔ وہاں پستان آپ کے منہ میں دیا، آپ نے دودھ پیا۔ جب بائیاں پستان پیش کیا تو آپ نے دودھ نہ پیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے بچپن میں ہی آپ کو علم عطا فرمادیا کہ میرا ایک رضاعی بھائی ہے، اس لیے آپ نے عدالت اور انصاف کا پہلو اختیار فرمایا اور جب تک دودھ پیتے رہے بالضرور ایک پستان اپنے رضاعی بھائی کے لیے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ یہ ہے انصاف اور یہ ہے عدالت محمدی۔ حضرت حلیہ فرماتی ہیں کہ میں آپ کو اٹھا کر منزل میں لے گئی اور اپنے خاوند کو دکھایا، وہ بھی آپ کے جمال مبارک پر ایسے فریفت ہوئے کہ سجدے میں گر گئے۔ جب اپنی انوثی کے پاس گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے پستان دودھ بھرے ہوئے ہیں۔ حالاں کہ اس سے پہلے دودھ کا ایک قطرہ بھی پستانوں میں نہیں ہوتا تھا۔ میں نے دودھ دیا اور اتنا دودھ نکلا کہ میں اور میرے خاوند نے سیر ہو کر بیا اور آرام کی غینہ سو کر حالاں کہ اس سے پہلے بھوک اور پریشانی کی وجہ سے غینہ نہیں آتی تھی۔ میرے خاوند نے کہا: تجھے مبارک ہو کہ تو ایسا مبارک بچہ اپنے گھر لے آئی ہے، جس سے کثیر خیر و برکت حاصل ہوگی اور مجھے امید ہے کہ ہمیشہ خیر و برکت میں زیادتی ہوتی رہے گی۔ حلیہ فرماتی ہیں: ہم چند دن بعد معظمہ میں ٹھہرے، ایک رات میں نے دیکھا کہ حضور کے ارد گرد نور روشن ہے اور ایک مرد بزرگ پہنے ہوئے آپ کے سر ہانے کھڑا ہے۔ میں نے خاوند کو جگا کر کہا: انھو یہ (نظارہ) دیکھو۔ خاوند کہا: اے حلیہ! خاموش ہو جاؤ اور اس راز کو پوشیدہ رکھ، کیوں کہ جس دن یہ (مبارک) بچہ پیدا ہے، اس دن سے علمائے یہود کا کھانا پینا ناگوار ہو گیا ہے اور وہ بے چین ہو گئے ہیں۔ پھر ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سے رخصت لی۔ میں اپنے دراز گوش پر سوار ہوا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آگے بٹھایا، تو میری سواری بڑی چست و چالاک ہو گئی اور

بلند کر کے چلے گئی۔ جب کعبہ شریف کے پاس پہنچی تو اس نے تین سجدے کیے پھر اپنا سراٹھا کر آسمان کی طرف کیا اور روانہ ہو گئی اور اتنی تیز چلی کہ قوم کی سواریوں سے آگے بڑھ گئی۔ میرے ساتھی یہ دیکھ کر متعجب ہوئے۔ کچھ خواتین نے جو میرے ہمراہ تھیں، کہنے لگیں: اے حلیہ! کیا یہی سواری ہے جو آتے وقت چل بھی نہیں سکتی تھی اب اتنی تیز ہو گئی ہے؟ میں نے کہا: واللہ! یہ وہی دراز گوش ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے اس بچے کی برکت سے اسے چست و چالاک کر دیا ہے۔ کہنے لگیں: واللہ! اس بچے کی بہت بڑی شان ہے۔ حلیہ فرماتی ہیں کہ میں نے سنا کہ میری سواری کہہ رہی تھی۔ واللہ! اس بچے کی واقعی بڑی شان ہے، میں مردہ تھی، اس نے مجھے زندہ کر دیا، کمزور تھی، قوی کر دیا۔ اے زمانہ! بنی سعد! تم کو معلوم نہیں کہ میری پشت پر کون سوار ہے۔ میری پشت پر وہ ہستی سوار ہے جو سید المرسلین، خیر الاولین والآخرین اور حبیب رب العالمین ہے۔ حضرت حلیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ راستے میں دائیں بائیں سے یہ آواز آتی تھی، جس کو میں سنتی تھی۔ اے حلیہ! تو غنی ہو گئی، بنی سعد کی خواتین سے بزرگ بن گئی۔ پھر بکریوں کے ریوڑوں سے گزرتی تو تمام بھیڑیں بکریاں میرے پاس آ کر کہتیں: اے حلیہ! کیا تجھے علم ہے کہ تیرا رضاعی (دودھ پینے والے بچے) کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے جو آسمان وزمین کے پروردگار کا رسول ہے اور تمام بنی آدم سے بہتر ہے۔ جس منزل پر اترتی، وہ سبز ہزار نظر آتی، حالاں کہ قحط سالی کا زمانہ تھا۔

جب ہم اپنی اپنی منزلوں میں پہنچے تو زمین بالکل خشک اور دیران تھی (اس کے باوجود) جب میری بکریاں چراگاہ سے چر کر شام کو واپس آئیں تو سیر ہو کر آئیں۔ ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہوتے۔ ہم دودھ دوتے اور سیر ہو کر پیتے (قوم کی بکریاں قحط کی وجہ سے بھوکی آئیں) وہ اپنے چراہوں کو کہتے تھے کہ تم بھی بکریوں کو وہاں چراؤ جہاں حلیہ کی بکریاں چرتی ہیں، مگر انھیں معلوم نہیں تھا کہ اس برکت کی وجہ کیا ہے، یہ تمام برکتیں تو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہیں۔ انھیں جب قوم کے چراہوں نے بکریوں کو ہمارے چراہوں کے ساتھ چرانا شروع کیا تو ان کی بکریوں اور مالوں میں بھی خیر و برکت آ گئی۔

جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قبیلہ میں تشریف رکھتے رہے، بڑی خیرات و برکات ہمارے شامل حال رہیں۔ جب آپ بولنے لگے تو سب سے پہلے آپ نے زبان مبارک سے یہ



کلمات فرمائے: اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَنُحَمِّدُكَ وَنُثَنِّدُكَ وَنُجَدِّدُكَ وَنُحْيِيكَ  
ایک رات میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَذُوقُوا تَأَمُّبَ الْمُتَعَمِّقُونَ وَالْعَمَلُ  
لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ۔ جب آپ گود میں ہوتے تو چاند سے باتیں کرتے اور اپنی انگلی سے  
اس کی طرف اشارہ کرتے، جس طرف اشارہ کرتے چاند ادھر ہی جھک جاتا۔ حضرت عباس رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: رَأَيْتُكَ فِي الْمَهْدِ تُعَاقِبُ الْقَمَرَ وَتُشِيرُ إِلَيْهِ بِأَصْبُعِكَ فَيَسْتَجِيبُ  
أَفْتَرْتُ إِلَيْهِ مَالٌ قَالَ إِنِّي كُنْتُ أُحَدِّثُهُ وَنَحْنُ نُسَمِّيهِ عَيْنَ الْبُكَاءِ وَنَسْتَعِجُّ وَجَبَّتْهُ جِلْدَتُهُ  
يَسْجُدُ تَحْتِ الْعُوضِ۔ آپ کا جھولا فرشتے جھلایا کرتے تھے۔ آپ نے بھی کبھی اپنے کپڑوں  
میں بول و براز نہیں کیا، بلکہ آپ کا ایک وقت معین ہوتا جس میں پیشاب وغیرہ کرتے تھے۔  
جب میں آپ کا منہ مبارک دودھ وغیرہ سے صاف کرنے کا ارادہ کرتی تو غیب سے فرشتے آکر  
مجھ سے پہلے آپ کا منہ صاف کر دیتے۔ جب کبھی آپ کا سر کھل جاتا تو آپ حرکت کرتے اور  
رونا شروع کر دیتے، میں کپڑا اٹھیک کر دیتی۔ اگر مجھ سے کچھ دیر ہو جاتی تو غیب سے آپ کا سر  
ڈھانک دیا جاتا۔ جب چلنے پھرنے لگتے تو دوسرے بچوں کے ساتھ نہیں کھیلتے تھے بلکہ ان کو بھی  
کھیل کود سے منع کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ ہم کو کھیل کود کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ آپ ایک  
دن میں اتنا بڑھتے جتنا دوسرا بچہ ایک ماہ میں بڑھا کرتا ہے۔ ہر روز آفتاب کی مثل ایک نور اترتا  
جو آپ کو ڈھانک دیتا پھر وہ نور غائب ہو جاتا۔ آپ نے نہ کبھی بد خلقی کی اور نہ ہی روئے۔ جب  
کسی چیز کو پکڑتے تو بسم اللہ پڑھتے۔ میں آپ کی ہر وقت حفاظت کرتی رہتی تاکہ ایسا نہ ہو کہ میں  
کسی کام میں لگ جاؤں اور آپ کہیں دور نکل جائیں۔ (اور کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے) ایک دن  
میں کسی کام میں لگ گئی کہ آپ اپنی رضائی بہن شیماء کے ہمراہ باہر چلے گئے۔ دن گرم تھا، میں آپ  
کی تلاش میں باہر آئی، آپ شیماء کے ساتھ تھے۔ میں نے شیماء کو کہا: اتنی گرمی میں آپ کو باہر کیوں  
لے آئی؟ شیماء نے کہا: ان کو گرمی سے کیا تعلق؟ کیوں کہ ان کے اوپر بادل سایہ کرتا ہے۔

(مدارج، جلد دوم، صفحہ: 26، 27)

☆☆☆

دسواں وعظ

## بچپن میں شق صدر کا واقعہ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:

اللَّهُ نَفَخَ فِيكَ صَدْرَكَ، (سورہ نضر)

ایک روز آپ نے اپنی رضائی ماں حضرت حلیمہ سے کہا کہ مجھے بھی اجازت دو تاکہ میں بھی  
اپنے بھائیوں کے ہمراہ چراگاہ کا سیر کر دوں اور بکریاں چراؤں۔ حضرت حلیمہ نے آپ کو اجازت  
دے کر آپ کے بالوں میں کنگھی کی، آنکھوں میں سرمہ ڈالا اور غبی پوشاک پہنائی۔ یعنی منکوں کا  
ایک گلوبند گلے میں ڈالا تاکہ نظر نہ لگ جائے۔ آپ نے وہ گلوبند گردن سے اتار کر پھینک دیا اور  
فرمایا: میرا محافظ و نگہبان میرا پروردگار ہے۔ اپنے رضائی بھائیوں کے ہمراہ تشریف لے گئے  
اور بکریوں کے چرانے میں مشغول ہو گئے۔ جب دوپہر ہوئی تو غمرہ پسر حلیمہ دوڑتا، روتا ہوا آیا  
اور اطلاع دی کہ میرے بھائی قریشی کو دوسروں نے لٹا دیا ہے اور آپ کا شکم چاک کر دیا ہے۔  
اب مجھے معلوم نہیں کہ آپ کا کیا حال ہے۔ یہ سن کر حلیمہ اور ان کے شوہر عالم پریشانی میں دوڑ کر  
آپ کے پاس پہنچے۔ دیکھا کہ آپ پہاڑ پر تشریف فرما ہیں اور آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔  
آپ نے ہم کو دیکھ کر تبسم فرمایا۔ ہم نے آپ کے سر و چشم کو بوسہ دے کر پوچھا: جاں مافدائے  
تو باں، واقعہ کیا ہے؟ آپ نے اپنا سارا حال کہہ سنایا۔ یہ قصہ کتب احادیث میں معمولی اختلاف  
کے ساتھ مذکور ہے۔

ابو یعلیٰ اور ابو نعیم و ابن عساکر حضرت شہاد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں بنی لیث بن بکر کے یہاں دودھ پیتا تھا  
اور اپنے رضائی بھائیوں کے ہمراہ ایک وادی میں تھا کہ اچانک مجھے تین شخص نظر آئے۔ ان کے



ہاتھ میں ایک سونے کا طشت تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک ہاتھ میں چاندی کا گولہ دوسرے ہاتھ میں بزرگوار کا محال برف سے بھرا ہوا تھا۔ ایک نے مجھے پکڑ کر نرمی سے زمین پر لٹا دیا۔ پھر اس نے میرے سینے کو ناف تک چاک کر کے اس سے ایک سیاہ لوتھڑا نکال کر پھینک دیا اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے۔ پھر دل کو اس چیز سے پر کیا جو اس کے ہاتھ میں تھی۔ پھر ایک نورانی مہر پکڑی جس کے نور سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ میرے دل پر مہر لگائی جس سے میرا دل نور سے بھر ہو گیا، وہ نور نبوت اور حکمت تھی۔ پھر دل کو اپنے مقام میں رکھ دیا۔ میں اس صحری خشکی اور خوشی ایک مدت تک محسوس کرتا رہا۔ ایک شخص نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا جس سے میرا شکاف بھر گیا اور درست ہو گیا، پھر مجھے بڑی نرمی سے اٹھا کر اپنے اپنے سینوں سے لگایا۔ میرے سر کو اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا: اے دوست خدا! ڈرنا نہیں۔ پھر مجھے اس جگہ چھوڑ کر آسمان کی طرف پرواز کر گئے۔

آپ کا شوق صدر کئی مرتبہ ہوا۔ ایک اس وقت جب کہ آپ حلیمہ کے پاس تھے، پھر دس برس کی عمر میں، پھر ابتدائے وحی میں اور پھر شب معراج میں۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ شوق صدر کے بعد میرے شوہر اور دیگر لوگوں نے کہا کہ اس بچے کو اپنی والدہ اور دادا کے پاس آسب کے چبھنے سے پہلے پہنچا دینا چاہیے۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں آپ کو لے کر مکہ معظمہ روانہ ہو گئی۔ جب حوالی مکہ میں پہنچی تو میں نے آپ کو ایک جگہ بٹھایا اور خود قضائے حاجت کے لیے چلی گئی۔ جب واپس آئی تو آپ وہاں تشریف نہیں رکھتے تھے۔ بڑی تلاش کی، مگر آپ نہ ملے، ناامید ہو کر سر پر ہاتھ رکھ کر واہ محمد واہ! کہنا شروع کیا۔ اسنے میں اچانک دیکھا کہ ایک بوڑھا ہاتھ میں عصا لیے ہوئے میرے پاس آیا اور کہا: اے حلیمہ! تجھے کیا مصیبت پیش آئی ہے؟ اتنا جزع و فزع کیوں کر رہی ہے؟ میں نے کہا: محمد بن عبد اللہ کو ایک عرصہ دودھ پلائی رہی اب ان کو اپنی والدہ کے پاس لا رہی تھی کہ مجھ سے گم ہو گیا ہے۔ بوڑھا کہنے لگا: رو نہیں، غم نہ کر میں تجھے ایسا شخص بتاتا ہوں جو جانتا ہے کہ وہ کہاں ہے؟ اگر تو چاہے تو وہ ان کو تیرے پاس پہنچا دے گا۔ حلیمہ فرماتی ہیں: میں نے کہا: میری جان تجھ پر قربان ہو۔ وہ کون ہے؟ اس نے کہا: وہ جہل جو بڑا بت ہے اور عالی قدر، وہ جانتا ہے کہ تیرا فرزند کہاں ہے؟ میں نے کہا: تجھ پر انصاف

ہوا تو نے نہیں سنا کہ جس رات آپ پیدا ہوئے تھے، جنوں کی کیسی بری حالت ہوئی تھی۔ تمام بت غفلت ہو کر اوندھے منہ گر پڑے تھے (مگر بوڑھے نے میری بات نہ مانی) اور بزرگ جہل بت کے پاس چلا گیا۔ پہلے اس کا طواف کیا پھر میرا قصہ اس کے سامنے پیش کیا۔ (یہ سن کر) جہل منہ کے بل گر پڑا اور تمام بت سرنگوں ہو گئے، ان کے پیٹ سے آواز آئی اسے بوڑھے! ہمارے سامنے سے دور ہو جاؤ اور اس بچے کو مبارک نام ہمارے سامنے نہ لو۔ کیوں کہ تمام بت اور بت پرست ان کے ہاتھ سے ہلاک ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو ضائع نہیں کرے گا، وہ ہر حال میں ان کا نگہبان ہے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں: پھر میں عبد المطلب کے پاس حاضر ہوئی۔ انھوں نے مجھے دیکھ کر فرمایا: اے حلیمہ! تجھ پر کیا مصیبت پڑی ہے کہ پریشان نظر آتی ہے اور محمد (ﷺ) تیرے ساتھ نہیں ہیں؟ میں نے کہا: اے ابا حارث! محمد (ﷺ) میرے ساتھ تھے، جب میں مکہ معظمہ کے قریب پہنچی اور آپ کو ایک جگہ بٹھا کر قضائے حاجت کرنے لگی تو آپ مجھ سے غائب ہو گئے۔ بہت تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ یہ سن کر عبد المطلب نے گودھ صفا پر چڑھ کر بلند آواز سے پکارا: اے آل غالب! یہ سن کر تمام قریش آپ کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے: اے سردار! کیا مصیبت پیش آئی ہے؟ فرمایا: میرا بیٹا محمد (ﷺ) گم ہو گیا ہے، پھر عبد المطلب قریش کے صحراہ سوار ہو کر حضور کی تلاش میں لگ گئے۔ بہت تلاش کی مگر آپ نہ مل سکے۔ پھر عبد المطلب مسجد حرام میں تشریف لائے۔ طواف کر کے دعا مانگی۔ ہاتھ نے غیب سے کہا: اے لوگو! غم نہ کھاؤ، محمد (ﷺ) کا اللہ ان کو ضائع نہ ہونے دے گا۔ عبد المطلب نے فرمایا: اے خدا! کرنے والے! یہ بتا کہ محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ ہاتھ نے کہا: اس وقت آپ وادی تہامہ میں درخت کے نیچے تشریف فرما ہیں۔ عبد المطلب اسی وقت وادی تہامہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں درخت بن نفل ملے، وہ بھی ہمراہ ہو گئے، جب وادی تہامہ میں پہنچے تو دیکھا کہ آپ ایک کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھے پتہ چن رہے ہیں۔ عبد المطلب نے کہا: اے بچے! تم کون ہو؟ فرمایا: میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب (ﷺ) ہوں۔ عبد المطلب نے کہا: روح من فدائے تو باد! میں تیرا دادا عبد المطلب ہوں۔ عبد المطلب آپ کو اپنے آگے بٹھا کر مکہ معظمہ میں لائے۔ اس خوشی میں



بہت ساسونا اور بے شمار اونٹ صدقے میں دیے اور حلیمہ کو بہت انعام دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اسی واقعے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: **وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ** یعنی پیادہ کو بیابان مکہ میں راہ میں بھولا ہوا۔ پس راہ دکھائی اور تمہارے دادا کے پاس پہنچایا۔ بعض مفسرین نے اس آیت کا یہی مطلب بیان کیا اور بعض نے اس آیت کے اور معنی بھی بیان کیے ہیں، جن کو ہم آگے چل کر سورہ النبی کی تفسیر میں بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ (مدارج، جلد دوم، صفحہ: 29، 30)

علامہ ابن حجر نے شرح الہزیہ میں لکھا ہے کہ حضرت حلیمہ اپنے خاوند اور بچوں کے ساتھ دولت اسلام سے مشرف ہوئی۔ ہجرت کی، مدینہ پاک میں وفات فرمائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں، ان کی قبر مشہور ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ (سیرت نبوی، صفحہ: 55)

☆☆☆

گیارہواں وعظ

## ذکر والدہ ماجدہ اور کفالت عبدالمطلب

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:  
الْحَمْدُ لِمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ (سورہ ضحیٰ)  
ترجمہ کیا اس نے تجھے یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔

### والدہ ماجدہ کا انتقال

امام زہری حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چھ برس کو پہنچی تو آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو ام ایمن کے ساتھ آپ کے والد ماجد کے احوال (ماموں) کے پاس جو قبیلہ بنی نجار سے تھے لے گئیں۔ ایک مہینہ وہاں اقامت فرمائی۔ حدیث پاک میں ہے کہ جب آپ مدینہ منورہ میں ہجرت فرما کر تشریف لائے تو آپ ان امور کو یاد فرمایا کرتے جو اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ مدینہ منورہ میں ملاحظہ فرمائے تھے۔ جب اس گھر کو دیکھتے جہاں والدہ ماجدہ کے ہمراہ رہائش فرمائی تھی، فرماتے: یہ وہ گھر ہے جہاں میری والدہ ماجدہ رہی تھیں، نیز یہ بھی فرماتے تھے کہ ان دنوں جب یہودی میرے پاس آتے اور مجھ کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ آمنہ کا فرزند نبی ہوگا اور یہ مدینہ منورہ آپ کی دار ہجرت ہوگی۔

ایک ماہ کے قیام کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو ہمراہ لے کر مکہ معظمہ روانہ ہو گئیں۔ جب مقام ابوا میں پہنچیں تو والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔

(سیرت نبوی، صفحہ: 56، مدارج، جلد دوم، صفحہ: 33)



## عبدالطلب کی کفالت

والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد آپ کے دادا آپ کے کفیل ہوئے۔ آپ کو اپنے تمام بیویوں سے زیادہ پیارا سمجھتے تھے اور آپ کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ آپ کے بغیر ہر گز کھانا نہیں کھاتے تھے اور ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے اور اپنی خاص مسند پر بٹھایا کرتے تھے۔ جب کبھی عبدالطلب کے خواص سے کوئی حضور کو مسند پر بیٹھنے سے روکتا تو عبدالطلب فرماتے: میرے بیٹے کو کچھ نہ کہو، مسند پر بیٹھنے دو، کیوں کہ مجھے امید ہے کہ یہ میرا فرزند شرافت کے اس مرتبے پر پہنچے گا کہ آپ سے پہلے کوئی بھی اس مرتبے کو نہیں پہنچا ہے اور نہ آپ کے بعد کوئی پہنچ سکے گا۔

## بچپن میں حضور کی وجہ سے خیر و برکت

اہل قیافہ (قائف، قدم شناس) حضرت عبدالطلب سے کہتے تھے کہ اس فرزند ارحمہد کی خوب حفاظت رکھنا، کیوں کہ اس کا قدم مبارک ایسا ہے جس طرح مقام ابراہیم میں قدم کا نشان ہے، یعنی اس کا قدم حضرت ابراہیم کے قدم کے مشابہ ہے۔ اسی سال حضرت عبدالطلب سیف بن ذی یزن کو مبارک بادی دینے کے لیے جانب یمن تشریف لے گئے تو اُس نے بھی عبدالطلب کو بشارت دی کہ آپ کی نسل سے آخر الزماں پیغمبر ظاہر ہوگا۔ (مدارج، جلد دوم، صفحہ: 34)

## ابوطالب کی کفالت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف آٹھ برس کی تھی کہ آپ کے دادا عبدالطلب ایک سو دس یا ایک سو چالیس برس کی عمر پا کر وفات پا گئے۔ اب آپ کی کفالت آپ کے چچا ابوطالب نے کی، ابوطالب بھی آپ کے ساتھ دلی محبت کرتے تھے اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز رکھتے۔ اپنے پاس سلاتے اور ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے۔ چوں کہ ابوطالب مال کے اعتبار سے کمزور تھے۔ جس وقت آپ کا اہل و عیال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کھانا کھاتے تو بھوکے رہتے لیکن جب حضور کے ساتھ مل کھاتے تو سیر ہو جاتے۔ ابوطالب کی عادت تھی کہ

جب بال بچوں کو کھانا کھلاتے تو فرماتے: ٹھہرو، تاکہ میرا بیٹا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئیں۔ جب حضور تشریف لاتے اور ان کے ساتھ کھانا کھاتے تو سب سیر ہو کر کھاتے۔ پھر بھی کھانا خالی جاتا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا پیالہ سب سے پہلے پیش کیا جاتا۔ آپ پیالے سے دودھ نوش فرماتے، پھر وہی پیالہ تمام گھروالے پیتے اور اسی ایک پیالے سے سیراب ہو جاتے۔ حالانکہ ایک پیالے سے فقط ایک آدمی سیراب ہو سکتا تھا۔ ایک دفعہ مکہ معظمہ میں خشک سالی ہو گئی، تمام قریش ابوطالب کے پاس آئے اور بارش طلب کی۔ ابوطالب اپنے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر کعبہ معظمہ میں آئے۔ ابوطالب نے حضور کی پشت مبارک کعبہ سے مس کی اور آپ نے اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا، کوئی بادل نہیں تھا۔ اشارہ فرماتے ہی چاروں طرف سے بادل جمع ہوئے اور برسنے لگے۔ اتنی بارش ہوئی کہ وادیاں بھر گئیں، نالے جاری ہو گئے۔ اسی باب میں ابوطالب نے اپنے قصیدے میں یہ شعر کہا ہے:

أَبْتَضُّ لِنَسْتَسْقِي الْغَمَامَ بِوَجْهِهِ  
بِمَالِ الْيَتَامَى عِصْمَةَ لِلْأَزَامِلِ

ترجمہ: وہ (رسول پاک) سفید اور گورے رنگ والا اپنے چہرے کی برکت سے بادل سے پانی مانگتا ہے جو تھیموں کی پناہ ہے اور بیوہ خواتین کی عصمت ہے۔ (سیرت نبوی، صفحہ: 79، 80)

## بحیرہ راہب کی شہادت

ملک شام میں بحیرہ نامی ایک راہب بصرہ شہر کے قریب اپنے گرجے میں رہتا تھا۔ بڑا زاہد، عابد اور تارک الدنیا تھا۔ پیغمبر آخر الزماں کی زیارت کے انتظار میں زندگی گزار رہا تھا۔ جب قریش کا کوئی قافلہ اس جگہ سے گزرتا تو اپنے صومعہ (عبادت خانہ) سے نکل کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتا، جب ان میں حضور کا کوئی نشان نہ پاتا تو اپنے صومعہ کو واپس ہو جاتا۔ ایک دفعہ قریش کا قافلہ وہاں سے گزرا، بحیرہ راہب نے اس کی جانب نظر کی تو کیا دیکھتا ہے کہ بادل کا ایک ٹکڑا اُس قافلے پر سایہ کرتا ہوا اُن کے ساتھ آ رہا ہے۔ جب حضور ابوطالب کے ہمراہ درخت کے نیچے بیٹھے تو بادل اس درخت کے اوپر آ کر کھڑا ہو گیا۔ بحیرہ یہ دیکھ کر متحیر و متعجب ہوا، قافلے کی



خیافت کی اور سب کو اپنے پاس بلایا۔ ابوطالب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وہیں منزل میں چھوڑ کر چلا آئے۔ بحیرہ نے پوچھا: کیا تمہارا کوئی فرد ایسا تو نہیں رہ گیا جو یہاں نہ آیا ہو؟ آخر آپ کو بھی بلایا گیا۔ جب آپ تشریف لائے تو بادل آپ پر سایہ کرتا ہوا ساتھ آیا۔ تیز بحیرہ راہب نے ہر شجر اور حجر سے سنا کہ کہتے تھے: اَللّٰهُمَّ عَلَيْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ آپ کے شانہ مبارک میں مہر نبوت دیکھی، اس کو بوسہ دیا۔ یہ سب باتیں دیکھ کر بحیرہ راہب نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لایا۔ ان دنوں سات آدمی شام کے نصرائیوں سے یہ حال دریافت کر کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اس راستے سے ہوگا۔ آپ کے قتل کے واسطے اس طرف آئے تھے۔ بحیرہ نے ان سے کہا کہ وہ پیغمبر برحق ہیں، تم ان کی اطاعت کرو، کیوں کہ جب اللہ کو منظور ہے کہ ان کو بلند مرتبہ عطا فرمائے، تمہارے ٹالنے سے نہیں ملے گا اور تم انہیں نہیں مار سکتے۔ تب وہ اس ارادے سے باز رہے۔ (مدارج، جلد دوم، صفحہ: 35-36)

بحیرہ نے ابوطالب کو بہت تاکید کی کہ یہ بچہ آخر اڑماں پیغمبر ہوگا اور اس کا دین تمام دینوں کے لیے ناسخ ہوگا۔ شام کی ولایت میں یہود ان کے بہت دشمن ہیں، وہاں ان کو نہ لے جاؤ۔ چنانچہ ابوطالب نے اپنا سامان وہیں بصرہ میں بیچ ڈالا اور مکہ معظمہ کو واپس ہو گئے۔

(مدارج، جلد دوم، صفحہ: 36)

## نبی کریم کا سفر تجارت

مکہ معظمہ میں حضرت خدیجہ بنت خویلد ایک مالدار خاتون تھی۔ لوگوں کو اپنا مال بطور مضاربہ دے کر تجارت کے لیے بیرونی ممالک میں بھیجا کرتی تھیں۔ اس کے لیے ان کو ایک ایسے امانتدار شخص کی ضرورت رہتی تھی جس کو اپنا مال تجارت کے لیے دیں، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ امین مکہ معظمہ میں کوئی بھی نہ تھا۔ تمام کے والے آپ کو قسطنطینوبت "امین" کہتے تھے۔ اس لیے حضرت خدیجہ بنت خویلد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آدمی بھیج کر درخواست کی کہ میرا مال ملک شام میں تجارت کے لیے لے جائیں، نفع ہوگا تو جتنا مال چاہیں لے سکتے ہیں۔ آپ اپنے چچا ابوطالب سے مشورہ کرنے

کے بعد سفر تجارت پر جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنا ایک غلام میسرہ نامی اور اپنا رشتہ دار خزیمہ آپ کے ہمراہ بھیج دیے۔ جب آپ کا قافلہ بصرہ شہر کے قریب لسطورہ راہب کے پاس پہنچا تو آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھے۔ لسطورہ راہب نے دیکھا تو کہا کہ اس درخت کے نیچے فقط پیغمبر ہی بیٹھتا ہے۔ نیز وہ درخت بالکل خشک تھا، کوئی ایک پتہ بھی اس پر نہیں تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی برکت سے سرسبز ہو گیا۔ پتے لگ گئے، پھل لگ گئے اور اس کے ارد گرد کی زمین بھی سرسبز و شاداب ہو گئی۔ لسطورہ راہب سب کچھ دیکھ کر آپ کے پاس آیا، اس کے ہاتھ میں ایک میخہ تھا، اس کو دکھاتا تھا اور کہتا تھا: اس اللہ کی قسم! جس نے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انجیل نازل فرمائی، یہ آخر اڑماں پیغمبر ہیں۔

اللہ! آپ نے اپنا مال تجارت بصرہ میں فروخت کیا، جس سے نفع عظیم حاصل ہوا اور آپ کی برکت سے تمام اہل قافلہ کو بھی نفع ہوا۔ جب واپس مکہ معظمہ تشریف لائے تو دو پہر کا وقت تھا، یعنی گرمی بہت تھی، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خواتین کے ہمراہ اپنے بالا خانے میں تشریف رکھتی تھیں اور وہاں سے اہل قافلہ کو دیکھ رہی تھیں۔ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس شان سے آرہے تھے کہ دوفرشتوں نے (جو پرندوں کی شکل میں تھے) آپ پر سایہ کر رکھا تھا۔ حضرت خدیجہ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں۔ ادھر ان کے غلام میسرہ نے بھی جو کچھ اس سفر میں آپ کے معجزات دیکھے، سب خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تفصیلاً بیان کر دیا۔

## حضرت خدیجہ سے نکاح

جب حضرت خدیجہ نے اپنے غلام میسرہ سے آپ کے معجزات سے تولد و جان سے آپ پر خدا ہو گئیں۔ دل میں خیال آیا کہ آپ سے میرا نکاح ہو جائے۔ (توسب کرامات گھر میں تو آجائیں) حالاں کہ اس سے پیشتر بڑے رؤسائے پیغام نکاح بھیجے تھے، مگر انہوں نے کسی کو قبول نہ کیا۔ حضرت خدیجہ نے خفیہ طور پر آپ کے پاس ایک خاتون اس غرض سے بھیجی کہ آیا آپ نکاح کی خواہش رکھتے ہیں یا نہیں۔ اس خاتون نے آپ کو نکاح کرنے کی ترغیب دی۔ حضور نے فرمایا: میں نکاح کیسے کر سکتا ہوں جب کہ میرے پاس نکاح کا ساز و سامان نہیں ہے؟



اس خاتون نے کہا: اگر کوئی ایسی خاتون مل جائے جو شرافت نسی کے علاوہ پاکیزہ اخلاق اور صاحب حسن و جمال بھی ہو اور نکاح کے جملہ مصارف کی بھی کفیل بن جائے تو؟ آپ نے فرمایا: ایسی خاتون کہاں مل سکتی ہے؟ اس نے کہا: خدیجہ بنت خویلد آپ کو بہت پسند رکھتی ہے، اگر نکاح ہو تو میں اس کو اس بات پر راضی کر سکتی ہوں۔ اس خاتون نے واپس آ کر سارا قصہ حضرت خدیجہ سے کہہ سنایا۔ حضرت خدیجہ نے اپنے چچا عمرو بن اسد کو بلا کر کہا: آپ میرا رشتہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کریں۔ چنانچہ حضرت خدیجہ کے چچا آئے اور ابوطالب کے ساتھ بات چیت کی۔ مقررہ تاریخ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، ابوطالب، بعض چچا، ابوبکر اور کچھ دوسرے رؤسائے مکہ کے ساتھ تشریف لائے۔ حضرت ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا اور بعد از عجب قبول کر کے نکاح ہو گیا۔

(مدارج، جلد دوم، صفحہ: 37-38)

☆☆☆

بارہواں وعظ

## حضور پر نور کا حسن و جمال

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهُ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ۔  
حضرات حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حسن و جمال میں بے مثل ہیں۔ کوئی انسان آپ کا حسن و جمال کیسے بیان کر سکتا ہے۔ علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس بات پر ایمان نہ لایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو اس شان سے پیدا فرمایا کہ کوئی انسان آپ جیسا نہ آپ سے پہلے پیدا ہوا، نہ آپ کے بعد پیدا ہوگا۔ (انوار محمدیہ، صفحہ: 194)  
آپ جیسا کون ہو سکتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهُ نُورٌ۔ تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور مجسم تشریف لایا ہے، اس نور مجسم جیسا اور کوئی ہو سکتا ہے؟ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اَنَا اَمْلُغُ وَ اَخْبِیْ یُوسُفُ اَصْبَحُ۔  
(مدارج النبوۃ، جلد اول، صفحہ: 5، توارخ حبیب اللہ، صفحہ: 157)

یعنی میں ملیح ہوں اور میرے بھائی یوسف خوب گورے تھے۔  
سب جانتے ہیں کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے حسن و جمال میں شہرہ آفاق رکھتے ہیں، مگر حضور فرماتے ہیں کہ میں ان سے زیادہ ملاحت رکھتا ہوں۔  
ثابت ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی زیادہ خوبصورت تھے، آپ کے حسن و جمال کے ملاحظہ کرنے والے صحابہ کرام بیان فرماتے ہیں:

## حضرت ابو ہریرہ کا قول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: تَمَارَ اَیْمُنُ بَشَرًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلٍ



اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم كَانَ الشَّمْسُ تَخْرُجُ فِي وَجْہِہٖ (ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ: 158)  
یعنی میں نے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے زیادہ کوئی شے خوبصورت نہیں دیکھی۔ گویا  
آفتاب آپ کے چہرے میں اتر آیا ہے۔

### حضرت جابر بن سمرہ کا فرمان

قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فِي لَيْلَةٍ اَخْيَانٍ فَبَعَلْتُ اَنْظُرَ اِلَى رَسُوْلِ اللہِ  
صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَاِلَى الْقَبْرِ وَعَلَيْہِ خُلَّةٌ مِمَّنْ اَوْ قَادَا هُوَ اَحْسَنُ عَشِيٍّ مِّنَ الْقَبْرِ۔  
(ترمذی و دارمی، مشکوٰۃ، صفحہ: 157)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ میں نے چاندنی رات میں نبی پاک صَلَّی اللہُ  
عَلِیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سرخ و صہری دار جو ازب تن کیے ہوئے دیکھا، تو میں کبھی حضور کی طرف نظر کرتا اور  
کبھی چاند کی طرف، تو میں نے پایا کہ حضور میرے نزدیک چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔  
فائدہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان کہ حضور میرے نزدیک زیادہ  
خوبصورت تھے یہ بطور تلمذ فرمایا، ورنہ واقع میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب کے نزدیک چاند  
سے زیادہ خوبصورت تھے۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 7)

### حضرت علی کا فرمان

آپ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا علیہ مبارک بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:  
لَمْ اَرَقْبَلْہٗ وَلَا بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ: 157)  
یعنی میں نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرح نہ آپ سے پہلے کسی کو دیکھا نہ بعد میں۔

### حضرت جبرئیل کا فرمان

قَالْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبُہَا فَلَمْ اَرَزْ جُلًّا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ  
وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ (انوار محمدیہ، صفحہ: 16، بشر الطیب، صفحہ: 14)

ترجمہ: میں تمام مشارق و مغارب میں پھرا، لیکن میں نے کسی شخص کو جناب محمد رسول اللہ  
صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے افضل نہیں دیکھا۔  
کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

آقا کہا گردیدہ ام مہر بتاں دزدیدہ ام  
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری  
علامہ بویری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں عرض کرتے ہیں:

فَہُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاہُ وَ صُوْرَتُہٗ  
تَمَّ احْطَافُہٗ خَبِیْثًا بَارِئِ النَّسِیْمِ  
مُتَّکِفٌ عَنْ شَرِکِکَ فِی فِحْائِیْنِہٖ  
فَیُؤَہَرُ الْحَسَنُ فِیْہِ عَزَّوَجَلَّ مُنْقَسِمِ

ترجمہ: آپ فضائل باطنی و ظاہری میں کمال کے درجے کو پہنچے ہوئے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے  
آپ کو اپنا حبیب بنایا اور آپ اپنی خوبصورتی اور خوبیوں میں شریک سے پاک ہیں۔ ہر حسن جو  
آپ میں پایا جاتا ہے وہ غیر منقسم اور غیر مشترک ہے۔  
مندرجہ بالا اقوال سے ثابت ہوا کہ حبیب خدا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حسن و جمال میں اس انتہائی  
مقام کو پہنچے ہوئے ہیں جہاں کوئی بھی نہیں پہنچا اور نہ پہنچ سکے گا۔

جب کہ حقیقت یہ ہے جو امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

لَمْ یَظْهَرْ لَنَا مِثْلُہٗ حُسْنِہٖ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لِأَنَّهُ لَوْ ظَهَرَ لَنَا مِثْلُہٗ لَمَّا تَمَّامَ حُسْنِہٖ  
لَمَّا اُتِیْنَا بِہٖ وَتَمَّامَ حُسْنِہٖ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ (انوار محمدیہ، صفحہ: 194)

ترجمہ: ہمارے سامنے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا تمام حسن ظاہر نہیں ہوا کیوں کہ اگر تمام حسن  
ہمارے سامنے ظاہر ہو جاتا تو ہماری آنکھیں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھتیں۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضور سراپا نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جمال پاک پر ستر ہزار پردے  
ڈال رکھا ہے، تاکہ لوگ آپ کو دیکھ سکیں، ورنہ کس کی آنکھ تھی جو حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم  
کا مشاہدہ کر سکتی۔ (معارج النبوۃ، رکن دوم، صفحہ: 118)



## جسم پاک کی نورانیت

سبحان اللہ! ہمارے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس نورانی تھا آپ سر مبارک سے لے کر پاؤں مبارک تک نور تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آن حضرت جہاں از فرقہ تا قدم ہر نور بود کہ دیدہ و غیرت در جمال با کمال دے خیرہ می شد مثل ماہ و آفتاب تا باں و روشن بود و اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بودے لیکن کس را جمال نظر و ادراک حسن دے ممکن نبودے۔ (مدارج نبوت، جلد اول، صفحہ: 137)

یعنی رسول پاک جہاں سر سے قدم مبارک تک بالکل نور تھے کہ انسان کی آنکھیں آپ کے جمال با کمال کو دیکھنے سے چونہ حیا جاتی تھیں۔ چاند و سورج کی مانند روشن اور چمکدار تھے، اگر آپ لباس بشریت نہ پہنے ہوتے تو کسی کو آپ کی طرف نظر کرنے اور آپ کے حسن کا ادراک ممکن نہ ہوتا۔

چوں کہ آپ نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا، اس لیے آپ کا سایہ بھی نہیں تھا۔ جیسا کہ حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے "نور الاصول" میں روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

مرآء مختصر تر اسایہ، نہ در آفتاب و نہ در قمر۔ (مدارج نبوت، جلد اول، صفحہ: 26)

یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ آفتاب کی روشنی میں تھا نہ چاند کی چاندنی میں۔ دیوبندیوں کی مسلمہ کتاب "تواریخ حبیب اللہ" میں ہے:

جسم کثیف ظلماتی کا ہوتا ہے نہ کہ لطیف و نورانی کا۔ (ص: 159)

## حضور کے جسم اقدس کی لطافت و نفاذات

حضور سر اپا نور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے صاف اور پاکیزہ تھے کہ جسم اقدس پر کبھی بھی نہیں بیٹھتی تھی اور نہ ہی آپ کے کپڑوں میں جوئیں پڑتی تھیں۔

(مدارج، جلد اول، صفحہ: 114، شفا، صفحہ: 234، انوار محمدیہ، صفحہ: 311)

فائدہ: کبھی کی عادت ہے کہ ہر فقیر امیر پر بیٹھتی ہے، یہاں تک کہ ہفت اقلیم کے بادشاہ

پر بھی بیٹھ جاتی ہے، تاکہ اس کا غرور و تکبر خاک میں مل جائے اور وہ تواضع اور عاجزی اختیار کرے۔ مگر کبھی کا حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم الہیہ پر نہ بیٹھنا اس بات کی طرف مشیر ہے کہ صلی شہنشاہ مخلوقات میں فقط آپ ہی ہیں۔

## جسم اقدس خوشبودار تھا

ہمارے آقا و مولیٰ کے جسم اقدس سے کستوری و عنبر کی سی خوشبو آیا کرتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لَا تَمْنَعُكَ مِسْكًا وَلَا عَذْبُ ثَوْبَةٍ أَطْبَقْتَ مِنْ زَاخِرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، صفحہ: 517)

یعنی میں نے کوئی کستوری و عنبر یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو شخص مصافحہ کرتا اس کے ہاتھوں سے تمام دن خوشبو آیا کرتی تھی اور جس بچے کے سر پر ہاتھ پھیر دیتے تھے وہ بچوں میں خوشبودار مشہور ہو جاتا تھا۔

(مدارج، جلد اول، صفحہ: 30، شفا، صفحہ: 40)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: أَصَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوةَ الْأَوَّلَى لَمْ يَخْرُجْ إِلَى أَهْلِهِ وَخَرَجَتْ مَعَهُ فَاسْتَقْبَلَهُ وَلَدَانِ فَجَعَلَ يَسْتَمِعُ حَدَّثِي أَحَدَهُمْ وَاحِدًا وَاحِدًا وَأَمَّا أَنَا فَاسْتَمِعْتُ حَدَّثِي فَوَجَدْتُ لِيَدِهِ بَرْدًا أَوْ يَحَا كَالْمَاءِ أَخْرَجَهَا مِنْ جُودَةِ عِظَامِهِ۔ (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 517)

یعنی میں نے صبح کی نماز رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ادا کی، پھر آپ اپنے گھر کی طرف نکلے، میں بھی آپ کے ساتھ نکلا، سامنے بہت سے بچے آئے، آپ ہر ایک بچے کے رخسار پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے، میرے رخسار پر بھی ہاتھ مبارک پھیرا تو میں نے آپ کے ہاتھ میں ٹھنک محسوس کی بلکہ ایک خوشبو پائی۔ گویا کہ آپ نے وہ خوشبو مٹھن فرشتوں کے ذبے سے نکالی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: غَسَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَبْنْتُ أَنْظُرُ مَا يَكُونُ مِنَ النَّبِيِّ فَلَمْ أَجِدْ شَيْئًا فَقُلْتُ طِبْتُ حَيًّا وَمَيِّتًا قَالَ: وَسَطَعَتْ مِنْهُ رِيحٌ طَيِّبَةٌ لَمْ أَجِدْ مِثْلَهَا قَطُّ۔ (شفا، صفحہ: 14)



یعنی میں نے (وقت انتقال) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔ چنانچہ میں وہ چیز جو عوامیت سے لکھا کرتی ہے، دیکھنے لگا، مگر میں نے کوئی چیز نہ دیکھی، یوں آپ زندگی اور موت میں بھی پاکیزہ ہیں۔ پھر فرمایا: آپ سے ایسی خوشبو لگی کہ میں نے کبھی اس کی مثل نہیں پائی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اَرَدْتُ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَةً فَلَمْ أَفْعَلْ خَاتَمَهُ الثُّبُورَ يَقْبِيهِ فَكَانَ يَنْتُهُ عَلَى مِسْكَانٍ۔ (شفا، صفحہ: 40)

یعنی (ایک دفعہ) مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اپنے پیچھے بٹھالایا، میں نے اپنے منہ سے مہر نبوت کو کس کر دیا۔ پس مجھ پر خوشبو اور کستوری کی لپٹ آنی شروع ہو گئی۔ **حکایت:** ایک خاتون ام عاصم، عتبہ بن قرظہ سلمیٰ کی الہیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہے کہ عتبہ کی ہم چار بیویاں تھیں، ہم میں سے ہر ایک یہی کوشش کرتی تھی کہ میں عتبہ کے نزدیک زیادہ خوشبودار ثابت ہوں، اس لیے ہم قسم قسم کی خوشبوئیں استعمال کرتی تھیں۔ مگر اس کے باوجود ہمارا عتبہ ہم سے زیادہ خوشبودار معلوم ہوتا، حالانکہ وہ کوئی خاص قسم کی خوشبو استعمال نہیں کرتا تھا۔ صرف تیل ہاتھ میں لے کر دائرہ میں پرچہ لیتا اور ہر ایک سے زیادہ خوشبودار بن جاتا تھا۔ جب عام لوگوں کے سامنے آتا تو ہر کوئی یہی کہتا کہ عتبہ کی خوشبو سے زیادہ اچھی کوئی خوشبو نہیں ہے۔ ام عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز میں نے عتبہ سے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ ہم خوشبو کے استعمال کرنے میں غایت درجہ کوشش کرتے ہیں، مگر پھر بھی تو ہم سے زیادہ خوشبودار ہوتا ہے؟ عتبہ نے کہا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں میرے بدن پر چھوٹے چھوٹے آبلے (دانے) نکل پڑے تھے، تو میں اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اپنی بیماری کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: ذرا کپڑے اتار لو، میں اپنے کپڑے اتار کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنے دست اقدس پر دم کر کے اپنا مبارک ہاتھ میری پشت اور پیٹ پر پھیرا، اُنسی دن سے میرا بدن خوشبودار بن گیا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 29، انوار محمدیہ، صفحہ: 127)

سبحان اللہ! کیا شان ہے ہمارے رسول معظم کی کہ جو بھی آپ کے جسم اقدس سے چھو جاتا ہے، وہ خوشبودار بن جاتا ہے۔

سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم جس گلی کوچے سے گزر فرماتے، وہ کوچہ اس حد تک خوشبودار

ہو جاتا کہ صحابہ کرام اس کوچے کی خوشبو سونگھ کر آپ کے پاس پہنچ جاتے۔ (مدارج، صفحہ: 30) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْلُكْ طَرِيقًا فَيَتَّبِعُهُ أَحَدًا إِلَّا عَرَفَ أَنَّهُ قَدْ سَلَكَهُ مِنْ طَيْبٍ عَرَفَهُ أَوْ قَالَ مِنْ رِيحٍ عَرَفَهُ۔ (داری، مشکوٰۃ، صفحہ: 527)

ترجمہ: جب تک حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جس راستے سے گزرتے اور کوئی شخص آپ کی تلاش میں جاتا تو وہ خوشبو سے پہچان لیتا کہ آپ اس راستے سے تشریف لے گئے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَّ فِي طَرِيقٍ مِّنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ وَجَدُوا مِثْلَ رَائِحَةِ الطَّيِّبِ وَقَالُوا مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هَذَا الطَّرِيقِ۔ (ابو یعلیٰ، انوار محمدیہ، صفحہ: 127)

یعنی جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کے کسی راستے سے گزر فرماتے تو لوگ اس راہ میں خوشبو پاتے اور کہتے کہ رسول پاک اس راہ سے گزرے ہیں۔

☆☆☆



تیر ہواں وعظ

## حضور اقدس کے جسم پاک کی برکت

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنْ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ

حضرات! جس ذات پاک کو خود اللہ تعالیٰ نور فرمائے، اس ذات پاک کے جسم اقدس کی برکت کتنی بڑی ہوگی؟ اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

## جسم اقدس کی برکت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک کے کسی عضو سے کوئی شے چھو جاتی تو اس میں برکت آجاتی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَرَّابِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَدْخِ اللَّهُ فِيهِمْ بِالْبَرَكَةِ فَضَمُّهُمْ ثُمَّ دَعَانِي فِيهِمْ بِالْبَرَكَةِ قَالَ: خُذْهُمْ فَاجْعَلْهُمْ فِي مِرْوَدِكَ كُلَّمَا أَرَدْتَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا فَادْخُلْ فِيهِ بِدَكَ فَذَلْهُ وَلَا تَذْكُرْهُ نَزَلُوا فَقَدْ تَحَلَّتْ مِنْ ذَلِكَ الشَّرِكَاءُ وَكَذَلِكَ مِنْ وَسْطِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَكُنَّا نَأْكُلُ مِنْهُ وَنُطْعِمُهُ وَكَانَ لَا يَفَارِقُ جُفُوِي حَتَّى كَانَ يَوْمَ قُتِلَ عُثْمَانُ فَإِنَّهُ انْقَطَعَ (ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ 542)

ترجمہ: میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں چند کھجور لے کر حاضر ہوا، پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! ان میں برکت کی دعا فرمائیں، آپ نے ان کو اپنے ہاتھ میں اکٹھا کیا پھر میرے لیے دعائے برکت کی اور فرمایا: ان کو اپنے تو شے دان میں ڈال دو، جب تو کچھ اس سے لیتا چاہو تو اپنا ہاتھ ڈال کر لے لیتا مگر جھاڑنا نہیں۔ چنانچہ میں نے ان کھجوروں میں سے اتنے اتنے دن

مواعدہ رخصیہ

خواجہ بکریو

حصہ سوم

اللہ کے راستے میں نکالے۔ ہم خود بھی اس سے کھاتے تھے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے۔ وہ جیسا میری کمر سے کبھی بھی جدا نہیں ہوا تھا، یہاں تک کہ جس دن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو وہ بھی مجھ سے گر کر ضائع ہو گیا، یہ برکت دستِ مصطفیٰ کی ہے۔

حضرت برائین عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ثُمَّ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ عَشْرَةَ مِائَةً يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ وَالْحُدَيْبِيَّةِ يَوْمَ فَتَرَحُّنَهَا فَلَمْ نَزُكْ فِيهَا قَطْرَةً قَبْلَ الْغَدِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَانَا فُتَيْسٌ عَلَى شَفِيرِهَا ثُمَّ دَعَا بِإِلَائِهِ مِنْ مَاءٍ فَتَوَضَّأْتُمْ مَطْبُخٌ وَدَعَا لَكُمْ صَبِيَّةٌ فِيهَا ثُمَّ قَالَ دَعُوا سَاعَةً فَأَرْوُوا أَنْفُسَهُمْ وَرَكَابَهُمْ حَتَّى رَأَوْا تَحَلُّوْا (بخاری، مشکوٰۃ، ص 532)

یعنی حدیبیہ کے روز ہم چودہ سو افراد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ حدیبیہ ایک کنواں ہے، ہم نے اس کا پانی کھینچ لیا اور اس میں ایک قطرہ پانی کا نہ بچا۔ جب یہ بات حضور ﷺ کو پہنچی تو آپ اس کے پاس تشریف لائے اور اس کے کنارے بیٹھ گئے پھر آپ نے ایک پانی کا برتن منگایا اور وضو فرمایا۔ اس کے بعد (اس میں) گلی کی اور دعا فرمائی، پھر اس پانی کو کنوئیں میں ڈال دیا اور فرمایا کہ ایک ساعت اس کو چھوڑ دو۔ پس لوگوں نے اپنے ہاتھ اور اپنی ساریاں سیراب کیں، یہاں تک کہ کوچ کیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے جسم پاک سے چھونے والی چیز میں برکت آجاتی ہے۔ حضور اقدس کے منہ سے نکلا ہوا پانی جب کنوئیں میں پڑا تو کنواں پانی سے بھر گیا۔ حضور اقدس ﷺ کے جسم اقدس میں یہ برکت ہے کہ جب آپ کا ہاتھ کسی بیمار کو لگ جاتا تو وہ فوراً صحت یاب ہو جاتا۔ حضرت برائین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا إِلَى أَبِي زَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ لَيْلًا وَهُوَ نَائِمٌ فَتَحَلَّتْ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ: قَدْ وَضَعْتُ الشِّيفَ فِي بَطْنِهِ حَتَّى أَخَذَ فِي ظَهْرِهِ فَعَرَفْتُ أَنِّي قَتَلْتُهُ فَجَعَلْتُ أَفْتَحُ الْأَبْوَابَ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى دَرَجَةٍ فَوَضَعْتُ رَجُلِي فَوَقَعْتُ فِي لَيْلَةٍ مُقْبِرَةٍ فَانْكَسَرَتْ سَائِقُ فَعَضَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ فَأَنطَلَقْتُ إِلَى أَخِي فَأَنْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَدَّيْتُهُ فَقَالَ: أَنْبِطُ رَجُلَكَ



فَبَسَّطْتُ رَجُلِي فَمَسَحَتْهَا فَكُنَّا لَمْ أَشْكُ كَهَا قَطُّ۔ (بخاری، مشکوٰۃ، صفحہ: 531)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کی) ایک جماعت ابو رافع یہودی کی مبارک (قل کے لیے) بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رات کو اس کے گھر میں داخل ہوئے، وہ سو رہا تھا، آپ نے اسے قتل کیا۔ حضرت عبداللہ بن عتیک بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس کے ہاتھ میں تلواری جو اس کی پشت تک پہنچ گئی۔ میں نے جان لیا کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے۔ پھر میں دروازہ کھولتا ہوا ابھر آیا، یہاں تک کہ میں زمین تک پہنچا۔ رات چاندنی تھی میں نے اپنے پاؤں رکھا۔ (اس خیال سے کہ زمین تک پہنچ گیا ہوں) لیکن میں (زمین سے) گر گیا اور میری ہڈی ٹوٹ گئی، اس کو اپنی پگڑی سے باندھا اور اپنے ساتھیوں کی طرف چل پڑا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا۔ آپ کو ساری بات عرض کی، فرمایا: پاؤں بچھاؤ، میں نے پاؤں بچھ دیے۔ آپ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا تو (ایسا معلوم ہوا) گویا اس کو کبھی درد ہی نہیں ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اِنَّ اِمْرَاً اَ جَاءَتْ بِاَيِّمٍ لِّهَآ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ النَّبِيَّ بِهٖ جُنُوْنٌ وَّ اِنَّهٗ لَيَسَآخُ اَعْلَانَا وَّ عِشَانَا فَمَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهٗ وَ دَعَا فَنَفَعَ ثَقَّةً وَ خَرَجَ مِنْ جَوْفِهٖ مِثْلُ الْجُرَدِ اَلْاَسْوَدِ يَسْنَعُ۔ (داری، مشکوٰۃ، صفحہ: 540)

ترجمہ: ایک خاتون اپنا بیٹا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے بیٹے کو جنون ہے، وہ اس کو صبح و شام پکڑ لیتا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی۔ بچے نے قے کی توڑ کے کے پیٹ سے کچے کے چھوٹے چھوٹے بچے نکلے اور دوڑنے لگے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُ رَجُلٌ يَسْتَلْطَعُهُ فَاَطْعَمَهُ شَطْرَ وَسْبِي شَعْبِيٍّ فَمَا زَالَ الرَّجُلُ يَأْكُلُ مِنْهٗ وَاَمْرًا وَّهٗ وَصَفِيْهُمَا حَتّٰى بَلَغَتْهُ قَاتِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ لَمْ تَكِلْهُ لَكَ كَلْبَتُهُ مِثْلًا وَلَقَامَ لَكُمْ۔ (مسلم، معجزات النبی)

ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور آپ سے غذا کی درخواست

کی۔ آپ نے اس کو نصف وزن جو عنایت فرمائے۔ وہ خود اس کی بیوی اور ان کے مہمان ہمیشہ اس سے کھاتے رہے، یہاں تک کہ اس نے اس کو تاپ دیا تو وہ ختم ہو گیا۔ پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا فرمایا: اگر تو اس کو نہ پاتا تو تم اس سے کھاتے رہتے اور وہ ختم نہ ہوتا۔

حضرات اسرار و دروہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس تو سراپا شفا تھا کہ اگر آپ کا پیر کسی مریض کو لگ جائے تو وہ بھی باعث شفا بن جاتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ حضرت اسماء ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا نے ایک جبہ طیالہ باہر نکالا اور فرمایا کہ اس جبہ کو سر کا درد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا ہے، ہم اس سے بیماروں کے لیے اور اپنے لیے شفا حاصل کرتے ہیں۔ آپ کا ایک پیالہ بھی تھا جس میں پینے کا پانی رکھا کرتے تھے، مسلمان اس پیالے سے بھی شفا حاصل کرتے ہیں اور آپ کے چند بال خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں تھے، وہ جس جنگ میں بھی اس ٹوپی کو پہن کر جاتے تھے فتح و نصرت ان کے قدم چومتی تھی۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 244)

حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک آگ سے چھو جاتا تو آگ ٹھنڈی ہو جاتی اور اس سے جلانے کی قوت سلب ہو جاتی۔ ایک دن رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے دروالت پر تشریف لائے۔ خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے تور تپا یا اور روئیاں لگانی شروع کیں، حضرت خاتون جنت کو تور کی گرمی محسوس ہوئی۔ یہ دیکھ کر خود رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور شفقت دست مبارک سے چند روئیاں لگائیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے لگی ہوئی روئیاں اسی طرح جکی ہیں۔ آگ نے ان پر اپنا کوئی اثر نہیں کیا، آپ حیران ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ حیرانگی دریافت فرمائی، تو خاتون جنت نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس لیے حیران ہوں کہ آپ کے دست اقدس سے لگی ہوئی تمام روئیاں ابھی تک اسی طرح جکی ہیں اور آگ نے ان پر ذرا بھی اثر نہیں کیا، فرمایا: لخت جگر ایہ کوئی حیرانگی کی بات نہیں، کیوں کہ جو شے میرے دست اقدس سے چھو جاتی ہے، آگ اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی، اس لیے میرے ہاتھ سے لگی ہوئی روئیاں پر تور کی آگ کیا اثر کر سکتی ہے۔ (مدارج، جلد دوم، صفحہ: 315)







بہشت و آمدہ است کہ ہر مرد از مردان بہشت قوت صدکس باشد۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 32)  
یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول پاک اپنی تمام بیویوں پر ایک رات میں  
دور فرماتے تھے اور وہ گیارہ تھیں۔ راوی نے انس سے پوچھا: کیا آپ اتنی طاقت رکھتے تھے؟  
انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم آپس میں کہتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس مردوں کی  
قوت دینی تھی ہے، اس کو بخاری نے روایت کیا اور بعض روایات میں آیا ہے کہ چالیس بہشتی  
مردوں کی قوت آپ کو عطا کی گئی ہے اور ایک بہشتی مرد کی قوت سو مردوں کے برابر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ قوت اور زور بازو عنایت فرمایا تھا کہ دنیا کے نامی گرامی پہلوان  
آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ محمد بن اسحاق نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ مکہ معظمہ میں  
رکانہ نامی ایک مشہور پہلوان تھا، جو بڑا شہ زور، فن کشتی میں ماہر اور یکتا تھا۔ مختلف شہروں سے  
پہلوان اس سے کشتی لڑنے کے لیے آتے، رکانہ ہر ایک کو گرا دیتا تھا۔ ایک روز وہ مکہ معظمہ کی  
ایک گھاٹی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا، آپ نے فرمایا: رکانہ! کیا اللہ سے نہیں ڈرتا،  
کیوں میری دعوت قبول نہیں کرتا؟ رکانہ نے کہا: محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی صداقت پر کوئی گواہ پیش  
کر۔ فرمایا: اگر میں کشتی میں تجھے بچھا دوں تو ایمان لائے گا؟ رکانہ نے کہا: ہاں! حضور صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا تیار ہو جا! کشتی شروع ہو گئی، آپ نے اس کو پکڑ کر زمین پر بچھاڑ دیا،  
اس کی ساری شقی خاک میں ملا دی، رکانہ حیران ہو گیا۔ دوبارہ کشتی لڑنے کی درخواست پیش کی،  
دوسری مرتبہ بھی آپ نے اس کو گرا دیا۔ تیسری مرتبہ رکانہ نے پھر کشتی کی، آپ نے تیسری مرتبہ  
بھی بچھاڑ دیا۔ رکانہ نے متعجب ہو کر کہا: یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تیری عجیب شان ہے۔

(مدارج، صفحہ: 64، شفا، صفحہ: 44، انوار محمدیہ، صفحہ: 234)

عرب میں ایک اور پہلوان تھا جس کا نام ابوالاسود تھی، بڑا شہ زور تھا۔ لکھتے ہیں کہ اگر وہ  
گائے کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا اور دس مرد اس چمڑے کو کھینچتے کہ چمڑا اس کے قدم سے نکال  
لیں تو پڑا پھٹ جاتا مگر اس کے پاؤں سے نہ نکل سکتا۔ اس نے ہمارے آقا دہلوی صلی اللہ علیہ  
وسلم سے کشتی لڑنے کی درخواست کی اور کہا کہ اگر آپ مجھ کو بچھاڑ دو گے تو میں آپ پر ایمان  
لاؤں گا، آپ نے اس کی درخواست قبول فرمائی، کشتی ہوئی اور آپ نے اس کو خوب بچھاڑا مگر وہ

چودہ ہواں وعظ

## حضور اقدس کی طاقت و شجاعت

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

إِنَّا أَنْعَمْنَاكَ الْكَوْثَرُ۔ (سورہ کوثر)

ترجمہ: اے محبوب! بے شک ہم نے آپ کو بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

حضرات! اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب کو جہاں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں ان  
خوبیوں میں سے ایک طاقت اور شجاعت بھی بدرجہ اتم عطا فرمائی گئی۔ دنیائے عالم میں آپ کی  
طاقت و شجاعت کی نظیر ناممکن ہے۔ تنہا آپ نے عرب جیسے ملک جس کو آج تک کوئی فتح نہیں  
کر سکا تھا مسخر کر لیا، تمام قوموں کو جو آپ کے مقابل ہوئیں، سب کو آپ نے مغلوب کر لیا اور  
تمام مخالفین و معاندین کو چمکنا چور کر دیا۔ آپ اتنے طاقتور اور مضبوط تھے کہ جو آپ پر گرتا خود  
چور چور ہو جاتا اور جس پر آپ گرتے اُسے پاش پاش کر دیتے۔

## حضور کی خداداد طاقت

آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خداداد قوت بے حد تھی۔ چالیس جنتی مرد کی قوت آپ کو  
من جانب اللہ عطا فرمائی گئی تھی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

در حدیث انس آمدہ است کہ آن حضرت سے گشت بر تمام نسا خود در یک شب و آن یازدہ تن  
بودند گفت راوی کہتم بانس اما طاقت داشت آن را گفت انس بودیم ما کہ مے گفتیم میان خود کہ وادہ  
شدہ است قوت آنحضرت را سی مرد۔ (بخاری) و در بعضے روایات قوت اربعین مرد از مردان



بدقسمت ایمان نہ لایا۔

(مدارج، جلد اول، صفحہ: 64، انوار محمدیہ، صفحہ: 234)

حضور پیغمبر کی طاقت کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا زَأَيْتُ أَحَدًا أَمْسَعَ فِي مَشْيِهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا كُنَّا الْوَادِعُ نَطْوِي لَهُ إِنْ كُنَّا لَنَجْهَدُ أَنْفُسَنَا وَأَنَّهُ لَعَبْرٌ مُكْتَرِبٌ (ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ: 518)

ترجمہ: میں نے چلتے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو تیز رفتار نہیں دیکھا، گو یا کہ زمین آپ کے لیے لپیٹ دی جاتی، حالانکہ ہم اپنے آپ کو مشقت میں ڈال دیتے مگر آپ پر وہ بھی نہ ہوتی۔

حضرات! یہ جو کچھ لکھا گیا ہے آپ کی ظاہری طاقت کا ایک کرشمہ تھا۔ مگر آپ کی روحانی اور باطنی طاقت و قوت کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اِس کمال قوت جسمانی اوست قوت روحانی اِس حضرت خود آنچٹاں بود کہ آسمان را از حرکت بازنی داشت بلکہ برخلاف حرکتش می برد۔ چنانکہ از روشنی بعد از غروب کہ در احادیث آمدہ است ظاہری گردد۔ (مدارج، جلد دوم، صفحہ: 33)

یعنی یہ کمال آپ کی قوت جسمانی کا ہے مگر آپ کی قوت روحانی اتنی تھی کہ آسمان کو حرکت کرنے سے روک دیتے تھے، بلکہ اس کو اس کی حرکت کے خلاف چلاتے تھے جیسا کہ شمس و غروب کے بعد واپس لوٹنا ناجوحدیثوں میں آیا ہے ظاہر کرتا ہے۔

تنبیہ: طاقت مصطفیٰ کے منکر اور حدیث دانی کے دعوے دارو! تم کو رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم ایک عاجز بندہ نظر آتے ہیں، آؤ! محدث دہلوی کے اس کلام کو سنو، جو انھوں نے حدیث پاک سے سمجھی ہے، یہ ہے حدیث دانی اور یہ ہے علم و فضل کا کمال معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منکروں کو حدیث کی فہم عنایت ہی نہیں فرمایا، اگرچہ وہ اس کا دعویٰ بھی کرتے ہوں مگر وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔

## آپ کی شجاعت

آپ اتنے دلیر اور شجاع تھے کہ جن خطرناک مقامات پر بڑے بڑے دل آور پیغمبر

جاتے، آپ بڑی دلیری سے ثابت قدم رہتے۔ اب آپ صحابہ کرام کی زبان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت سنئے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَأَجْوَدَ النَّاسِ وَأَشَجَّ النَّاسِ وَلَقَدْ قَرَعَ أَهْلَ الْبَيْتَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَأَنطَلَقَ النَّاسُ وَقَبِلَ الصُّوْبَ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَنَقَ النَّاسَ إِلَى الصُّوْبِ وَهُوَ يَقُولُ لَهُ تَرَاهُمْ أَنَا تَرَاهُمْ أَنَا وَهُوَ عَلَى قُرْبٍ لَا يَرِي ظِلْعَةَ غِيٍّ مَاعَلَيْهِ مَرَجٌ وَفِي عُنُقِهِ سَيْفٌ فَقَالَ لَقَدْ وَجَدْتُهُ بَحْرًا (متفق علیہ، فی شجاعت النبی) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں سے زیادہ خوبصورت، شجاعت اور شجاع تھے۔

ایک رات مدینہ شریف کے لوگ ڈر گئے (جیسا کہ کوئی چور یا دشمن آجائے) لوگ آواز کی جانب گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آگے تشریف لائے۔ فرمانے لگے: کوئی خوف نہ کرو، کوئی خوف نہ کرو۔ آپ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے پر سوار تھے جو رہنہ پشت تھا، اس پر کابھی نہیں تھی اور آپ کی مبارک گردن میں کھوار تھی۔ آپ نے فرمایا کہ واقعی میں نے اس گھوڑے کو دریا کی مثل پایا۔

فائدہ: حدیث بالا سے واضح ہے کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ بہادر ہیں، نیز واقعہ بیان کر کے ثابت کیا کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ دلیر تھے۔ ساتھ ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت معلوم ہوگئی کہ وہ گھوڑا پہلے سے رفتار تھا، آپ کے سوار ہونے کے بعد تیز رفتار ہو گیا۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ہر کس را در چیز را کہ یاری و مدد گاری از آن حضرت بود، اگر لاشی یا شمشیری می گردود اگر زبون بود غالب شود اگر پست بود بلند گردد و اگر ضعیف بود قوی گردد۔ تو مرادل و دلیرے بود و پست خوش خوال و شیرے میں۔ (ایضاً الملعات، جلد رابع، صفحہ: 494)

ترجمہ: جس شخص کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد حاصل ہو جائے، اگر وہ لاشے ہو تو شے ہو جائے، اگر عاجز ہو تو غالب ہو جائے، اگر پست ہو تو بلند ہو جائے، اگر کمزور ہو تو قوی ہو جائے گا: یا رسول اللہ! مجھے وہ دل عطا فرمائیں کہ میں دلیر بن جاؤں گا اور اگر مجھے اپنی کمزوری بالکل تو میں شیر بن جاؤں گا۔



حضرات! مضمون کچھ طویل ہو گیا ہے، اس لیے آخر میں ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو آپ کی شجاعت پر اول دلیل ہے۔ حضرت ابواسحاق تابعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَجُلٌ لِلَّهِ آيَاتُهَا عَمَارَةٌ أَقْرَبُ زُحْرُومَ حُتَيْبٍ، قَالَ: لَا وَاللَّهِ إِنَّمَا وَلِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَكِنَّهُ خَرَجَ شُبَّانٌ أَهْطَابُهُ لَيْسَ عَلَيْهِمْ كَيْفُؤُ سَلَاخٍ فَلَقُوا قَوْمًا رُمَاهُ لَا يَكَادُ يَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ فَرَشَقُواهُمْ رَشَقًا مَا يَكُونُ يَخْطُونُ فَأَقْبَلُوا هَذَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَأَكْبُو سُفْيَانُ بْنُ الْحَارِثِ يَقُودُهُ فَكُزِلَ وَاسْتَنْصَرَ وَقَالَ أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْتُ أَكَا الْبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ثُمَّ صَفَّوهُمْ (مسلم وبخاری معاً، مشکوٰۃ، صفحہ: 534)

ترجمہ: ایک شخص نے حضرت برار رضی اللہ عنہ سے کہا: ابوعمارہ! (برا کی کنیت ہے) تم حنین کے روز بھاگ گئے تھے؟ فرمایا کہ نہیں، واللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت نہیں پھیری تھی لیکن آپ کے کچھ جوان اصحاب جن کے پاس زیادہ ہتھیار نہ تھے وہ کفار کی تیر انداز قوم سے ملے اور قریب تھا کہ ان کا تیر گر پڑے، تو انھوں نے انھیں تیر مارا، لیکن اس سے پہلے کہ کچھ خطا ہو وہ جوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سفید چنچر پر سوار تھے اور ابوسفیان بن حارث آپ کو یعنی آپ کی سواری کھینچ رہے تھے۔ آپ بیچے اترے، اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی اور فرمایا: میں نبی ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، پھر آپ نے ان کی صف بندی کی۔

حضرت برار بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی شجاعت میں ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

كُنَّا وَاللَّهِ إِذَا احْتَرَّ الْبَأْسُ نَتَّقِي بِهِ وَإِنَّ الشُّجَاعَ مِثْلًا لِلَّذِي يُحَادِّثُ بِهِ يَغْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 534)

واللہ! جب جنگ سخت ہو جاتی تو ہم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پناہ ڈھونڈتے تھے اور بے شک ہم میں سے بڑا دلیر وہ ہوتا تھا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برابر کھڑا ہوتا۔ غرض کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدا واد قوت و شجاعت بے اندازہ ہے۔ انسان کی زبان و قلم کو اس کی طاقت ہی نہیں کہ وہ آپ کی طاقت پورے طور پر بیان کر سکے۔

پندرہواں وعظ

## حضور اقدس کا پسینہ اور فضیلت کا خوشبودار ہونا

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ.

حضرات! علمائے مفسرین فرماتے ہیں کہ قرأت کو آنفیبکھڑھمہ فاکے ساتھ ہے اور ایک قرأت میں آنفیبکھڑھمہ فاکے ساتھ ہے، اگر فخر فاکے ساتھ ہو تو معنی یہ ہوگا کہ بے شک وہ رسول معظم تشریف لائے جو تم میں زیادہ نفیس ہیں۔ ہمارا پسینہ اور فضیلت (پیشاب و پاخانہ) بدبودار ہوتا ہے مگر قربان اس آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ کا پسینہ خوشبودار تھا اور آپ کے فضیلت صرف پاک ہی نہیں تھے بلکہ خوشبودار بھی تھے۔ خود اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ تمہارے پاس وہ رسول پاک تشریف لائے جو تم سب سے زیادہ نفیس ہیں۔

## آپ کا مبارک پسینہ

آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک پسینہ اس قدر خوشبودار تھا کہ مدینے والے اس کو بطور خوشبو استعمال کرتے تھے۔ حضرت شیخ محمد ث دہلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

مردے می خواست کہ دختر خود را بخانه شوهر فرستد، طیب انداخت۔ پیش آنحضرت آمد تا جڑے عطا کند۔ چیزے حاضر نہ بود پس شیشہ طلبید و طیب انداخت دروے۔ پس پاک کرد از جسد شریف خود از عرق در شیشہ انداخت و گفت میند از دریں شیشہ طیب و بفرما اورا کہ طیب کند بایں۔ پس بود آن زن چوں می کرد بدایں سے یونہی نہ اند، اہل مدینہ آن را نام کردند خانه ایشان را بیت الطیبین۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 29)



ترجمہ: ایک مرد نے چاہا کہ اپنی لڑکی کو شوہر کے گھر بھیجے اس کے پاس خوشبو نہ تھی، وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا، تاکہ آپ کوئی شے عطا کریں۔ لیکن کوئی چیز حاضر نہ تھی، اس لیے ایک شیشی رنگائی اور اس میں خوشبو ڈالی، پھر اپنے جسم پاک کا تھوڑا سا پسینہ شیشی میں ڈال کر فرمایا کہ اس شیشی میں خوشبو ملا دو اور اپنی لڑکی کو کچھ دو کہ وہ اس سے خوشبو استعمال کرے۔ چنانچہ جب وہ خاتون اس شیشی سے خوشبو لگایا کرتی تو تمام مدینے والے وہ خوشبو سونگھتے تھے، جس کی وجہ اہل مدینہ نے ان کے گھروں کو خوشبوداروں کا گھر نام رکھا تھا۔

حضرت انس کی والدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: **بِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِيهَا فَيَقِيلُ عَلَيْهِ وَكَانَ كَيِّفَ الْعَوِي فَكَانَتْ تَجْمَعُ عَرَقَهُ فَيَجْعَلُهُ فِي الطَّيِّبِ وَالْقَوَارِيرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أُمَّ سَلَمَةَ مَا هَذَا قَالَتْ: عَرَقُكَ أَكْثَرُ بِهِ طَيِّبِي.** (مشکوٰۃ، صفحہ: 517)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لاتے اور قبول فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو پسینہ بہت آیا کرتا تھا جس کو ام سلمہ جمع کرتیں اور اس کو خوشبو میں ملا لیتیں۔ یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ام سلمہ! یہ کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا: آپ کا پسینہ! اس کو میں اپنی خوشبو میں ملاتی ہوں۔

**فائدہ:** حضرات! ہم لوگ گلاب کے پھول کو سونگھتے ہیں اور اس کی خوشبو محسوس کرتے ہیں، بھلا یہ بھی معلوم ہے کہ گلاب کے پھول میں خوشبو کہاں سے آئی ہے۔ دراصل یہ گلاب کے پھول میں بھی ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پسینے کا اثر ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: **بداں کہ در بعضی احادیث آمدہ کہ گل سرخ پیدا شدہ است از عرق آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، نیز آمدہ است کہ فرمود بعد از رجوع از معراج قطره از عرق من بر زمین افتاد و رسید از آن گل سرخ ہر کہ خواہد کہ بوید بوسے مراباید کہ بوید گل سرخ را۔** (معارج، جلد اول، صفحہ: 30)

ترجمہ: جان لو کہ بعض حدیثوں کے مطابق گلاب کا پھول حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پسینے سے پیدا ہوا ہے، نیز روایت کے مطابق آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ معراج کی

روایتی کے بعد میرے پسینے کا ایک قطرہ زمین پر گر گیا جس سے گلاب پیدا ہوا، چنانچہ جو شخص پری خوشبو سونگھتا چاہے وہ گلاب کا پھول سونگھ لے۔

## خون مبارک پاک اور باعث برکت ہے

حضرات! ہمارا خون تا پاک ہے مگر ہمارے رسول پاک کا خون، پاک ہے اور اس کا پینا باعث برکت ہے۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: **جاءے حجامت کرد آن حضرت را پس بہرہ بر خون را فرو بردار و در شکم خود پر سید آن حضرت چہ کہ کردی خون را گفت بہرہ بر دم تا بہاں کم آن را خواستم کہ خون ترا بر زمین ریزم پس پناہاں بر دم آن را در شکم خود فرمود تحقیق عذر کردی و نگاہ داشتی انس خود را یعنی از امراض و بلا۔** (مدارج، جلد اول، صفحہ: 31؛ انوار محمدیہ)

ترجمہ: ایک حجام نے آپ کو سگی لگائی، پھر آپ کا خون باہر لے گیا اور اس کو پی لیا۔ آپ نے پوچھا: خون کا کیا کیا؟ اس نے عرض کیا: باہر لے گیا تھا، تاکہ اس کو پوشیدہ کر دوں مگر مجھے یہ بہت آیا کہ آپ کا خون زمین پر گراؤں، چنانچہ اس کو اپنے شکم میں چھپالیا ہے۔ آپ نے فرمایا: تو نے مدد پیش کیا اور اپنے آپ کو بیماریوں سے محفوظ کر دیا۔

آپ کا خون، محبت سے پی جانے سے مسلمان یحییٰ بن جاثبہ، ایک روایت ہے: **لَمَّا جُوعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَضَى حَزَنَةً مَالِكٌ وَالِدُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ خَشِيَ انْقِطَاعَهُ وَلَا خَائِئِيضَ قَالُوا: يَا وَفِيَّةُ فَقَالَ: لَا وَاللَّهِ لَا أَفْجُئُهُ أَبَدًا ثُمَّ أَزْدَدْنَاهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْحَقَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا.**

(انوار محمدیہ، صفحہ: 29؛ مدارج، جلد اول، صفحہ: 31؛ شفا، صفحہ: 41)

ترجمہ: جب (احمد میں) سرور و وجہاں صلی اللہ علیہ وسلم غمی ہوئے تو ابو سعید خدری کے والد مالک بن سنان نے آپ کے رخم کو چوس کر صاف کر دیا جس کی وجہ سے وہ سفید نظر آنے لگا۔ صحابہ کرام نے کہا کہ اس کو اپنے منہ سے باہر ڈال دو، انھوں نے کہا: واللہ! میں کبھی بھی اس کو اپنے منہ سے باہر نہ ڈالوں گا، پھر انھوں نے اس خون کو پی لیا، یہ دیکھ کر سرکار نے فرمایا: جو شخص یحییٰ مرد کو دیکھتا چاہے اس کو دیکھ لے۔



سخان اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پینے والا جنتی ہو جاتا ہے، حالانکہ دوسرے انسانوں کا خون پینا حرام ہے اور اس پر نفس وارد ہے۔

## آپ کا بول و براز اُمت کے حق میں پاک ہے

سرور دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا بول و براز اُمت کے حق میں پاک ہے، اگر یہ بول کپڑے پر لگ جائے تو ناپاک نہ ہوگا اور بول کا پینا بھی جائز ہے، شفا شریف میں ہے:

فَقَدْ قَالَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَظْهَرُ هَذَيْنِ الْخَدَتَيْنِ مِنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَوْلُ بَعْضِ أَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ:

ترجمہ: اہل علم سے ایک قوم نے فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بول و براز پاک ہے اور یہی قول بعض شوافع کا ہے۔

حضرت یوسف اسلمیل مہمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَفِي هَذِهِ الْأَحَادِيثِ دَلَالَةٌ عَلَى ظَهَارَةِ بَيِّنَاتِهِ وَذَمِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ ابْنُ حَجَرٍ قَدْ تَكَثَّرَتْ الْأَدِلَّةُ عَلَى ظَهَارَةِ فَضْلَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَقَلَ الْقَوَوِيُّ عَنِ الْقَاضِي حُسَيْنٍ أَنَّ الْأَصْحَاحَ الْقَطْعَ بِظَهَارَةِ التَّجَنُّبِ وَبِهَذَا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ فَقَرَأَ اللَّهُ عَنْهُ كَمَا قَالَهُ الْعُتْبِيُّ:

ترجمہ: ان حدیثوں میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیشاب اور خون کی طہارت کا ثبوت موجود ہے۔ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت پر بہت سے دلائل ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی حسین سے نقل کیا ہے کہ زیادہ صحیح یہ بات ہے کہ آپ کے تمام فضلات اور خون پاک ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے جیسا کہ معنی نے کہا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دریں احادیث دلائل است بر طہارت بول و دم آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و بریں قیاس سائر فضلات و یعنی شارح معجم بخاری کہ خفی مذہب است گفتہ کہ ہمیں قائل است امام ابو حنیفہ و شیخ ابن حجر گفتہ کہ دلائل و دلائل و دلائل

مواظعہ رضویہ فضلات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 32)

ترجمہ: یہ حدیثیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور خون کی طہارت پر دلالت کرتی ہیں، باقی فضلات کو بھی اسی پر قیاس کریں۔ علامہ معنی شارح معجم بخاری جو خفی مذہب سے ہیں انھوں نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا یہی قول ہے اور شیخ ابن حجر نے کہا ہے کہ آپ کے فضلات کی طہارت پر بہت سے دلائل موجود ہیں۔

## آپ کا بول و براز خوشبودار تھا

حضور سرِ پانور صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت فرماتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کا بول و براز نکل جاتی جہاں سے خوشبو آتی تھی۔ (مدارج، ج: 1، ص: 30، شفا، ص: 40)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے ہیں مگر ہم وہاں کوئی چیز نہیں دیکھتے، فرمایا: عائشہ! تو نہیں جانتی ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جو چیز نکلتی ہے زمین اس کو نگل جاتی ہے، اس لیے کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 31، شفا، صفحہ: 40)

حضرات! آپ کا بول (پیشاب) اتنا پاکیزہ اور خوشبودار تھا کہ اگر کوئی با قسمت پی جاتا تو اس کے بدن سے خوشبو آتا کرتی تھی۔

**حکایت:** ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب مبارک پی گیا تو جب تک زندہ رہا اس کے بدن سے خوشبو آتی تھی اور اس کی اولاد سے بھی کئی بیڑھیں تک خوشبو آتی رہی۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 31، مظاہر حق، جلد اول، صفحہ: 135)

## آپ کا بول مبارک باعث شفا ہے

آپ کا بول پی لینے سے پیٹ کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک عادت تھی کہ رات کو اپنی چار پائی کے نیچے ایک پیالہ رکھتے تھے کہ جس میں رات کو پیشاب کیا کرتے تھے (یہ اُمت کے بوڑھوں کے لیے ایک قسم کی تعلیم ہے) ایک رات اس



بیالہ میں پیشاب کیا۔ جب صبح ہوئی تو فرمایا: ام ایمن! بیالہ میں جو کچھ ہے اس کو باہر گرادو۔  
بیالہ بالکل خالی تھا، اس میں کچھ بھی نہ تھا۔ ام ایمن نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں بیاسی تھی  
لاطی میں اس کو پی لیا ہے۔ آپ نے تبسم فرمایا اور کہا: ام ایمن! تیرا پیٹ کبھی درد نہیں کرے گا۔  
(مدارج، جلد اول، صفحہ: 31، شفا، صفحہ: 41، انوار محمدیہ، صفحہ: 219)  
ایک خاتون برکت نام کی تھی جو آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتی تھی۔ ایک  
دن اس نے آپ کا پیشاب پی لیا تو آپ نے فرمایا کہ تو کبھی بھی بیمار نہ ہوگی۔ چنانچہ وہ خاتون عمر  
بھر بیمار نہ ہوئی۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 31)

جنت جنت

سولہواں وعظ

## حضور اقدس کے اعضا کا حسن و جمال

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

وَالضُّعْيُ وَاللَّيْلُ إِذَا تَجَنَّبَ (سورہ ضحیٰ)

محبوب کے رخ انور کی قسم اور قسم ہے محبوب کے زلفوں کی جب چہرے پر چھا جائیں۔  
حضرات! ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عضو اپنے حسن و جمال میں بے مثال ہے۔  
قرآن کریم میں چہرہ مبارک کا ذکر اس طرح بیان کیا گیا:

فَذَرْنِي تَقَلُّبُ وَجْهَكَ فِي السَّمَاءِ (پارہ: 2)

زبان پاک کا اس طرح ذکر ہوا: وَمَا تَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ (پارہ: 27)

زبان مبارک کا دوبارہ اس طرح ذکر کیا گیا: نِقَائِمًا تُنْقِئُونَ نَأْفًا وَبِلْسَانِكِ (پارہ: 25)

آنکھ مبارک کا اس طرح ذکر کیا گیا: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ (پارہ: 27)

ہاتھ اور گردن کا اس طرح ذکر کیا گیا: وَلَا تَجْعَلْ بَيْنَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ (پارہ: 15)

سینہ مبارک کا اس طرح ذکر کیا گیا: اللَّهُ لَشَرِّحَ لَكَ صَدْرَكَ (پارہ: 30)

قلب مبارک کا یوں ذکر کیا گیا: كَذَّبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ (پارہ: 27)

قلب مبارک کا دوبارہ یوں ذکر کیا گیا: نَزَّلَ بِهِ الرُّوحَ الْأَمِينُ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ (پارہ: 19)

پشت کا اس طرح ذکر کیا گیا: وَوَضَعْنَا عَنكَ وَزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ (پارہ: 30)

## چہرہ اقدس کا بیان

آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور جمال الہی کا آئینہ تھا اور انوار لامتناہی کا مظہر آتم  
تھا۔ اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہو تو چہرہ مصطفیٰ کو دیکھ لو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:



مَنْ رَأَى فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ. جس نے مجھ دیکھا اس نے اللہ کو دیکھ لیا۔

کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جمال الہی کا آئینہ اور منظر اتم ہیں۔ (مدارج، ج: 1، ص: 5)  
چہرہ انور، انوار الہی کی تجلی گاہ تھا کہ غیر مسلم چہرہ انور دیکھ کر مسلمان ہو جاتے۔ حضرت  
عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے چہرہ انور کو دیکھا تو کہہ اٹھے کہ یہ چہرہ کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا اور نور  
مسلمان ہو گئے۔ یہ وہ چہرہ انور ہے جس کی قسم خالق کائنات کھاتا ہے اور فرماتا ہے:

وَالضُّحَى وَاللَّيْلُ إِذَا سَجَى. (پارہ: 30)

چہرہ انور کی قسم اور قسم ہے اُس زلف سیاہ کی جب کہ چہرے پر چھا جائیں۔  
وہ چہرہ اقدس جس کو خود خالق کائنات نظر رحمت سے دیکھتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

قَدْ نَرَى تَغَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ. (پارہ: 2)

واقعی ہم آپ کے چہرے کو دیکھ رہے ہیں جو بار بار آسمان کی طرف اٹھتا ہے۔

وہ چہرہ مصطفیٰ جو سورج اور چاند کی طرح چمکدار تھا۔ حضرت جابر بن سرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
سے جب کسی نے پوچھا تو فرمایا: قَالَ رَجُلٌ وَجْهَهُ مِثْلُ الشَّمْسِ قَالَ لَا يَلْ تَكُنْ مِثْلُ  
الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَكَانَ مُسْتَدِيرًا. (مشکوٰۃ، صفحہ: 515)

ترجمہ: کسی نے پوچھا کہ کیا آپ کا چہرہ تلواریں کی مانند تھا؟ فرمایا: نہیں، بلکہ آفتاب اور چاند  
کی طرح چمکدار اور گول تھا۔

وہ چہرہ انور جس سے بڑھ کر کوئی حسین چہرہ پیدا نہیں ہوا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ فرماتے ہیں: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّا  
الشَّمْسُ تَجُورُ فِي وَجْهِهِ. (مشکوٰۃ، صفحہ: 518)

ترجمہ: میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو خوبصورت نہیں دیکھا، گویا کہ  
سورج آپ کے چہرے میں اتر آیا تھا۔

وہ مبارک چہرہ جو وقتِ مسرت چمک اٹھتا تھا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
فرماتے ہیں: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَارَ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتَّى كَانَ وَجْهَهُ  
قِطْعَةً قَمَرٍ وَكُنَّا نَعْرِفُ ذَلِكَ. (متفق علیہ، مشکوٰۃ، صفحہ: 518)

ترجمہ: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ جگمگنے لگتا تھا، یہاں  
تک کہ آپ کا چہرہ چاند کا ککڑا بن جاتا تھا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: كَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا سَارَ تَنَوَّرَ نَوَّارًا وَجْهَهُ كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ. (انوار محمدیہ، ص: 195، مدارج، ج: 1، ص: 6)

ترجمہ: جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تو آپ کے چہرے کی ککڑیاں اس طرح  
چمک اٹھتی تھیں گویا چاند کا ککڑا ہے۔

ایک ہمدانی صحابیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: تَخَيَّرْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَقُلْتُ لَهَا شَيْئًا وَجْهَهُ قَالَتْ: كَأَنَّ قَمَرًا لَيْلَةً لَيْلَةً لَيْلَةً لَيْلَةً وَلَا تَخْذَلُ مِنْهُ.

(انوار محمدیہ، صفحہ: 196، مدارج، جلد اول، صفحہ: 6)

ترجمہ: میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کیا۔ پھر اُس خاتون سے کہا کہ حضور  
کے چہرے کا وصف بیان کرو، اُس نے کہا: (آپ کا چہرہ) چودھویں رات کے چاند کی مانند تھا۔  
میں نے نہ آپ سے پہلے اور نہ بعد میں کسی کو آپ کی شکل دیکھا۔

حضرت ابن ابی ہالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

يَتَنَلَّأُ وَجْهَهُ تَلَلًا لَوْ الْقَمَرُ لَيْلَةً لَيْلَةً. (انوار محمدیہ، صفحہ: 196)

ترجمہ: آپ کا چہرہ اقدس ایسا چمکتا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے۔

## مبارک لب

ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک لب باریک اور خوبصورت تھے، گویا گلاب  
کے پھول کی پتیاں تھیں، ہر وقت ان لبوں پر تبسم رہتا تھا۔ علامہ طبرانی بیان کرتے ہیں: كَانَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنًا لِلَّهِ شَفِيعًا. (انوار محمدیہ، صفحہ: 200)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک لب تمام بندوں سے زیادہ خوبصورت تھے۔

## دندان مبارک

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک نورانی اور چمکدار تھے، گویا موتیوں کی



لایاں تھیں اور ان کے درمیان کھڑکیاں تھیں جن سے نور جھرتا تھا۔ حضرت ابن ابی ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے مبارک دانتوں کے متعلق فرماتے ہیں: أَشَدُّ مَقْلَعِ الْأَسْنَانِ۔

آپ کے مبارک دانت بارونق (چمکیلے) اور کشادہ تھے۔

آپ کے دانت اتنے چمکیلے اور نورانی تھے کہ ان سے نور جھرتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْلَجَ الْخَيْطَيْنِ إِذَا تَكَلَّمَ زَيْ كَالثُّورِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَائِيكِهِ (دارمی، مشکوٰۃ، صفحہ: 518)

ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دو دانت کشادہ تھے، جب گفتگو فرماتے تو آپ کے دونوں دانتوں کے درمیان سے نور نکلتا تھا۔

جب آپ ہنستے تو آپ کے دانتوں سے اتنا نور نکلتا کہ دیواریں چمک جاتی تھیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ الشَّمْسُ تَخْرُجُ فِي وَجْهِهِ وَإِذَا خَافَتْ بَنَاتُ الْمَوْتِ فِي الْجَنَّةِ (شفا، صفحہ: 39، نشر الطیب، صفحہ: 118، مدارج، جلد اول، صفحہ: 11)

ترجمہ: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور میں سورج جاری ہوتا تھا اور جب ہنستے تو آپ کے نور سے دیواریں چمک جاتی تھیں۔

## لعاب مبارک کی خوشبو

آپ کا لعاب دہن خوشبودار، شہد سے زیادہ میٹھا، عاشقوں اور بیماروں کے لیے شفا ہے۔ جس چیز میں آپ کا لعاب مبارک پڑ جاتا وہ خوشبودار ہو جاتی، جیسا کہ روایت ہے:

مَجَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بِلْبُرٍ فَقَفَّاحٌ مِنْهَا زَائِيحَةُ الْبَسِيطِ (انوار محمدیہ، صفحہ: 200، مدارج، جلد اول، صفحہ: 11)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنویں میں کلی فرمائی جس سے اس کنویں سے کستوری کی خوشبو آنے لگی۔

امام طبرانی بیان کرتے ہیں: دَخَلَتْ عَلَيْهِ عَمْرُوَةُ بِنْتُ مَسْعُودٍ هِيَ وَأَخُوَاهَا ثَبَاتُ بْنُ يَزِيدٍ وَهْنٌ خَمْسٌ فَوَجَدْنَهُ يَأْكُلُ قَبِدَةً فَمَضَغَ لَبَنٌ قَبِدَةً فَمَضَغَتْهَا كُلُّ وَاحِدَةٍ وَطَعَةً فَلَقْنَهُ

اللَّهُ وَمَا وَجَدْنَا فِيهِمْ خُلُوفٌ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ: 200)

یعنی آپ کی خدمت میں عیسیرہ بنت مسعود اپنی پانچ بہنوں کے ساتھ حاضر ہوئیں اور بیعت حاصل کیا، اس وقت حضور خشک گوشت کھا رہے تھے، تو آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو گوشت منہ سے چا کر دیا، جس کو ان میں سے ہر ایک نے ایک ایک ٹکڑا چبایا، تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے شریاب ہوئیں اور ان کے منہ میں بدبو کبھی بھی نہ آئی۔

حضرات اوکیا جو چیز ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب سے لگ جاتی ہے، وہ بے بھی خوشبودار ہو جاتی ہے، بلکہ دوسری چیز کو بھی خوشبودار بنا دیتی ہے۔

## لعاب کی مٹھاس

آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک لعاب شہد سے زیادہ میٹھا اور شیریں تھا۔ جس چیز میں پڑ جاتا اس کو بھی شیریں اور میٹھا بنا دیتا۔ ایک روایت ہے کہ تَبَصَّقَ فِي بِلْبُرٍ فِي قَارِ أَنْتَسِ فَلَمَّا يَبَسَ الْبِلْبُرُ فِي قَارِ أَنْتَسِ (انوار محمدیہ، صفحہ: 220، مدارج، جلد اول، صفحہ: 11)

یعنی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کے گھر میں جو کھاری کنواں تھا اس میں اپنا لعاب ڈالا، تو وہ اتنا میٹھا ہو گیا کہ مدینہ منورہ میں اس سے زیادہ میٹھا کوئی کنواں نہ رہا۔

## لعاب کی شفا

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب ایسا نورانی تھا کہ جس بیمار کو دیا جاتا وہ شفا پا جاتا۔ حضرت کھل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَا تُعْطَيْنَ هَذِهِ الرَّايَةُ غَدًا رَجُلًا يَفْتَتِحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْتَدُّونَ أَنْ يُعْطَاهَا فَقَالَ أَيْنَ عَيْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالُوا هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَسْتَكْبِرُ عَيْنَيْهِ قَالَ فَارْتَدُّوا إِلَيْهِ فَأَتَى بِهِ فَبَصَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ فَبَرَأَ عَقْبَى كُلِّ مَنْ يَكُنْ بِهِ وَجَعٌ فَأَعْطَاهَا الرَّايَةَ (مشکوٰۃ، صفحہ: 563)



ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کے روز فرمایا کہ میں کل ایسے شخص کو چھنڈا دوں گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر فتح عنایت فرمائے گا، جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول اس کو دوست رکھتے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو صحابہ کرام صبح سویرے ہی خدمت نبوی میں حاضر ہو گئے۔ ان میں سے ہر ایک یہی تمنا رکھتا تھا کہ چھنڈا مجھے عطا ہو۔ لیکن حضور نے فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں، فرمایا: ان کو بلا لاؤ، چنانچہ ان کو بلا یا گیا تو آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب مبارک ڈال دی، تو وہ ایسے اچھے ہو گئے گویا ان کو درد تھا ہی نہیں، پھر آپ نے ان کو عطا فرمایا۔

### لعاب مبارک کی غذا ایت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک لعاب شفا کے ساتھ غذا بھی تھا اور وہ بھی نہایت نفیس غذا، جو بھوک اور پیاس میں دودھ اور پانی کا کام دیتا تھا۔ شیخ عبدالحق دہلوی و علامہ یوسف مہمانی لکھتے ہیں: ایک بار طفلان شیر خوارہ رانزد آں حضرت آوردند پس انداخت آب دهن خود را در دہانہائے ایشان پس سیراب شدند و شیر خوردند در آں روز۔ روزے امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت تشنہ بود۔ پس آں حضرت زبان شریف خود را در دہان وے نہاد و بکشد آں را تمام آں روز سیراب بود۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 11، انوار محمدیہ، صفحہ: 200)

یعنی ایک دفعہ دودھ پیتے بچوں کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تو آپ نے اپنا لعاب مبارک ان کے منہ میں ڈال دیا، پھر ایسے سیراب ہو گئے کہ اس دن انہوں نے دودھ نہ پیا۔ ایک دن امام حسن رضی اللہ عنہ بہت پیاسے ہو گئے تو سرکار نے اپنی زبان اقدس کو ان کے منہ میں رکھ دیا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے زبان کو چوسا تو سارا دن سیراب رہے۔ (دودھ کی ضرورت نہ ہوئی)

☆☆☆

ستر ہواں وعظ

### مبارک آنکھوں اور زلفوں کا حسن

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَفَى: (پارہ: 27)

ترجمہ: آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

حضرات انسان ضعیف النسیان ان مبارک آنکھوں کی صفت کیا بیان کر سکتا ہے، جن آنکھوں نے ذات الہی کے جلوے دیکھے ہوں اور جن کا وصف خود اس کا خالق فرماتا ہو۔

ارشاد باری ہوتا ہے: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَفَى: (پارہ: 27)

یعنی آنکھ یار کا جلوہ دیکھتے ہوئے، نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

مبارک آنکھیں بے حد خوبصورت تھیں اور ان کی پتلی سیاہ تھی، بغیر سرمہ لگائے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سرمہ لگا ہوا ہے اور آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے تھے جو آنکھوں کے حسن و جمال کو چار چاند لگاتے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

أَذْجَعُ الْعَيْنَيْنِ أَهْدَبُ الْأَشْفَارِ: (مشکوٰۃ، صفحہ: 517)

یعنی آپ کی آنکھیں بڑی موٹی سیاہ رنگ کی تھیں اور پتلیں دراز تھیں۔

حضرت جابر بن سرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيعَ الْفَقْرِ أَشْجَلَ الْعَيْنِ: (مشکوٰۃ، صفحہ: 516)

یعنی آپ کا منہ کشادہ تھا اور آنکھوں کی سفیدی میں سرخی ملی ہوئی تھی۔

### مبارک آنکھوں کا کمال

آپ کی آنکھیں اندھیرے میں بھی ایسا دیکھتی تھیں جیسے روشنی میں دیکھتی ہوں۔ حضرت



عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرَى فِي الظُّلُمَةِ كَمَا يَرَى فِي الضُّوءِ.

(شفا، صفحہ: 43، انوار محمدیہ، صفحہ: 196)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے میں ایسا دیکھتے تھے جیسے روشنی میں دیکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرَى بِاللَّيْلِ فِي الظُّلُمَةِ كَمَا يَرَى بِالنَّهَارِ فِي الضُّوءِ.

(انوار محمدیہ، صفحہ: 196، مدارج، جلد اول، صفحہ: 8)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیرے میں ایسا دیکھتے تھے جیسے دن کی روشنی میں۔ وہ مبارک آنکھیں دور والی شے کو بھی ایسا دیکھتی تھیں جیسے قریب والی شے کو دیکھتی تھیں، روایت ہے: كَانَ يَرَى مِنْ بَعِيدٍ كَمَا يَرَى مِنْ قَرِيبٍ. (نشر الطیب، صفحہ: 112)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دور سے ایسا دیکھتے تھے جیسے قریب سے دیکھتے ہیں۔

1- آپ نے مدینہ منورہ میں ملک حبشہ کے نجاشی بادشاہ کا جنازہ دیکھا اور صحابہ کرام کے ساتھ اس کی نماز جنازہ ادا کی۔

2- معراج کے اعلان کے بعد جب کفار نے بیت المقدس کا نقشہ دریافت کیا تو آپ کو معظمہ سے بیت المقدس کو دیکھتے جاتے تھے اور قریش کو اس کا نقشہ بتاتے جاتے تھے۔

3- جب آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر مدینہ منورہ میں شروع کی تو کعبہ معظمہ کو دیکھ کر مسجد کی سمت قبلہ درست فرمائی۔

4- ایک دفعہ سورج گرہن لگا تو آپ نے صحابہ کرام کے ساتھ نماز کسوف ادا فرمائی، فراغت کے بعد صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ اس مقام میں کھڑے ہو کر کسی شے کو پکڑنے کا ارادہ فرما رہے ہیں، پھر آپ پیچھے ہٹ گئے، کیا بات تھی؟ فرمایا: میں نے جنت کو دیکھا اور ارادہ کیا کہ اس کا ایک خوشہ انگو پکڑوں، اگر اس کو پکڑ لیتا تو تم اُسے کھاتے رہتے لیکن وہ خوشہ ختم نہ ہوتا۔ پھر فرمایا کہ میں نے دوزخ کو دیکھا ہے جس کا بہت برا منظر تھا۔

سبحان اللہ! وہ مبارک آنکھیں مدینہ طیبہ سے جنت و دوزخ کو دیکھتی ہیں، جنت آسمانوں

کے اوپر اور دوزخ تمام زمینوں سے نیچے ہے۔

5- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے اور فرمایا: ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ ایک کو تو اس لیے کہ وہ پیشاب کے پانی سے گزرے اور فرمایا: ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ ایک کو تو اس لیے کہ وہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرے کو اس لیے کہ وہ چغل خوری کرتا تھا۔ (مشکوٰۃ، صفحہ: 42)

فائدہ: ان حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی مبارک آنکھوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، خواہ دور دور یا زمین میں پوشیدہ، اس لیے اُن لوگوں کا قول مردود ہے جو یہ کہتے ہیں کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایں جا اشکال سے آراء کے در بعض روایات آمد است کہ گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ من بندہ ام، نمی دانم آنچه در پس ایں دیوار است۔ جوابش اں است کہ ایں سخن اصلی ندارد روایت بدل صحیح تھدا است۔

(مدارج، جلد اول، صفحہ: 9)

ترجمہ: کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میں بندہ ہوں، میں نہیں جانتا کہ دیوار کے پیچھے کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات کی کوئی اہمیت نہیں اور اس سلسلے میں کوئی صحیح روایت وارد نہیں ہوئی۔

فرمایا جائے ان مبارک آنکھوں پر جو آگے پیچھے یکساں دیکھتی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي إِصْمَأْكُمْ فَلَا تَتَّبِعُونِي بِالرُّكُوعِ وَلَا بِالسُّجُودِ وَلَا بِالْقِيَامِ وَلَا بِالْإِنْشَاءِ أَفَ قَاتِي أَرَأَيْكُمْ أَتَمَاجِي وَمِنْ خَلْفِي. (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 101)

ترجمہ: ایک روز ہم کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، جب نماز پوری کر لی تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: لوگو! میں تمہارا امام ہوں، مجھ سے پہلے رکوع و سجدہ اور قیام نہ کیا کرو، بے شک میں تم کو اپنے آگے اور پیچھے سے (یکساں) دیکھتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ



وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَفِي مُؤَخَّرِ الصُّبْحِ رَجُلٌ فَأَسَاءَ الصَّلَاةَ فَلَمَّا سَلَّمَ كَادَتْ رُسُودُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْفَلَنُ لَا تَقْبَلُ اللَّهُ إِلَّا تَرَى كَيْفَ تُصَلِّي أَنْتُمْ تَرَوْنَ إِنَّهُ يَخْلُقُ عَلَى شَيْءٍ مِمَّا تَصْنَعُونَ وَاللَّهُ لَا يَرَى مِنْ خَلْفِي لَنَا أَرَى مِنْ بَيْنِ يَدَيْ - (مسند احمد، مشکوٰۃ، صفحہ 77)

ترجمہ: ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھائی۔ آخری صف میں کسی نے نماز میں خرابی کی، جب سلام پھیرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آواز دی: اے فلاں! کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا؟ کیا نہیں دیکھتا کہ تو کیسے نماز ادا کرتا ہے؟ تم گمان کرتے ہو کہ تمہارے افعال مجھ پر پوشیدہ ہیں۔ واللہ! میں جیسے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسے اپنے آگے۔

وہ مبارک آنکھیں جو صرف ظاہری کو نہیں دیکھتیں، بلکہ باطن کو بھی ملاحظہ فرماتی ہیں اور دل کے پوشیدہ رازوں کو بھی دیکھ لیتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِيلَ تَرَوْنَ وَهَيْتَا قَوْلَهُ وَمَا يَخْفَى عَنْكَ خَشَوْكُمْ وَلَا تَكُونُوا عِنْدَهُ إِلَّا لَزَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي - (بخاری، جلد اول، صفحہ 59)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا قبلہ یہ ہے؟ واللہ! مجھ پر تمہارا خشوع اور نہ رکوع مخفی ہے۔ بے شک میں تم کو اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

**فائدہ:** حضرات! خشوع، دل کی ایک کیفیت کا نام ہے جو نمازی کو نماز میں حاصل ہوتی ہے۔ مگر نگاہ مصطفیٰ پر قربان جائے کہ وہ نمازی کے دل کا خشوع بھی دیکھ لیتی ہے۔

وہ نورانی آنکھیں کہ بیک وقت تمام عالم کو دیکھ لیتی ہیں۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ زَوَىٰ لِيَ الْأَرْضَ، فَوَازَيْتُ مَسَارِقَهَا وَمَعَارِبَهَا - (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ 512)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات میں اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: تَحَاصِلُهُ أَنَّ طَوِيلَ لِهَ الْأَرْضِ وَجَعَلَهَا مُتَبَوِّعَةً كَهَيْئَةِ كَفِّ فِي مِرْآةٍ نَظِيرَةٍ - (حاشیہ مشکوٰۃ، صفحہ 512)

حاصل مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے زمین کو لپیٹ دیا ہے اور تمام زمین کو آپ کی آنکھوں کے سامنے ایسا کر دیا ہے جیسے ہاتھ کی ہتھیلی۔

**فائدہ:** ثابت ہوا کہ تمام عالم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر ہے، ایک ذرہ بھی

نظر پاک سے مخفی نہیں۔ رسول پاک نبی الانبیاء ہیں اور آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم (اولیائے کرام) سے بھی بوسیلتہ نبی، عالم میں ذرہ بھر کوئی چیز مخفی نہیں۔

ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اولیائے کرام کی نظر کے سامنے ہوتی ہیں۔ سیدی حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تَمَّا السَّنَوْتُ السَّنْعُ وَالْأَرْضُونَ السَّنْعُ فِي نَظَرِ الْعَتِيدِ الْعُودِ مِنَ الْآ كَحَلَقَةٍ مُتَلَقَاةٍ فِي فَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ - (ابریز شریف، صفحہ 242)

یعنی ساتوں آسمان اور ساتوں زمین مرد مومن کی نظر میں ایسے ہیں جیسے ایک حلقہ جنگل میں پڑا ہوا ہو۔

علامہ جابری فرماتے ہیں: حضرت عزیز الی علیہ الرحمہ گفتہ اند کہ زمین در نظر این طائفہ چون سترہ است و مای گوئیم کہ چون ناخن است بچ چیز از نظر ایشان غائب نیست۔ (نفحات الانس) یعنی حضرت عزیز الی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ گرد و اولیا کی نظر میں زمین ستر خوان کی طرح ہے اور ہم کہتے ہیں کہ مثل ناخن کے ہے کہ کوئی چیز ان کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔

## بال مبارک

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال بہت خوبصورت، بڑے سیاہ، نرم اور قھوڑے بھرے ہوئے تھے، نہ بہت گھونگرا لے نہ بالکل سیدھے، جو کبھی دوش مبارک تک پہنچتے تو کبھی نرم گوش تک اور بالوں کے درمیان مانگ نکالا کرتے تھے۔

## صحابہ کرام اور بال مبارک

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے یہاں حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال بڑے محبوب اور معظّم تھے۔ ایک بال مبارک ان کے نزدیک تمام دنیا کے مال و حرام سے زیادہ پیارا تھا۔ حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ثَلَاثٌ يُغْنِيَنَّكَ عَنْكَ مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَبَتْهُ مِنْ قَبْلِ أَنِّي قَالَ: لِأَنَّ تَكُونُ عَلَيْهِ شَعْرَةٌ مِثْلُ أَحَبِّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا - (الوارعیہ، صفحہ 214)



ترجمہ: میں نے حضرت عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرے پر جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واسطے ہم کو حاصل ہوئے ہیں، فرمایا: میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال بھی دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، اس سے زیادہ محبوب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: تَزَايَتْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْخَلْقُ بِخَلْقِهِ وَأَطَافَ بِهِ أَصْحَابُهُ فَتَاوَرْتُوْنَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِي يَدِي وَخَلِيٍّ

(مسلم، انور احمد، صفحہ: 214)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجام آپ کے بال اتار رہا تھا اور آپ کے ارد گرد آپ جیسے اصحاب طواف کر رہے تھے، وہ یہی ارادہ رکھتے تھے کہ بال مبارک کسی کے ہاتھ ہی میں گرے۔

**فائدہ:** پتہ چلا کہ صحابہ کرام کے ذہنوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک بالوں کی اتنی عظمت تھی کہ زمین پر بال مبارک گرنے نہیں دیتے تھے، بلکہ اپنے ہاتھوں میں پکڑ لیتے، تاکہ وہ بال مبارک ان کے لیے نجات کا ذریعہ بن جائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے بال مبارک بطور تبرک اپنے صحابہ میں تقسیم کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى الْجُبْنَ فَرَمَاهَا ثُمَّ أَتَى مَنْزِلَهُ يَحْمِلُ وَتَحْتَهُ نُسْكَهُ ثُمَّ دَعَا بِالْخَلْقِ وَتَأَوَّلَ الْخَالِقَ شِقَّةَ الْأَيْمَنِ فَخَلَقَهُ ثُمَّ دَعَا أَبَا طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيَّ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ ثُمَّ تَأَوَّلَهُ الشِّقَ الْأَيْسَرَ فَقَالَ إِيْحِلْ فَخَلَقَهُ فَأَعْطَاهُ أَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ إِيْحِلْ فَأَقْبَسَهُ بَيْنَ النَّاسِ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، صفحہ: 232)

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جبرہ کے پاس تشریف لائے اور نگریاں ماریں، پھر اپنی منزل میں جو مٹی میں تھی تشریف فرما ہوئے اور قربانی فرمائی، پھر حجام کو بلوایا اور سر کا داہا حصہ اس کو پکڑا، اس نے اس کا حلق کیا، پھر آپ نے ابو طلحہ انصاری کو بلایا، ان کو یہ بال عنایت فرمائے، پھر آپ نے بابا یاں حصہ حجام کو پکڑا اور فرمایا کہ اس کو موٹو، اس نے اس کو موٹا کیا۔ آپ نے ان بالوں کو بھی ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو دے کر فرمایا کہ یہ لوگوں میں تقسیم کر دو۔

## مبارک بالوں کی برکت

حضور سر اپنا رسول اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال باعث برکت تھے۔ صحابہ کرام ان سے برکت حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ حاکم و دیگر محدثین روایت کرتے ہیں کہ جنگ یرموک میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گم ہو گئی، آپ گھوڑے سے اتر کر اپنی ٹوپی تلاش کرنے لگے۔ مسلمان فوجیوں کو حضرت خالد کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور کہا کہ تیر برس رہے ہیں، کھواریں چل رہی ہیں، موت و حیات کا سوال ہے اور فوج کا جرنیل گھوڑے سے اتر کر ٹوپی کی تلاش میں ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ٹوپی کی تلاش کے بعد فوجیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: تمہاری حیرانگی بجا ہے مگر تمہیں معلوم نہیں کہ میری ٹوپی میں سردار دو جہاں جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال ہیں۔

جب سردار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ فرما کر اپنے بال کٹوانے لگے تو ہر صحابی آپ کے بال مبارک حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا، میں نے بھی آگے بڑھ کر آپ کی پیشانی مبارک کے بال حاصل کیے اور اپنی ٹوپی میں رکھ لیے، پھر فرمایا: فَخَلَقَهُ أَشَقُّنَ وَقَالَ وَهِيَ مَبْعُ إِلَّا زُوْفَتُ الشَّعْرُ (حجۃ العالمین، صفحہ: 686، مدارج، حصہ اول، صفحہ: 244)

یعنی کسی جنگ میں حاضر ہوتا اور وہ مبارک بال ساتھ ہوتے تو مجھے اللہ کی نصرت حاصل ہوتی۔ حضرت عثمان بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نَزَّ سَلْبِي أَخْلَى إِلَى أَمْرِ سَلْمَةَ بَلْدَجٍ مِنْ مَاءٍ وَقَبِضَ اسْرَ الْإِثْلِ ثَلَاثَ أَصَابِعٍ مِنْ قَصَّةٍ فِيهِ شَعْرٌ مِنْ شَعْرٍ وَكَانَ إِذَا أَصَابَ الْإِنْسَانَ عَقْنٌ أَوْ شَيْءٌ بُعِثَ إِلَيْهَا مُخَضَّبَةً (بخاری، صفحہ: 875)

ترجمہ: مجھے میرے گھروالوں نے پیالے میں پانی دے کر اُم سلمہ کے پاس بھیجا (کہ ان سے حضور کے بالوں کا پانی لاؤں) تو اسرائیل نے تین چلو پانی اس پیالے سے جس میں آپ کے مبارک بال تھے، میرے پیالے میں ڈال دیا۔ چنانچہ جب کسی کو نظر بد لگ جاتی یا اور کوئی بیمار ہوتا تو اُم سلمہ کے پاس برتن بھیج دیا جاتا۔

**فائدہ:** اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال



میں شفا ہے اور مریض ان سے شفا حاصل کرتے ہیں۔

**حکایت:** بلخ شہر میں ایک مال دار شخص رہتا تھا، اس کے دو بیٹے تھے، جب وہ مالدار شخص مر گیا تو ہر ایک بیٹے نے نصف نصف ترکہ لے لیا۔ اس ترکے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مبارک بال بھی تھے۔ ہر ایک بیٹے نے ایک ایک بال لے لیا اور ایک بال مبارک باقی رہ گیا، تو بڑے لڑکے نے کہا: اس بال کے دو ٹکڑے کر کے تقسیم کر لیں۔ چھوٹے لڑکے نے کہا کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کے دو ٹکڑے نہیں کر سکتے، کیوں کہ حضور کے بال مبارک معظم ہیں، اس کو توڑنا مناسب نہیں ہے۔

بڑے لڑکے نے کہا کہ تو میراث سے اپنا حصہ صرف بال سے لے لو اور مال مجھے دے دو۔ چھوٹے بیٹے نے کہا کہ ہاں! مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بال دے دو اور تم تمام مال لے لو۔ چنانچہ بڑے بیٹے نے تمام مال لے لیا اور چھوٹے بیٹے نے صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین بال لے لیے۔ قدرت الہی سے کچھ مدت کے بعد بڑے بیٹے کا سب مال ہلاک ہو گیا اور وہ فقیر بن گیا۔ اس نے ایک روز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو اس نے رسول پاک کی خدمت میں اپنے مال کی شکایت کی: آپ نے فرمایا: او بد نصیب! تو نے دنیا کے مال کو پسند کیا اور میرے بالوں سے اعراض کیا، مگر تیرے بھائی نے میرے بالوں کو اختیار کیا جب وہ ان کی زیارت کرتا ہے تو مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا و آخرت میں نیک بخت بنا دیا ہے۔ جب یہ خواب سے بیدار ہوا تو وہ فوراً اپنے چھوٹے بھائی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کی خدمت کرنے لگا۔ (نزہۃ المجالس، حصہ دوم، صفحہ: 93)

یہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی برکت جو دونوں جہانوں میں مومن کو فائدہ دیتی ہے۔

☆☆☆

اٹھارواں وعظ

## معراج کا بیان

يُنْجِئَانِ الَّذِي آمَنَ مَنِيَّ بَعْدِيهِ لَيْلًا قَبْلَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا خَلْقَهُ لِيُرِيدَ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔

(سورۃ بنی اسرائیل)

ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، جس کے آس پاس ہم نے برکت رکھی ہے کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سنا دیکھتا ہے۔

حضرات! اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہزاروں خصائص و فضائل، کمالات و کرامات اور معجزات عنایت فرمائی ہے، ان سب میں اعلیٰ جو خصوصیت و کرامت اور کمال و معجزہ عنایت ہوا وہ معراج ہے۔

### معراج کے متعلق عقیدہ

کہ معظمہ سے مسجد اقصیٰ تک اسرا کا ثبوت کتاب اللہ سے ہے، اس کا منکر کافر ہے اور مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک کی سیر کا ثبوت احادیث مشہورہ سے ہے، اس کا منکر مبتدع اور فاسق ہے۔ دیگر جزئیات عجائب و غرائب کا ثبوت اخبار آحاد سے ہے، ان کا منکر جاہل، محروم اور برعصیب ہے۔ (مدارج النبوة، حصہ اول، صفحہ: 189)

### معراج کی کیفیت کا بیان

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سیر کے دو حصے ہیں: ایک مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک،



اس کو اسرا کہتے ہیں اور دوسرا حصہ مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک ہے، اس کو معراج کہا جاتا ہے مگر عرف عام میں اس ساری سیر پر معراج کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ خواجہ نظام الدین اولیا قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ مسجد حرام سے بیت المقدس تک کا سیر اسرا ہے اور بیت المقدس سے آسمانوں تک کی سیر کا نام معراج ہے اور آسمانوں سے مقام قاب قوسین تک کا نام اعراج ہے۔

(نواحد الفوائد، جلد چہارم، صفحہ 350)

اہل اسلام کا کیفیت معراج میں اختلاف ہے، اس میں تین مشہور اقوال ہیں:

- 1- بعض کا قول ہے کہ معراج روحانی خواب میں تھا مگر سب کا اتفاق ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خواب حق اور وحی الہی ہوتے ہیں، جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں، کیونکہ آپ کے خواب میں آپ کا دل بیدار ہوتا ہے، فقط آنکھ خوابیدہ ہوتی ہے۔
- 2- بعض کا قول ہے کہ مسجد حرام سے لے کر بیت المقدس تک حالت بیداری میں جسمانی معراج تھی اور بیت المقدس سے آسمانوں تک روحانی تھی۔
- 3- جمہور علماء کا قول ہے کہ آپ کی یہ تمام سیر حالت بیداری میں تھی اور جسمانی معراج تھی، یہی مذہب اکثر صحابہ، تابعین، محدثین و فقہاء اور متکلمین و مفسرین کا ہے۔

(شفاء، صفحہ 113؛ مدارج النبوة، صفحہ 189، جلد اول)

- 4- بعض عرفا فرماتے ہیں کہ اسرا اور معراج بہت ہیں، یعنی وہ چوتیس ہیں جن میں سے ایک حالت بیداری میں معراج ہوئی اور باقی حالت خواب میں روحانی معراج ہوئیں۔

(مدارج، حصہ اول، صفحہ 190)

تفسیر روح البیان میں ہے: قَالَ السَّيِّحُ الْأَكْبَرُ قَدِيسٌ يَرْوَى أَنِّي مَعْرَاجَةٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَرْبَعٌ وَلَا تُؤْنَسُ وَاحِدَةٌ بِحَسْبِهِ وَالْبَاقِي بِوُجْهِهِ۔ (سیرت حلبیہ، صفحہ 404)

یعنی شیخ اکبر قدس اللہ سرہ بیان کرتے ہیں کہ معراج نبوی ۳۳ بار ہوئی، ایک بار جسمانی اور باقی (۳۳ بار) روحانی۔

## جسمانی معراج پر دلائل

مذہب جمہور یہی ہے کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی تھی نہ کہ روحانی۔

ان جسمانی معراج پر کثیر دلائل ہیں، ان میں سے چند لکھیں بیان کی جاتی ہیں:

- 1- اللہ تعالیٰ نے فرمایا انصاری یغنیہ اور عبد، روح و جسم کے مجموعہ کو کہتے ہیں، اس لیے لفظ عبد کا یہاں استعمال فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ معراج جسمانی تھی۔
- 2- حدیث پاک میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے براق کی سواری پیش کی گئی، جس پر آپ سوار ہو کر تشریف لے گئے۔ براق کا سواری بننا دلیل ہے کہ معراج جسمانی تھی، اس لیے کہ براق جو چوپایہ ہے اس پر جسم سوار ہوتا ہے نہ کہ روح، کیونکہ روح کو سواری کی حاجت نہیں ہوتی۔
- 3- اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انصاری۔ یہ رات کی سیر کو کہتے ہیں اور اسرا کا اطلاق اس سیر پر نہیں ہوتا جو خواب میں ہو۔

- 4- اللہ تعالیٰ نے قصہ معراج میں فرمایا: قَارَأَ الْبَقْرَةَ وَمَا ظَلَمَ، نہ یہ بھی ہوئی نگاہ اور نہ بکری۔ لفظ بقرہ جسمانی نگاہ کے لیے آتا ہے، خواب میں دیکھنے کو بقرہ نہیں کہتے۔ ثابت ہوا کہ معراج جسمانی تھی نہ کہ روحانی۔

- 5- معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک عظیم معجزہ ہے، اگر روحانی معراج ہوتی تو یہ معجزہ کیسے بن سکتا۔ معلوم ہوا کہ معراج جسمانی تھی۔

- 6- اگر معراج روحانی ہوتی تو کفار تک اس کو بعید نہ سمجھتے اور آپ کی تکذیب کے درپے نہ ہوتے، کیونکہ خواب میں ہر ایک کی روح دور دور تک قلیل عرصے میں سیر کر آتی ہے۔ کفار کی تکذیب اس بات پر شاہد ہے کہ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ جسمانی معراج کا تھا جس کو کفار نے بعید از عقل سمجھا اور تکذیب کے درپے ہو گئے۔

- 7- جب آپ نے معراج کا دعویٰ کیا تو ایک جماعت ضعیف ایمان والی یہ دعویٰ من کر مرتد ہوئی، مگر روحانی معراج کا دعویٰ ہوتا تو ان کے ارتداد کی کوئی صورت ممکن نہ تھی۔

ثابت ہوا کہ معراج جسمانی تھی۔ اس کے علاوہ مشاہیر علماء نے جسمانی معراج کی بہت سی دلیلیں پیش کی ہیں جو مختلف مطلوبات میں مذکور ہیں:

مَنْ شَاءَ فَلْيُجْعَلْ لِي حُجَّةً



## فلاسفہ کا انکار معراج

فلاسفہ ملحدین اور نیچری خیال کے وہم پرست واقعہ معراج سے انکار کرتے ہیں اور اس کو محال سمجھتے ہیں، ان کے دلائل یہ ہیں:

- 1- جسم ثقیل کا اوپر جانا عقلاً محال ہے۔
- 2- آسمانوں پر حضور جانیس سکتے، کیوں کہ آسمانوں کا خرق و التیام متعین ہے۔
- 3- راستے میں کمرہ ناری ہے، اس کا عبور ناممکن ہے۔
- 4- اتنے تھوڑے سے وقت میں آسمانوں پر جانا اور عجائب و غرائب ارضی و سماوی کی سیر کر کے اتنی جلدی واپس تشریف لانا کہ بستر بھی گرم رہے اور دروازے کی کنڈی بھی ہلتی رہے اور وضو کا پانی بھی نپکتا رہے، عقل کے نزدیک محال ہے۔

اہل اسلام کی طرف سے ان وہم پرستوں کے تمام اعتراضات کا جواب فقط ایک ہے کہ اگرچہ ان کے نزدیک یہ تمام باتیں محال ہیں مگر قدرت والے رب کے نزدیک یہ محال نہیں ہیں، کیوں کہ یہ سب محالات عادیہ ہیں نہ کہ محال بالذات اور محال بالذات پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اور محالات عادیہ ممکن بالذات ہوتے ہیں اور ممکن بالذات تحت قدرت ہے، اس لیے یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت ہیں اور معراج کرانا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے، اسی لیے فرمایا: سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ اور معراج کرانے کی نسبت اپنی ذات کی طرف فرمائی تاکہ منکرین کا کوئی اعتراض وارد نہ ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ اہل اسلام کے نزدیک معراج ایک معجزہ ہے اور معجزہ وہی ہوتا ہے جس کا وقوع عادتاً محال ہو، اگر یہ امور عادتاً محال نہ ہوتے تو معجزہ کیسے بن سکتے۔

☆☆☆

## انیسواں وعظ

## آسمانوں پر جانے کے منقولی دلائل

اہل اسلام کے یہاں آسمانوں کی سیر کے لیے جانے پر منقولی دلائل بھی موجود ہیں جن سے اسلام کا دعویٰ کرنے والا معراج جسمانی کا انکار نہیں کر سکتا۔ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی جسم کے ساتھ بہشت میں رہے جو آسمانوں سے اوپر ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے: وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا (سورہ بقرہ، آیت: 35) یعنی ہم نے فرمایا کہ آدم! تو اور تیری بیوی بہشت میں رہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ۔ پھر آپ بحکم خداوندی اسی جسم کے ساتھ زمین پر تشریف لائے، ارشاد باری ہے:

وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ (سورہ بقرہ، آیت: 36)

یعنی ہم نے فرمایا کہ اتر جاؤ! تمہارا بعض، بعض کا دشمن ہے، تمہارے لیے زمین قرار کی جگہ ہے اور ایک وقت تک نفع بخش بھی ہے۔

**نتیجہ:** اگر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمانوں پر تشریف لے جائیں اور پھر اتریں تو آسمانوں کا خرق و التیام اور ثقالت جسمی اور کمرہ ناری مانع نہ ہو تو پھر محبوب خدا آسمانوں پر تشریف لے جائیں اور واپس آئیں تو کون سی چیز مانع ہوگی۔ حضرت ادریس علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام بایں جہد عصری آسمانوں پر تشریف لے گئے اور بہشت میں داخل ہوئے۔

قرآن مجید میں فرمایا ہے: نَزَّلْنَاكِ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا (سورہ مریم، آیت: 56)

ترجمہ: کتاب میں ادریس کو یاد کرو، بے شک وہ سچا نبی تھا اور ہم نے اس کو بلند مکان (بہشت میں) بلند کیا۔



جب اور یس علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمانوں پر گئے اور جنت میں داخل ہوئے تو آسمانوں کا شرق والقیام اور کرۂ ناری اور ثقات جسی مانع نہ ہوئی تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانوں پر جاسنے سے کون سی شے مانع بن سکتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علی مینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اس جسد عنصری کے ساتھ آسمانوں پر تشریف لے گئے اور اب بھی چوتھے آسمان پر تشریف فرما ہیں، اسی عقیدے پر صحابہ کرام، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور عام مسلمین ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَمَا كُنَّا اللَّهُ عَزِيزًا أَحْكِمًا۔ یعنی انھوں نے اس کو قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زندہ آسمانوں کی طرف اٹھالیا گیا۔ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام چوتھے آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قرب قیامت نازل ہوں گے۔ جب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بایں جسد عنصری آسمانوں پر جاسکتے ہیں اور پھر واپس آسکتے ہیں تو سید المرسل احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمانوں پر جاسکتے ہیں اور پھر واپس آسکتے ہیں، کوئی چیز مانع نہیں۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکومت نمودنے ایک دہائی ہوئی آگ میں ڈال دیا، لیکن جب آپ آگ میں تشریف لائے تو آگ کو اللہ نے گلزار بنا دیا۔ رب تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے: قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ۔

ہم نے آگ کو حکم دیا کہ آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جا۔ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کی پیشانی پر نور مصطفیٰ خیز تھا آگ میں کود کر اُسے گلزار بنا سکتے ہیں تو حبیب خدا بطریق اولیٰ کرۂ ناری کو گلزار بنا کر آسمان پر جاسکتے ہیں۔

حضرت جبرئیل خادم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدام ہیں اور خدام کا مرتبہ خادم سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ حضرت جبرئیل سدرۃ المنتہی سے زمین پر آتے جاتے ہیں اور ان کو کرۂ ناری نہ ضرورے اور نہ ہی آسمانوں کا شرق والقیام مانع ہو تو خدام جہاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آسمانوں پر جاسکیں اور تشریف لائیں کچھ مانع نہیں ہو سکتا۔ یہی دلیل پیارے صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار کو دی، جب کہ آپ نے معراج کی تصدیق کی تھی، اس پر کفار نے دلیل مانگی تو آپ نے فرمایا: جب جبرئیل

علیہ الصلوٰۃ والسلام صبح وشام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے جاتے ہیں تو رسول پاک بھی آسمانوں پر جاسکتے ہیں۔ (معارج النبوة، صفحہ 109، حصہ سوم)

## بدعقیدوں کے دوسرے سوال کا جواب

بدعقیدہ اور اس جیسے وہم پرست لوگ اس لیے بھی معراج کا انکار کرتے ہیں کہ تھوڑے سے وقت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسجد حرام سے بیت المقدس تک تشریف لے جانا، پھر وہاں سے آسمانوں کی سیر عقل باور نہیں کر سکتی۔ اس کے جواب میں ہم ایسے نظائر پیش کرتے ہیں کہ تھوڑے سے وقت میں بہت سی مسافت طے ہو سکتی ہے:

1۔ حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک وقت میں صمد ہار و اوح مشرق و مغرب میں نبض کر لیتے ہیں، اس لیے حبیب خدا بھی مختصر وقت میں آسمانوں پر پہنچ کر واپس آسکتے ہیں۔  
2۔ ہماری آنکھوں کا نور ایک آن میں آسمان تک پہنچ جاتا ہے۔ ادھر آنکھ کھولی، ادھر آسمان نظر آ گیا تو حبیب اللہ جو نور اللہ ہیں، نور نظر سے زیادہ لطیف ہیں، وہ واقعی تھوڑے سے وقت میں آسمانوں پر جا کر واپس تشریف لاسکتے ہیں۔

3۔ شیطان جو بدترین مخلوق ہے، ایک لمحے میں مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق میں پہنچ جاتا ہے، اگر ذات بابرکات جو تمام مخلوقات سے بہترین اور بزرگ و برتر ہے، تھوڑی دیر میں تمام آسمانوں و جنات کی سیر فرما کر واپس تشریف لے آئے تو کیا قیاحت لازم آئے گی۔

4۔ آفتاب چوتھے آسمان پر چمکتا ہے تو اس کی روشنی فوراً آن واحد میں آسمانوں سے گزرتی ہوئی فرش زمین پر پہنچ جاتی ہے، کوئی دیر نہیں لگتی تو آفتاب رسالت جو نور اللہ ہیں، اگر مختصر وقت میں آسمانوں پر تشریف لے جا کر واپس تشریف لائیں تو کون مانع ہو سکتا ہے۔

**فائدہ:** وہی لوگ اپنے وہم میں مبتلا ہیں، وہ اسلامی اصول سے واقف نہیں۔ اسلام میں زمان و مکان کا سمٹنا ایک تسلیم شدہ مسئلہ ہے، تمام عرفا اور اولیا اس کے قائل ہیں کہ عام لوگوں پر ایک ساعت گزرتی ہے مگر وہی ایک ساعت محبوبان الہی کے لیے کئی برسوں کی بن جاتی ہے۔

**حکایت:** حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہ کا ایک مرید دجلہ ندی پر قفل کرنے کے لیے گیا،



دریا کے ساحل پر کپڑے اتارے اور خود دریا میں غوطہ لگایا، جب باہر نکلا تو دیکھا کہ وہ لایت ہندوستان میں پہنچ چکا ہے، وہاں اس نے شادی کی، اس کی اولاد ہوئی اور کافی مدت وہاں رہا۔ ایک دن پھر اس نے غسل کرنے کے لیے کسی دریا میں غوطہ لگایا، جب باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہی دریا ہے جس سے کپڑے اسی طرح کنارے پر موجود ہیں، وہ کپڑا اپنا اور اپنے شیخ کی خانقاہ پر حاضر ہوا تو دیکھا کہ لوگ ابھی اسی نماز کے لیے وضو کر رہے ہیں۔ (معارج النبوة، حصہ سوم، صفحہ: 112)

### مقولہ حضرت جنید

حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہ کا مقولہ ہے کہ جب مرد کامل مسند ولایت پر فائز ہوتا ہے تو ایک سانس میں ہزار سال کی طاعت کر سکتا ہے، نیز بزرگان دین سے منقول ہے کہ انھوں نے ایک ساعت میں تمام قرآن حرف حرف اور آیت آیت پڑھ کر ختم کیا۔ (معارج، حصہ سوم، صفحہ: 113)

**حکایت دوم:** سلطان الاولیاء حضرت علی مرتضیٰ مشکل کشا کرم اللہ وجہہ جب ایک پاؤں رکاب میں رکھتے تو قرآن پاک پڑھنا شروع کرتے اور دوسرا پاؤں رکاب میں رکھتے سے پہلے تمام قرآن پاک ختم کر لیتے۔ (معارج النبوة، حصہ سوم، صفحہ: 113)

اس طرح امام الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چند ساعتوں میں مسجد حرام سے بالائے عرش میر فرمائی اور واپس تشریف لائے۔

☆☆☆

### بیسواں وعظ

## معراج کی حکمتیں

معراج کی بہت سی حکمتیں ہیں، ان میں سے چند حکمتیں پیش کی جاتی ہیں:

1- ایک رات حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کی امت کے اعمال پیش کیے گئے، آپ اپنی امت کے گناہ اور جرم بے شمار دیکھ کر بہت ملول و محزون ہوئے مگر محبوب کے رب کو یہ کب پسند تھا کہ اس کا محبوب غم زدہ ہو۔ چنانچہ رب العالمین نے اپنے محبوب کو شب معراج میں اپنے پاس بلا لیا اور اپنے دریائے رحمت و خزانہ مغفرت دکھائے اور فرمایا کہ محبوب! کیا آپ کی امت کے گناہ زیادہ ہیں یا آپ کے رب کی رحمت و مغفرت زیادہ ہے؟ یہی معراج کی حکمت۔ (مفہوم از معارج النبوة، حصہ سوم، صفحہ: 91)

2- اللہ تعالیٰ نے روز ازل سے اپنے محبوب کو محشر میں تمام مخلوقات کے لیے شفاعت کرنے والا بنایا ہے۔ قیامت کا دن بڑا خوف ناک ہوگا، ہر ایک پر خوف طاری ہوگا، کسی کو دوسرے کا حال معلوم کرنے کی طاقت نہ ہوگی، بلکہ ہر کوئی اپنے حال میں مشغول ہوگا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو شب معراج اپنے پاس بلا کر عجائب و غرائب اور درجات بہشت و درجات جہنم دکھائے، تاکہ کل قیامت کے روز کی ہیبت آپ پر اثر انداز نہ ہو اور آپ باخوف و خطر گنہگاروں کی شفاعت کریں۔ یہی وجہ ہے کہ روز قیامت سب نفسی نفسی بولیں گے اور اللہ کے حبیب امتی امتی فرمائیں گے۔ (معارج النبوة، حصہ سوم، صفحہ: 92)

3- قاعدہ ہے کہ جب بادشاہ مجازی کسی کو اپنی محبت کے ساتھ مخصوص کرتا ہے تو تمام خزانے و دولتیں دکھا کر اپنی تمام سلطنت کی اشیاء کا مالک و مختار بنا دیتا ہے، اسی طرح بلا تشبیہ بادشاہ حقیقی اللہ جل مجدہ نے اپنے رسول پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی محبت کے ساتھ مخصوص فرمایا



تو اپنے محبوب کو پہلے دنیا کے تمام خزانوں و وفائوں دکھائے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

رُويَتْ لِي الْأَرْضُ كُلُّهَا مَشَارِقُهَا وَمَغَارِبُهَا. (مدارج، حصہ اول، صفحہ: 139)  
میرے سامنے تمام زمین سمیت دی گئی، میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔  
جب زمین کے جملہ خزانوں و وفائوں دکھادیے گئے تو ان کی چابیاں بھی آپ کو عنایت فرما کر  
مالک و مختار بنایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں: أَوْ تَبَيْتُ مَغَارِبَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ  
(مدارج، حصہ اول، صفحہ: 148، مشکوٰۃ، صفحہ: 512)

یعنی مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عنایت کی گئی ہیں۔

آسمان کے خزان باقی تھے، اس لیے رب نے چاہا کہ شب معراج آسمانی خزان بھی  
دکھادیے جائیں اور جنت و دوزخ کی کنجیاں و ست اقدس میں دی جائیں، اس لیے معراج کرایا  
گیا۔ (معارف النبی، حصہ سوم، صفحہ: 92-93)

4- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنْ لَّهُمُ  
الْجَنَّةَ. یعنی اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے مومنوں کے مال و جان خرید لیے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ  
خریدار اور مومن بیچنے والے، جان و مال بیچ اور جنت قیمت اور اللہ کے حبیب اس بڑے سودے  
میں وکیل اعظم اور وکیل اعظم کا کام ہوتا ہے کہ بیچ کو دیکھے اور اس کی قیمت کو بھی دیکھے، اس لیے آپ  
کو معراج کرایا گیا کہ آپ نے اپنے غلاموں کے جان و مال کو دیکھ لیا ہے، آؤ جنت کو بھی دیکھ لو اور  
ان کے باغات اور عمارتیں حور و قصور بھی ملاحظہ فرما لو بلکہ خریدار کو بھی دیکھ لو، کیوں کہ امام کی قرأت  
مقتدی کی قرأت ہوتی ہے، امام کا دیکھنا سب کا دیکھنا ہوتا ہے۔ (مختص از معارج، صفحہ: 92)

5- جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تو زمین و آسمان میں مناظرہ ہوا، زمین  
نے کہا: اے آسمان! میں تجھ سے بہتر ہوں، کیوں کہ مجھ میں اشجار، انہار، اثمار، دھوش و طیور، چرند  
و پرند اور جن و انس ہیں اور مجھ کو رنگ نگارنگ پھولوں سے زینت دی گئی ہے۔ آسمان نے کہا: مجھ میں  
سورج، چاند، ستارے، عرش و کرسی، لوح و قلم، جنت و دوزخ ہیں اور حور و غلمان سے مجھ کو مزین کیا  
گیا ہے۔ مجھ میں بیت المعمور ہے جس کا طواف فرشتے کرتے ہیں اور مجھ میں جنت ہے جہاں  
انبیاء، اولیاء، صلحا اور شہداء کی روحيں رہتی ہیں اور قیامت کے بعد اسی میں رہیں گے، زمین نے کہا:

اے آسمان! میں تجھ سے بہتر ہوں، کیوں کہ مجھ میں اللہ کے حبیب ہیں جو جنت کے مالک  
ہیں، میں کر آسمان خاموش ہو گیا اور نہایت تعزیر سے اس نے دعائے: یا اہلبی! میں مناظرے  
میں ہار گیا ہوں، اس لیے ایک دفعہ اپنے حبیب کو آسمان پر بلاتا کہ وہ اپنا قدم مجھ پر رکھیں اور میں  
زمین کے مقابلے میں شرمندہ نہ ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو آسمان پر بلا کر آسمان کی  
دعائے قبول کی۔ (مختص از معارج، صفحہ: 93)

6- جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے خطاب فرمایا: یا بَنِي جَابِلَ فِي الْأَرْضِ خَلِّفُوهُ،  
حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں، فرشتوں نے عرض کیا:  
أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ؟ یعنی تو زمین میں فساد کو پیدا کرے گا؟  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا بَنِي آدَمَ مَا لَا تَعْلَمُونَ، میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

یعنی میں ان کی اولاد سے اپنا حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کروں گا۔ اے  
فرشتہ! تمہاری نظر فساد یوں اور خون ریزوں کی طرف ہے اور میری نظر اپنے حبیب کی طرف  
ہے، جس کے واسطے میں نے چودہ طبق بنائے ہیں۔ فرشتوں نے جب حضور پر نور صلی اللہ علیہ  
ہم کا نام سنا تو آپ کے دیدار کے مشتاق ہوئے اور دربار الہی میں یوں عرض کرنے  
لگے: یا اہلبی! ایک دفعہ اپنے حبیب کو آسمان پر بلاتا کہ ہم بھی آپ کی زیارت سے مشرف  
ہوئیں، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی یہ دعا قبول فرمائی اور آپ کو شب معراج آسمان پر بلا کر فرشتوں  
کو زیارت کرنے کا موقعہ دیا۔ (مدارج، حصہ سوم، صفحہ: 95)

7- آسمان بریں کے فرشتوں میں چند مسائل پر بحث و مکرار ہوا اور اس مناظرے میں چار  
اکمال گزر گئے، مگر بحث و مناظرہ ختم نہ ہوا، نہ کوئی شافی جواب کسی سے بن سکا، اتنے میں اللہ  
کے حبیب کا ظہور ہوا۔ فرشتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا شہرہ سنا تو جان گئے کہ  
ہمارے ان مسائل کا حل اللہ کے حبیب فرما دیں گے، اس لیے فرشتوں نے دربار الہی میں دعا کی:  
مولى! ایک دفعہ اپنے حبیب کو ہمارے پاس بھیج تاکہ ہماری مشکل حل ہو جائے۔ چنانچہ  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج فرشتوں کی اس مشکل کو حل کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔

(معارف النبی، حصہ سوم، صفحہ: 97)



8- معراج کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی آسمان والوں اور زمین والوں پر ظاہر ہو، زمین والوں میں سب سے زیادہ بزرگ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوتے ہیں، اس لیے معراج کی رات بیت المقدس میں سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے امام بنے تو آپ کی بزرگی زمین والوں پر ظاہر ہوگئی اور آسمان میں فرشتے بزرگ تھے، لہذا شب معراج بیت المعمور میں ان کے امام بنے تو آپ کی بزرگی ملائکہ پر ظاہر ہوگئی۔ گویا معراج آپ کی بزرگی کا اعلان ہے۔ (معارج النبوة، حصہ سوم، صفحہ: 97)

9- قاعدہ ہے کہ ہر شے اپنے وطن اور مقام کو جانا پسند کرتی ہے، دیکھو آگ جلائی جاسے تو اوپر کو جاتی ہے، کیوں کہ اس کا مقام اوپر ہے، وہ اپنے مقام کا شوق رکھتی ہے۔ بلبل وغیرہ پرندے جن کا مقام اور وطن باغ ہوتا ہے جب شکاری ان کو پکڑ کر بنجرے میں بند کر دیتا ہے تو بلبل وغیرہ بنجرے میں پھرتی ہے، کیوں کہ اسے اپنے وطن باغ کی یاد ستاتی ہے۔ انسان سفر میں کہیں آرام و آسائش میں ہو، پھر بھی اسے اپنا وطن یاد آتا ہے اور اس کا شوق اس کے دل میں باقی رہتا ہے، اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے بلا تجزیہ نور مصطفیٰ کو پیدا کیا تو آپ کا نور تمام مقاموں میں رہا۔ مقام بیت، مقام لطف اور مقام قرب۔

ان تینوں مقاموں میں ہزار ہزار سال قیام فرمایا جو ایک طویل مدت ہے۔ جب وہ نور قابل وجود میں تشریف لایا تو آپ کو اپنا پرانا مقام اور وطن یاد آیا جو مقام قرب تھا۔ اس وطن قدیم کی حالت رہتی کہ اس میں پہنچ کر دل کو قرار حاصل ہو، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو شب معراج وطن اصلی میں بلایا، تاکہ آپ کو چین اور قلبی سکون حاصل ہو۔ جب آپ شب معراج اپنے وطن اصلی میں پہنچے جو مقام قرب تھا تو آپ نے عرض کیا: مولیٰ اب میں واپس نہ جاؤں گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محبوب اگر واپس نہ گئے تو آپ کی امت کے سر پر ہاتھ کون رکھے گا اور ان کی ونگہ کی کون کرے گا؟ اس واسطے آپ کو واپس بھیجا گیا، اسی لیے اس مقام پر یہ کہا جاتا ہے کہ آپ کا آسمانوں پر جانا تعجب نہیں کہ ہر کوئی اپنے وطن کو جایا کرتا ہے، بلکہ آسمانوں سے زمین پر واپس آنا تعجب ہے۔ (ملخص از معارج النبوة، حصہ سوم، صفحہ: 98)

10- اللہ تعالیٰ نے جتنے معجزات اور درجات تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ادا

سوانح حضرت  
الک عنایت فرمائے، وہ تمام بلکہ ان سے زائد اپنے محبوب کو عطا فرمائے:۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچه خواباں ہمہ دارند تو تنها داری

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ درجہ ملا کہ کوہ طور پر آپ کو معراج کرائی گئی۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو تھے آسمان تک معراج کرائی گئی۔ حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنت تک معراج کرائی گئی۔ لہذا حکمت الہی مقفی تھی کہ اللہ کے حبیب کو ایسی معراج کرائی جائے جو ان سب معراجوں کو شامل ہو اور ان سے بڑھ کر بھی ہو، اس لیے آپ کو ایسی معراج کرائی گئی جس میں اللہ تعالیٰ سے کلام بھی ہے، آسمانوں کی سر بھی ہے اور جنت میں داخلہ بھی۔

غرض کہ جن مقامات و درجات کو اور انبیاء الگ الگ طور پر طے فرمایا تھا، آپ نے ان سب کو ایک ساتھ طے فرمایا، پھر بھی ایک بڑا فرق یہ ہے کہ حضرت کلیم اللہ کوہ طور پر، حبیب اللہ رشی عظیم پر اور کلیم اللہ خود جاتے ہیں جب کہ حبیب اللہ بلائے جاتے ہیں۔

(از افادات مفتی صاحب گجراتی)

☆☆☆



## معراج کے لیے رات کے تعین کی حکمت

اللہ کے محبوب کو معراج رات میں کرائی گئی، اس میں بہت سی حکمتیں ہیں، ان میں سے چار یہاں پیش کی جاتی ہیں:

1- رات میں معراج کرانے کی یہ حکمت تھی کہ صدیق اور زندق، مومن اور کافر، مہذب و مکذب میں امتیاز ہو جائے، اگر معراج دن میں ہوتی تو کوئی انکار نہ کر سکتا، کیوں کہ ہر کوئی یہ دیکھ لیتا کہ یہ براق ہے، یہ جبرئیل ہیں اور یہ سرور اور وہاں صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر جا رہے ہیں، اگر معراج رات کو ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپسی پر اعلان فرمائیں گے کہ میں آسمانوں کی سیر کر کے آیا ہوں، تو جو تصدیق کرے گا وہ صدیق کہلائے گا اور جو انکار کرے گا وہ زندق اور ابو جہل بنے گا۔ روایت میں ہے کہ واقعہ معراج سن کر کمزور ایمان والے مرتد ہو گئے، کفار نے تکذیب کی اور فحش اڑائی۔ مشرکین کی ایک جماعت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور کہنے لگے کہ تیرا یا رنگمان کرتا ہے کہ میں راتوں رات بیت المقدس گیا ہوں اور صبح سے پہلے واپس آ گیا ہوں۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: کیا میرے رسول پاک نے ایسا فرمایا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں! فرمایا: لَئِنْ قَالَ ذَلِكَ لَقَدْ صَدَقَ۔ اگر یہ دعویٰ میرے محبوب کی زبان سے نکلا ہے تو آپ نے سچ فرمایا ہے، میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ وہ کہنے لگے: کیا تم ایسے بڑے امر کی تصدیق کرتے ہو؟ فرمایا: نَعَمْ اِنِّي لَأَصْدَقُهُ فَيَا هُوَ اَبْعَدُ مِنْ ذَلِكَ۔ ہاں! میں اس سے بعید امر کی بھی تصدیق کرتا ہوں، تو اس وقت آپ کا نام اللہ تعالیٰ نے صدیق رکھا۔

(مدارج، حصہ اول، صفحہ 206، انوار محمدیہ، صفحہ 349، سیرت حلبی، صفحہ 418)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معراج کی تصدیق کی تو آپ کو صدیق کا لقب ملا۔

ابو جہل نے تکذیب کی تو ہمیشہ کے لیے جہالت کا باپ بنا۔

2- معراج کے لیے رات کو اس لیے خاص کیا گیا تاکہ ایک آسمان پر دو آفتاب جمع نہ ہو جائیں، ایک آفتاب رسالت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا آسمانی آفتاب، اگر دو آفتاب جمع ہو جاتے تو کسی کو ممکن نہ ہوتا کہ ان کی روشنی برداشت کر سکتا۔

(مختص از معارج النبوة، صفحہ 105)

3- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور حقیقی ہے اور آفتاب کا نور مجازی ہے۔ آفتاب اپنا نور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک سے حصہ لیتا ہے، اس لیے اگر معراج دن کو ہوتی تو آفتاب کا نور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی تاب نہ لاسکتا اور آپ کے نور کے سامنے شرمندہ ہو جاتا، اس لیے معراج دن کو نہ کرائی گئی بلکہ رات میں کرائی گئی۔

(معارج النبوة، حصہ سوم، صفحہ 106)

قاعدہ ہے کہ محب جب اپنے محبوب سے راز و نیاز کی باتیں کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے رات ہی کو متعین کرتا ہے، کیوں کہ رات پردہ پوش ہے۔ ایسے ہی بلا تشبیہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اسرار صا آؤخی الی عبیدہ صا آؤخی سے مشرف فرمانا چاہا تو رات ہی کو اختیار فرمایا، تاکہ کسی غیر کو بالکل اطلاع ہی نہ ہو۔

5- چونکہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام اُمّی فَتَنَ لَی میں جانا تھا، اس لیے آپ کے جسم اقدس پر جو ستر ہزار حجاب بشریت کے پہنے ہوئے تھے ان کو اتارا جانا تھا، یہ آپ کی نورانیت کے ظہور کا وقت تھا، اگر معراج دن میں ہوتی تو کس آنکھ میں طاقت تھی جو آپ کو دیکھ سکتی، اس لیے معراج کے لیے رات کو اختیار فرمایا گیا۔

6- قاعدہ ہے کہ محب یہی چاہتا ہے کہ اس کے محبوب کے حسن و جمال کو غیر بند دیکھے۔ محب کی غیرت یہ بھی گوارا نہیں کرتی کہ میرے محبوب کے حسن و جمال کو میرے سوا اور بھی کوئی دیکھے۔ بلا تشبیہ اللہ تعالیٰ محب ہے اور اس کا پیارا رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے محبوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت کب گوارا کرتی کہ کوئی غیر اس کے محبوب کے حسن و جمال کو دیکھے، جب کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ غیرت مند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے



محبوب کو مخلوق کی طرف بھیجا تو آپ کو بشریت کا برقعہ پہنا کر بھیجا، تاکہ آپ کا حسن و جمال غیر دلوں سے چھپا رہے اور کوئی بھی آپ کے پورے حسن و جمال کو نہ دیکھ سکے۔ اب معراج میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اپنی طرف بلایا ہے اور اصلی حسن و جمال میں بلایا ہے، اگر معراج دن کو ہوتی تو مخلوقات بھی آپ کے اصلی حسن و جمال دیکھ لیتی اور یہ غیرت خداوندی کے خلاف تھا۔ اس لیے آپ کو معراج رات میں کرائی گئی تاکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی آپ کو نہ دیکھ سکے۔

7- یہ مسئلہ مسلمات میں سے ہے کہ رات کا وقت توبہ و استغفار کی قبولیت کا ہوتا ہے، بلکہ خود رب العالمین آخری شب میں نذر فرماتا ہے کہ کوئی ہے توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں اور کوئی ہے رزق مانگنے والا کہ میں اس کو رزق دوں؟ چوں کہ اللہ تعالیٰ عظیم و جبار ہے کہ میرے محبوب کو اپنی امت کی ہر وقت فکر رہتی ہے اور اس کی بخشش کی دعائیں مانگتا ہے۔ آج معراج میں بھی اپنی امت کو فراموش نہ فرمائے گا، ضرور اس کی بخشش کی دعا مانگے گا۔ رات کا وقت ہوگا حبیب اللہ دعا مانگے گا، تو اس کی دعا قبول کروں گا اور اس کی امت کو بخش دوں گا۔ گویا معراج کیا تھی آپ کی امت کے بخشنے کا ایک بہانہ تھی۔

8- رات کے فضائل اور خصائص بے شمار ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

1- اصحابِ اعظم اور اکرام و قرار رات میں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَجَعَلَ لَكُمْ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهَا۔ ہم نے رات کو اس لیے بنایا کہ تم اس میں آرام کرو۔  
2- صائم (روزہ دار) کو فرحت، وقتِ افطار ملتی ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ الْإِفْطَارِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ الزَّوْجِ۔ افطار کا وقت رات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ثُمَّ آتَمُوا الصُّبْحَ إِلَى اللَّيْلِ۔ پھر روزوں کو رات تک پورا کرو۔ ثابت ہوا کہ اصلی فرحت رات میں حاصل ہوتی ہے۔

3- عابدوں کو عبادت میں حلاوت رات میں حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

فَمِ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا۔ رات کو عبادت کے لیے قیام فرماؤ مگر تھوڑا۔

4- سعادت مند لوگ رات میں زیادہ عبادت کرتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے:

أَمَّنْ هُوَ قَابِئُ لَيْلٍ۔ یادہ شخص جو رات کی گھڑیوں میں عبادت کرتے ہیں۔

5- نیک حضرات رات میں قرآن پاک پڑھتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ۔ رات کی گھڑیوں میں قرآن پڑھتے ہیں۔

6- اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھنا رات میں افضل ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَبِحْثَةِ لَيْلٍ ظَوْنًا۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح لمبی رات میں پڑھو۔

7- قرآن مجید و فرقان حمید رات میں ہی نازل ہوا، خود قرآن فرماتا ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ ہم نے قرآن پاک لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔

8- چہرے کی خوبصورتی رات میں عبادت کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ سر در اردو عالم صلی

اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مَنْ كَثُرَتْ صَلَوَاتُهُ بِاللَّيْلِ حَسُنَ وَجْهُهُ بِالنَّهَارِ۔

جو رات میں زیادہ سے زیادہ نماز ادا کرے، دن میں اس کا چہرہ خوبصورت ہوگا۔

لہذا مناسب تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام دینی فتنہ میں پہنچنے کا وقت بھی رات

ہو، اس لیے معراج پاک کے لیے رات اختیار کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سُبْحَانَ الَّذِي أُنْزِلَ

بِقَبْلِهِ لَيْلًا۔ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گئی۔

(مختص از معارج النبوة، حصہ سوم، صفحہ: 107)

☆☆☆



## معراج کہاں سے اور کب ہوئی؟

### معراج کہاں سے ہوئی؟

وہ مقام جہاں سے معراج کا سفر شروع ہوا مختلف فیہ ہے:

- 1- ایک روایت میں ہے کہ آپ اپنے گھر میں تھے اور چھت کھل گئی۔ (صحیح بخاری)
- 2- ایک روایت میں ہے کہ آپ حطیم میں تھے کہ حضرت جبریل آئے۔
- 3- ایک روایت میں ہے کہ آپ ام ہانی کے گھر تھے۔
- 4- ایک روایت میں ہے کہ آپ شعب ابی طالب میں تھے۔

ابن حجر نے ان روایتوں میں یوں تطبیق دی کہ آپ ام ہانی کے گھر تھے اور یہ گھر شعب ابی طالب کے پاس تھا۔ آپ نے بوجہ سکونت اپنا گھر فرمادیا کہ وہاں سے آپ کو مسجد میں لایا گیا، ابھی نیند کا اثر باقی تھا تو وہاں حطیم کے پاس لیٹ گئے۔ (سیرت حلبی، صفحہ: 405-406)

### معراج کب ہوئی؟

معراج کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے، سنہ میں بھی اختلاف ہے، مہینہ میں بھی اور دن میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے:

- 1- ہجرت سے ایک سال قبل۔
  - 2- ہجرت سے دو سال پہلے۔
  - 3- ہجرت سے تین سال قبل۔ اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔ (سیرت حلبی، صفحہ: 405)
- دن میں یہ اختلاف ہے:

- 1- جمعہ کی رات
- 2- پیر کی رات
- 3- پچھتے کی رات

مگر ابن وجہ کا قول ہے کہ پیر کی رات تھی، کیوں کہ آپ صبر کو ہی پیدا ہوئے اور صبر کو ہی وصال فرمایا اور صبر ہی کو نبوت کا اعلان کیا، نیز صبر ہی کو مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی اور صبر ہی کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

تاریخ اور مہینہ میں یہ اختلاف ہے:

- (1) 17 ربیع الاول (2) 27 ربیع الاول (3) 27 رمضان المبارک
- (4) 27 ربیع الآخر (5) 27 رجب المرجب، یہی آخری قول زیادہ صحیح ہے۔

(سیرت حلبی، صفحہ: 404)

شیخ عبدالحی محدث دہلوی ماثبت بالسنہ میں فرماتے ہیں:

إِعْلَمُوا أَنَّهُ قَدْ اشْتَقَقَ بِدِيَارِ الْعَرَبِ قِيَمَاتُ الثَّانِي أَنْ مَوْجِئَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْلُجُ وَيَعْلِي مِنْ رَجَبٍ  
جاننا چاہیے کہ یہ عرب میں لوگوں کے درمیان یہ مشہور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج 27 رجب المرجب کو ہوئی۔

### آیت اسراء کے نکات

**صَبَّحْنَا:** اللہ تعالیٰ نے آیت اسراء کو لفظ صَبَّحْنَا سے شروع فرمایا، جو تعجب کے مقام میں استعمال کیا جاتا ہے، چونکہ معراج بھی ایک عجیب واقعہ تھا جو انسانی عقل سے بالاتر تھا، اسی لیے کفار نے انکار کیا تو صَبَّحْنَا فرما کر اشارہ فرمایا کہ معراج ایک عجیب واقعہ ہے۔ مگر معراج اس ذات نے کروائی جو سبحان ہے اور عجز و عیب سے پاک ہے، اس کے یہاں یہ کوئی مشکل نہیں، وہ ہر شے پر قادر ہے، پھر منکر انکار کیوں کرتے ہیں؟ دوسرے سبحن کا کلمہ اس لیے فرمایا کہ کفار مکہ نے معراج کا واقعہ سن کر اللہ کے حبیب کو جھوٹا اور کاذب کہا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو جواب دیا کہ میری ذات اس بات سے پاک ہے کہ میں کاذب اور جھوٹا رسول بناؤں، اس لیے میرا رسول سچا ہے اور جھوٹے تم ہو۔

**الَّذِي اسْتَسْرَى:** یہاں الذی اسرٰی موصول وصلہ ذکر کیا اور اپنا نام ذکر نہ کیا اس لیے کہ اس پر کافراں لفظ اللہ تعالیٰ ہی ہو سکتا ہے، یعنی میں نے اپنے حبیب کو معراج کرایا ہے، اب جو



معراج پر اعتراض کرتا ہے وہ مجھ (اللہ) پر کرتا ہے۔

**بغیہ:** اللہ تعالیٰ نے بعدہ فرما کر یہ واضح کر دیا کہ آپ کی معراج جسمانی تھی نہ کہ روحانی، کیوں کہ عید کا اطلاق روح و جسم پر ہوتا ہے۔ قرآن وحدیث اور محاورات عرب میں جب بھی حیات ظاہری میں کسی پر لفظ عید کا اطلاق کیا گیا ہے، اس سے عید مع الجسد مراد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا: فَاصْبِرْ بِعَصَايَ لِيُنْزِلَ سُورَةُ الْاٰنَامِ اَمِ اَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ يٰمُوسٰى اِذَا صَلٰى۔

یعنی کیا تو نے دیکھا اس کو جو عید مقدس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو روکتا ہے جب وہ نماز ادا کرتا ہے یہاں بھی عید سے مراد روح مع الجسم ہے، کیوں کہ نماز ادا کرنا روح مع الجسم کا کام ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ ایک مقام پر فرماتا ہے: لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ، جب کھڑا ہوا اللہ کا عید پاک (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ اس آیت میں لفظ عید کا اطلاق جسم و روح کے مجموعے پر ہے، پس اسی طرح دوسری بعدہ میں بھی روح مع الجسم مراد ہے، اس سے ثابت ہوا کہ معراج جسمانی تھی۔

### بغیہ کی وضاحت

اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کی اضافت اپنی طرف کی، تاکہ تصریح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کا حبیب عالم عباد کی طرح عبد نہیں ہے اور ہم بندوں جیسے نہیں ہیں جیسا کہ ابنائے زبان کہتے ہیں، یعنی کامل عابد، باقی عباد ان جیسے نہیں ہیں۔ علامہ اقبال نے اسی مضمون کو اپنے شعر میں یوں ادا کیا ہے:

عبد دیگر عیدہ چیزے دگر  
او سراپا انتظار این منتظر

### بدعتیہ کا لفظ عید پر اعتراض

بدعتیہ اس مقام پر لفظ عید کی آڑ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت سے انکار

کرتے ہیں کہ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید یعنی بشر ہیں نور نہیں ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بعدہ فرمایا ہے اور بنورہ نہیں فرمایا، اگر نور ہوتے تو بعدہ نہ فرماتا۔ مگر بدعتیہ کا یہ اعتراض ان کی کج فہمی پر مبنی ہے، وہ نہیں جانتے کہ عیدیت و نورانیت میں کوئی تضاد نہیں کہ ایک کے اثبات سے دوسرے کی نفی ہو جائے، بلکہ عید گئی ہوتا ہے اور نور بھی ہوتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے: تَبٰرَكَ الَّذِي يَخْلُقُ مَوْتٌ، بلکہ فرشتے معزز بندے ہیں۔ یہاں ملائکہ پر جو بالاتفاق اور ہیں لفظ عباد کا اطلاق کیا گیا ہے۔

ثابت ہوا کہ عیدہ کے کہنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی نفی نہیں ہو سکتی، جیسے عیدہ سے رسول و نبی کی نفی نہیں ہوتی ہے۔

### بغیہ فرمانے کی حکمت

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد فرمایا، رسول یا نبی وغیرہ نہ فرمایا، اس کی ایک حکمت یہ تھی کہ جب آپ خالق سے مخلوق کی طرف تشریف لائے تو آپ کو رسول و نبی فرمایا گیا: لَقَدْ جَاءَكَ عَبْدٌ مِّنْ سُلَٰتِلِ مَوْلٰی، مگر یہاں مخلوق سے خالق کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں، اس لیے آج شان رسالت کے اظہار کا وقت نہیں ہے، بلکہ اظہار عبدیت کا وقت ہے، اسی لیے بغیہ فرمایا گیا ہے۔

دوسری حکمت یہ تھی کہ حضرت مسیح روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا تو ان کے ماننے والوں نے انہیں اللہ کا بیٹا کہہ دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو فقط آسمانوں تک ہی نہیں، بلکہ فوق العرش تشریف لے گئے۔ ہو سکتا تھا کہ آپ کو لوگ خود اللہ یا اس کا بیٹا کہہ دیتے تو اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر رحم فرمایا اور بغیہ فرمایا تاکہ کوئی آپ کو اللہ کا بیٹا نہ کہے۔

**نیلہ:** اسرار الہی کی سیر کو کہتے ہیں، پھر نیلہ کا ذکر تاکید کے لیے ہے، منسوب بنا بر ظرفیت ہے۔ نیلہ کو نکرہ ذکر فرما کر تصریح فرمادی کہ معراج ساری رات میں نہیں ہوئی، بلکہ رات کے بہت قحطے سے میں نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ بعض نے فرمایا کہ تین ساتیں تھیں اور بعض نے کہا چار، مگر امام مکی فرماتے ہیں کہ اس سیر پر فقط ایک لمحہ خرچ ہوا جو کوئی تعجب کی بات نہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ قادر



ہے کہ کم وقت کو بھی طویل کر دے اور طویل کو کم کر دے۔ (سیرت طبری، صفحہ: 414)

**مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ:** مسجد حرام مکہ معظمہ کی وہ عزت والی مسجد ہے جس کے واسطے میں بیت اللہ واقع ہے، مگر مسجد سے مراد مکہ معظمہ ہے نہ کہ خود مسجد، کیوں کہ معراج اُمّ الہامی کے کمر سے ہوئی جو حرم مقدس میں ہے۔ (حاشیہ جلالین، صفحہ: 228)

**إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى:** یہ بیت المقدس کی مشہور مسجد ہے جو انبیاء سابقین کا قبرستان ہے۔ اقصیٰ کے معنی دور کے ہیں، اس مسجد کو بھی اقصیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ بھی مکہ معظمہ سے بہت دور ہے۔ یعنی یہ مسجد حرام سے ایک ماہ کی مسافت پر ہے۔

**اعتراض:** بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت فقہ مسجد اقصیٰ تک ثابت ہوتی ہے، کیوں کہ قرآن پاک نے مسجد اقصیٰ کو اس سیر کی غایت بیان کی ہے، اگر آسمانوں تک سیر ہوتی تو مسجد اقصیٰ کو غایت اس سفر کی نہ بنایا جاتا۔

**جواب:** اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ سیر مسجد اقصیٰ سے آسمانوں اور اُن کے اوپر تک بھی تھی، مگر مسجد اقصیٰ کے ذکر کی تخصیص کی حکمت یہ ہے کہ کفار مکہ نے مسجد اقصیٰ دیکھی تھی اور اس کے متعلق معلومات رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انھوں نے معراج کے واقعے کے انکار کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی علامتیں دریافت کیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی علامتیں بتادیں، جن کو سن کر انھیں اپنے دل میں قائل ہونا پڑا کہ واقعی آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ مسجد اقصیٰ تک جانے میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا ہونا ثابت ہو گیا تو آسمانوں کی معراج بھی سچی ثابت ہو گئی، اس لیے کہ جس طرح آسمان پر جانا آپ کے لیے محال ہو سکتا ہے، بالکل اسی طرح رات کے تھوڑے سے حصے میں بھی مکہ معظمہ سے مسجد اقصیٰ جا کر واپس آنا، آپ کے لیے محال ہو سکتا ہے مگر ایسا نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگرچہ ایک اعتبار سے مسجد اقصیٰ کا ذکر بطور غایت و انتہا کے ہے مگر ایک دوسرے اعتبار سے مبداء بھی ہے، کیوں کہ آگے آ رہا ہے: **لِئَلْیَوْمَ مِنْ آيَاتِنَا** تاکہ ہم ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں اور وہ نشانیاں فقط مسجد اقصیٰ میں منحصر نہیں بلکہ آسمانوں میں ہیں، اس اعتبار سے مسجد اقصیٰ ان نشانوں کا مبداء ہے، آسمانوں اور اس کے اوپر کی نشانیاں غایت ہیں، اس لیے آسمانوں

مکہ کی سیر اسی آیت سے ثابت ہے۔ (مدارج، حصہ اول، صفحہ: 109)

**الَّذِي بَنَاهَا حَوْفًا:** وہ مسجد جس کے آس پاس ہم نے برکت رکھی ہے، یہ مسجد اقصیٰ کی مدح ہے، اس سے خود مسجد کا مبارک ہونا بدرجہ اولیٰ سمجھا جاتا ہے، کیوں کہ جب اس کے ارد گرد برکت ہے تو خود اس میں بھی برکت ہوگی۔

**برکت کسی نوعیتیں:** دنیوی برکت تو یہ ہے کہ پھل پھول بکثرت ہیں اور زمین بھی بہت ہیں جن سے آب پاشی ہوتی ہے اور دینی برکتیں یہ ہیں کہ وہ مہبط وحی ہے اور موعظی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر تمام انبیاء کا قبلہ رہا ہے۔ ابتدا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی قبلہ تھا بعد میں منسوخ ہو گیا اور یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مدفن بھی ہے۔

معلوم ہوا کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا کوئی پیارا مدفون ہو تو وہ مقام برکت والا ہوتا ہے اور وہاں جانا برکت کے مقام پر جانا ہوتا ہے۔

**لِئَلْیَوْمَ مِنْ آيَاتِنَا:** تاکہ دکھائیں ہم ان کو اپنی نشانیاں، یعنی ہم اپنے پیارے کو اپنی قدرت کے عجائبات دکھائیں۔ سیر کی حکمت بیان کی کہ یہ سیر اس لیے نہیں کہ تفریح طبع کے سوا کوئی فائدہ نہ ہو، بلکہ آپ کو اپنی قدرت کے عجائبات دکھانا مقصود ہے، مثلاً آسمانوں کا دکھانا، ملائکہ کا دکھانا، سدرۃ المنتہی، بیت المعمور، جنت و دوزخ وغیرہ دکھانا ہے۔ گویا اس آیت میں اسرار اور معراج دونوں کا بیان ہے۔

### لفظ من سے مغالطہ اور اُس کا ازالہ

اللہ تعالیٰ کے اس قول **مِنْ آيَاتِنَا** میں لفظ من سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو گئی ہے کہ من تبخیز ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے سرور دو جہاں صاحب معراج، شب اسرار کے دولہا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بعض نشانیاں دکھائیں اور بعض نہیں دکھائیں۔ اس غلط فہمی کا ازالہ یہ ہے کہ نشانیاں مختلف قسم کی تھیں، بعض کا تعلق سننے، دیکھنے اور چمکنے سے تھا، جیسے صریف اقام کا سننا اور دودھ کا چمکنا وغیرہ، اگر من تبخیز ہو تو اس کی وجہ سے کل نشانوں کا بعض مراد ہوں گی اور پھر ظاہر ہے کہ جو نشانیاں دیکھنے کے قابل ہیں وہ کل نشانوں کا بعض ہی ہیں، اس لیے اس آیت کا



معنی یہ ہوگا کہ کل نشانوں میں سے جو نشانیاں دیکھنے کے قابل تھیں وہ ہم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لیے آسمانوں پر بلند فرمایا۔ اس صورت میں بعض آیات سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی ثابت ہوئی۔ (الحمد للہ رب العالمین علی ذالک)

اللہ ہوا الشیخ البصیری: بے شک وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ ضمیر غائب کا مرجع میں مفسرین کے دو اقوال ہیں: اول یہ کہ مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہو، دوسرا یہ کہ مرجع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ (تفسیر صادی، ج ۲، صفحہ ۲۸۲)

اگر ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہو تو ماقبل یعنی معراج کی دلیل ہوگی کہ میں چوں کہ اپنے محبوب کے اقوال کو سننے والا اور آپ کے افعال کو دیکھنے والا ہوں، آپ کے یہ اقوال و افعال مجھے ایسے پسند ہیں کہ میں نے اپنے محبوب کو معراج کی نعت سے سرفراز فرمایا، اگر ضمیر کا مرجع اللہ ہو اور یہ مکذبین معراج کے لیے ایک وعید ہو کہ مکرین! ہم تمہاری تکذیب و انکار کو دیکھتے اور سنتے ہیں اور ہم تمہیں خوب سزا دیں گے، یا ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہو اور سبج بمعنی مسیح یعنی مسلمانے والا اور بصیر بمعنی مبصر دیکھنے والا ہو تو یہ معنی ہوں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ آج شب معراج اپنے حبیب کو اپنا کلام سنانے والا ہے اور اپنی قدرت کی آیات دکھانے والا ہے، اگر ضمیر کا مرجع محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تو معنی یہ ہوں گے کہ بے شک وہ حبیب پاک اللہ تعالیٰ کا کلام سننے والا ہے۔ پہلے وہ کلام بذریعہ وحی سننا تھا، آج بلا واسطہ جبرئیل سن رہا ہے اور وہ اللہ کے حبیب آج اللہ تعالیٰ کے جمال پاک کو بلا حجاب دیکھ رہا ہے۔

سبحان اللہ! حبیب خدا کی کیا شان ہے کہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود دیکھنے کی درخواست فرمائیں اور لکن شہزادی کا جواب سن کر دیدار الہی سے محروم ہو جائیں اور اللہ کے حبیب کو بغیر درخواست کے مقام حققتی میں بلا کر اپنے جمال پاک کی زیارت کرایا۔

☆☆☆

تیسواں وعظ

## حضور اقدس کا براق پر سوار ہونا

منقول ہے کہ سردار کائنات فخر موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز سے فارغ ہو کر بستر استراحت پر آرام فرما ہوئے، چشم اقدس خواب میں، دل موسیٰ کی یاد میں، زبان اُمت کے ذکر میں مشغول تھی کہ حکم الٰہی کین کا حکم جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچا: جبرئیل! آج کی رات طاعت اور تسبیح و تہلیل کو چھوڑ دو، پر ملاؤ اس وزیر فرودسی سے آراستہ ہو جاؤ اور میکا کیل سے کہہ دو کہ رزق کی تقسیم موقوف کر دے، اسرائیل سے کہہ دو کہ صورت چھوٹے، عزرائیل سے کہہ دو کہ اپنا تھرا روح کے قبض کرنے سے روک دے، داروقہ بہشت کو حکم سنا دو کہ جنت کی آئینہ بندی کر دے، حورانِ خلد بریں سے کہہ دو کہ آراستہ و تیار ہو کر ہاتھوں میں طبق زرد جو اہر لے کر غزوہ جنت میں صف بستہ کھڑی ہو جائیں، مالک دوزخ کو حکم سنا دو کہ دوزخ کے دروازے بند کر دے، آدم و ابراہیم، موسیٰ و عیسیٰ اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو خبر کر دو کہ وہ اپنی روحوں کو رواجِ قدس سے معطر و معبر کریں، پھر ستر ہزار فرشتے اپنے ہمراہ لے کر بہشت میں جاؤ اور وہاں سے ایک براق ساتھ لے کر زمین پر جاؤ اور میرے پیارے حبیب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کر دو کہ آج کی رات آپ کے رب نے آپ کو یاد فرمایا ہے اور اپنا دیدار کرانے اور کلام سنانے کے لیے اپنے پاس بلایا ہے۔

چنانچہ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بحسب ارشاد ربّ جلیل بہشت بریں میں براق لانے کے لیے تشریف لائے، دیکھا کہ بہشت میں چالیس ہزار براق چر رہے ہیں اور ہر ایک کی پیشانی پر سردارِ دو جہاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لکھا ہوا ہے، ان میں سے ایک براق نہایت غم زدہ سر نیچے ڈالے ہوئے ایک جانب کھڑا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہا رہا ہے،



جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے پاس گئے اور اس کے رنج و غم کا سبب دریافت فرمایا۔ اس براق نے کہا: چالیس ہزار سال ہوئے کہ اللہ کے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سنا تھا، اس وقت سے آپ کی محبت و عشق میں جل رہا ہوں، نہ چرنے کا شوق ہے اور نہ آرام کو دل چاہتا ہے۔ جب جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس براق کو محبت محمدی میں ڈوبا ہوا پایا تو اسی براق کو آپ کی سواری کے لیے تجویز کیا۔ (معارج النبوۃ، حصہ سوم، صفحہ: 114)

جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام براق کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ کو فیند میں پایا، حضرت جبرئیل نے اپنا منہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کف پا پر ملا، جب حضرت جبرئیل کے منہ کی ٹھنڈک پہنچی تو آپ بیدار ہوئے اور دیکھا کہ حضرت جبرئیل حاضر ہیں۔

(معارج النبوۃ، صفحہ: 106)

حضرت جبرئیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) آپ کو ساتھ لے کر مسجد حرام پہنچے، وہاں آپ کا سید مبارک اور شکم اقدس کو شوق کیا، جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اَتَاتَنِي فِي الْخَيْطِ وَرَبِّي مَا فِي الْخَيْطِ مُصْطَضِعًا اِذَا اَتَاتَنِي اَبْتُ فَشَقَّ مَا بَيْنَ خَذِيْهِ اِلَى خَذِيْهِ يَغْنِيْ مِنْ ثَغْرِ ثَغْرَةٍ اِلَى ثَغْرَتِهِ فَاَسْتَخْرَجَ قَلْبِيْ ثُمَّ اَتَيْتُ بِطَلْسُفٍ مِنْ ذَهَبٍ مَعْلُوْءٍ اِمْنًا اَنَا فَعَسَلَ قَلْبِيْ ثُمَّ خَضِيْ ثُمَّ اَعْيَدَنِيْ وَفِي رِوَايَةٍ ثُمَّ غَسَلَ الْبَطْنُ رِمَاءً زَهْرَةً ثُمَّ مَلَأَنِيْ اِمْنًا وَاجْمَةً۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 526)

ترجمہ: میں عظیم میں تھا اور بعض دفعہ فرمایا کہ حجر میں، اس حال میں کہ میں لیٹا ہوا تھا کہ میرے پاس آنے والا آیا اور اس چیز کو چیرا جو طلق سے زیر ناف کے بالوں کے درمیان تک ہے، پھر میرا قلب نکالا، اس کے بعد میرے پاس ایمان سے بھرا ہوا سونے کا ایک لنگن لایا گیا۔ اُسے دھویا گیا اور علم و ایمان سے بھرا گیا، پھر اپنی جگہ دل کو ٹایا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ پیٹ زحرم کے پانی سے دھویا گیا، پھر ایمان اور حکمت سے بھرا گیا۔

## شق صدر مبارک کی حکمت

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر چار دفعہ ہوا ہے:

- 1- جب آپ حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس تھے، اس کی حکمت یہ تھی کہ آپ کے دل سے لہو لب اور دیگر ناشائستہ حرکات کی محبت نکال دی جائے۔
- 2- جب آپ دس سال کے تھے، یعنی بلوغت سے قبل شق صدر ہوا، تاکہ آپ کے دل میں جوانی کے زمانے میں ایسے کاموں کی رغبت نہ ہو جو رضائے الہی کے خلاف ہوں۔
- 3- نزول وحی سے قبل سینہ اقدس کو چاک کیا گیا تاکہ دل کو وحی کی قوت کا نقل حاصل ہو۔
- 4- شب معراج شق صدر ہوا، تاکہ دل کو ایسی قوت قدسیہ حاصل ہو جس سے آسمانوں پر تشریف لے جانے اور عالم سادات کا مشاہدہ کرنے بالخصوص دیدار جمال الہی سے مشرف ہونے میں کسی قسم کی دشواری پیش نہ آنے پائے۔ (ملخص از تفسیر عزیزی، صفحہ: 231)

## سونے کا طشت

شق صدر کے وقت سونے کا طشت پیش ہونا اور اس میں قلب اقدس کو دھویا جانا آپ کی اہل عظیم ہے اور اشارہ ہے کہ آپ تمام عالم میں مکرم و معظم ہیں، باقی رہا یہ اعتراض کہ آپ کی تربیت میں سونے کا استعمال حرام ہے تو اس کے بہت سے جواب ہیں:

- 1- سونے کا استعمال دنیا میں حرام ہے اور آخرت میں مومنوں کے لیے سونے کا استعمال جائز ہے، خود مرد و دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: نَهَوْا لَهْفَ فِي الدُّنْيَا وَلَقَانِي الْاٰخِرَةِ۔ (یعنی کفار کے لیے سونا دنیا میں ہے، لیکن ہم اسے آخرت میں استعمال کریں گے اور واقعہ معراج تک عالم آخرت سے ہے۔)
- 2- سونے کا استعمال ممنوع ہے اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استعمال نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے کیا تھا جب کہ فرشتے مکلف نہیں ہیں۔
- 3- جس وقت سونے کا استعمال کیا گیا اس وقت سونے کا استعمال حرام نہیں تھا، کیوں کہ سونے کا حرم مدینہ منورہ میں ہوئی اور واقعہ معراج مکہ معظمہ میں ہوا۔

(مدارج النبوۃ، جلد اول، صفحہ: 193)

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میرے پاس سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان و



حکمت سے لبریز تھا اور جسے آپ کے سینے میں بھردیا گیا۔ یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ایمان و حکمت جو اہر نورانیہ سے ہیں، جو اہر محسوسہ سے نہیں ہیں کہ طشت اُن سے بھرا ہوا ہے تو اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ غیر جسمانی چیزوں کو جسمانی صورت عطا فرما سکے۔ جیسا کہ موت کو قیامت کے روز مینڈھے کی صورت میں متشکل کیا جائے گا اور نیک اعمال کو صورت حسنہ دے کر میزان میں تولایا جائے گا۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے ایمان و حکمت کو جسمانی صورت میں متشکل فرمادیا اور یہ تمثیل اللہ کے عجیب کے لیے رفعت شان کا باعث ہو۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 193)

### قلب اقدس کا زمزم سے دھویا جانا

آپ کے قلب اقدس کو زمزم سے دھویا جانا کسی آلائش کی وجہ سے نہ تھا، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الطہیین والظاہرین ہیں، ایسے طیب و طاہر کہ ولادت باسعادت کے بعد آپ کو غسل نہیں دیا گیا، اس لیے قلب اقدس کا زمزم سے دھویا جانا محض اس حکمت پر مبنی تھا کہ زمزم کے پانی کو وہ شرف بخشا جائے جو کوثر و تسنیم کے پانی کو بھی حاصل نہ ہو۔

### براق کا حاضر کیا جانا

شق صدر کے بعد حضرت جبرئیل نے آپ کا دست اقدس پکڑا اور خانہ کعبہ سے لٹھائے مکہ میں لے آئے، آپ نے وہاں میکائیل و اسرافیل کو ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ صف بستہ کھڑے ہوئے پایا، جو آپ کے استقبال و خیر مقدم کے لیے حاضر تھے۔ جب ملائکہ کی نظر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی تو نہایت ادب سے حضور پر سلام عرض کیا، رضائے الہی اور کرامت ہائے بے حساب کی مبارک باد دی۔ آپ نے بھی ان کو جواب سے مشرف فرمایا پھر ایک سواری وحشی کی معنی۔ (مدارج النبوۃ، جلد سوم، صفحہ: 116)

اس تعلق سے یہ حدیث بھی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

قَدْ أُوتِيتُ بِدَابَّةٍ قَدْ نَبِّلُ وَفَوْقَ الْحِمَارِ أَيْضُ يُقَالُ لَهُ الدَّبَابَةُ يَضَعُ خَطْوُهُ

(بخاری مسلم مشکوٰۃ، صفحہ: 527)

يُنَادِي أَفْضَى ظَرْفِهِ فَيُصَلِّتُ عَلَيْهِ۔ یعنی پھر میرے سامنے ایک جانور جو فخر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا پیش کیا گیا، وہ سفید رنگ کا تھا جس کو براق کہا جاتا ہے اور جہاں تک اس کی نگاہ جاتی تھی وہاں تک وہ اپنا قدم رکھتا تھا، اسی پر مجھے سوار کیا گیا۔

### براق کی وجہ تسمیہ

براق کو براق اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ برق معنی بجلی سے مشتق ہے اور یہ بھی تیز رفتاری میں بجلی کے مانند تھا، یعنی یہ گیا وہ گیا، یا برق معنی چمکدار سے مشتق ہے اور اس کا رنگ بھی چمکدار تھا۔

### براق بھیجنے میں حکمت

شب اسرا میں براق خدمت والا میں بھیجا گیا، حالانکہ رب تعالیٰ قادر تھا کہ بغیر براق کے بھی لے جاسکتا تھا، اس کی حکمت یہ تھی کہ جب محب محبوب کو بلایا کرتا ہے تو اس کے لیے سواری بھیجتا ہے، کیوں کہ اس میں محبوب کی تعظیم ہوتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی محبوب رب العالمین ہیں، اس لیے حب آپ کو اپنے پاس بلایا تو آپ کی تعظیم کے لیے سواری بھیجی۔

(مدارج، حصہ اول، صفحہ: 194)

### براق پر سواری

براق خدمت عالی میں حاضر ہے، حضرت جبرئیل نے رکاب تھام رکھی ہے اور حضرت میکائیل لگام پکڑے ہوئے ہیں۔ حضرت جبرئیل عرض کرتے ہیں: یا عجیب اللہ! سوار ہو جائیں اور عالم بالا کی سیر کو چلیں، کیوں کہ تمام ملائکہ، ملائے اعلیٰ و مقربان عالم انتظار میں ہیں۔ عنکسار است صلی اللہ علیہ وسلم نے براق کو دیکھا اور غمزدہ ہو کر سر مبارک نیچے کر دیا، اتنے میں حکم الہی آیا: جبرئیل! میرے عجیب سے پوچھو، توقف اور رنج و ملال کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جبرئیل! آج مجھے اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا اور میری سواری کے



لیے براق بھیجا، کل قیامت کے روز میری امت قبروں سے اٹھے گی، بھوکی پیاسی ہوگی، ہر تاجدار ہر ہوگی، گناہوں کا بوجھ سر پر ہوگا، پچاس ہزار سال قیامت کی راہ ہے، تیس ہزار سال قبل صراط کی راہ ہے، یہ کس طرح طے کرے گی؟ حکم الہی ہوا: اے محبوب! اپنے دل سے رنج و غم نکال دو، جس سے جس طرح آپ کی سواری کے لیے براق بھیجا ہے اسی طرح قیامت کے روز آپ کی ہر امت کی قبر پر ایک ایک براق بھیجوں گا اور سب کو براق پر سوار کر کے طرفۃ العین میں پچاس ہزار سال کی قیامت کا طے کر کے بل صراط سے پار لگا دوں گا اور بہشت عنبر سرشت میں داخل فرما دوں گا، حضور نے یہ فرحت بخش خبر سن کر سوار ہونے کا ارادہ فرمایا تو براق نے شوشی شروع کر دی اور اچھل کودنا شروع کیا۔ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براق سے کہا: اَلَمْ تَحَدِّثْ تَفْعَلْ هَذَا فَمَا رَكِبْتَ اَحَدًا اَكْبَرُهُمْ عَلَى الْوَيْصَةِ قَالَ فَاَزَقَضَ عَرَفًا۔ (ترمذی، جلد دوم، صفحہ: 141)

ترجمہ: کیا رسول پاک کے ساتھ تو ایسا کرتا ہے؟ تجھ پر کوئی اور سوار نہیں جو رسول پاک سے زیادہ عند اللہ مکرم ہو، یہ سن کر وہ پینہ پینہ ہو گیا۔

**فائدہ:** علمائے اعلام نے فرمایا ہے کہ براق کی یہ شوشی بطور سرکشی تھی بلکہ بطور تازہ کاری جیسا کہ ایک دفعہ آپ کوہ ثبیر پر تشریف لائے تو پہاڑ خوشی سے حرکت کرنے لگا، یہ دیکھ کر فرمایا: اَلَيْسَتْ يَا ثَابِتُ بِمَنْزِلَةٍ فَاَتَمَّا عَلَيْنَاكَ نَبِيٌّ وَصِيْبِيٌّ وَشَهِيدَانِ۔

یعنی اے کوہ ثبیر! اٹھ رہا، کیوں کہ تیرے اوپر نبی، صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔

چنانچہ وہ پہاڑ یہ سن کر ساکن ہو گیا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 194)

### شان نبوی کا ظہور

منقول ہے کہ شب معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بطحائے مکہ میں تشریف فرما تھے۔ آج آپ کی شان کے مکمل ظہور کا وقت ہے۔ اسی ہزار ملائکہ آپ کے داعی جانب اور آغوش ہزار بائیں جانب موجود ہیں، ہر ایک کے ہاتھ میں مشعل نوری و شمع کا فوری ہے، جن کی روشنی و خوشبو سے تمام بطحائے مکہ روشن و معطر ہو رہا تھا کہ اتنے میں فرمان الہی: ہنجا: جبریل! میرے حبیب کے چہرہ انور پر سو ہزار پردے (بشریت کے) پڑے ہوئے ہیں ان میں ایک پر وہ ہٹا دو۔

حضرت جبریل نے آپ کے چہرہ اقدس سے ایک پردہ اٹھایا تو اس سے ایسا نور ظاہر ہوا کہ تمام شعلوں اور شمعوں کی روشنی اس نور کے سامنے منحل ہو گئی۔ (مدارج، ہر کن سوم، صفحہ: 118)

**فائدہ:** اس روایت پر بد عقیدہ کا یہ اعتراض ہے کہ جب حضور نور ہیں تو جب چلتے یا بیٹھتے ہیں تو روشنی کیوں نہیں ہوتی؟ جواب واضح ہے کہ واقعی سرکارِ عالم نور ہیں، روشنی نہیں ہوتی تو اس لیے کہ آپ پر سو ہزار پردے ڈالے گئے تھے، اگر یہ پردے نہ ہوتے تو کس آنکھ میں یہ طاقت تھی کہ آپ کے نور اور روشنی کو دیکھ سکتا۔

☆☆☆☆



## بطحائے مکہ سے روانگی اور عجائبات کا ملاحظہ فرمانا

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تک راق پر سوار مسجد اقصیٰ کی طرف روانہ ہوئے، آپ کا گزر ایسی زمین پر ہوا جس میں کھجور کے درخت بکثرت تھے، حضرت جبرئیل نے خدمتِ عالیہ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! سواری سے اتر کر نماز (نفل) ادا کر لیں، آپ نے اتر کر نماز ادا کی۔ حضرت جبرئیل نے پھر عرض کیا: آپ نے یثرب (مدینہ طیبہ) میں نماز ادا کی ہے، یعنی یہ ملک آپ کی سکونت بنے گی۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 195، انوار محمدیہ، صفحہ: 334)

پھر آپ کی سواری ایک سفید زمین پر گزری، حضرت جبرئیل نے عرض کیا: حضور! یہاں بھی اتر کر نماز ادا کریں، جب آپ نے نماز ادا کر لی تو حضرت جبرئیل نے عرض کیا: آپ نے نماز میں نماز ادا کی ہے۔ پھر یہاں سے چل کر بیت اللحم پہنچے۔ وہاں بھی حضرت جبرئیل نے عرض کیا: یا حبیب اللہ! اتریں اور نماز نفل ادا کریں، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جبرئیل نے عرض کیا: یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پیدا ہوئے تھے۔

(انوار محمدیہ، صفحہ: 334)

**فائدہ:** اس سے ثابت ہوا کہ مقام بزرگ میں نماز (نفل) ادا کرنا باعثِ ثواب ہے اور سببِ مصطفیٰ ہے۔ چنانچہ اجیر میں اور حضرت داتا گنج بخش کی مسجد میں نماز ادا کرنا جائز ہے، جب کہ بد عقیدہ منع کرتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے)

آپ کی سواری جاری تھی کہ راستے میں ایک بوڑھی خاتون نظر آئی، آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: حضور! آپ چلیں، آپ چل رہے تھے کہ ایک بوڑھا راستہ میں ملا جو آپ کو بلانے لگا: یا رسول اللہ! ادھر تشریف لائیں، مگر حضرت جبرئیل نے عرض کیا:

حضور! سفر جاری رکھیں۔

پھر آپ کا گزر ایک ایسی جماعت پر ہوا جنہوں نے آپ کو بایں الفاظ سلام عرض کیا: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا اَوَّلَ اَلسَّلَامِ عَلَیْكَ يَا اٰخِرَ اَلسَّلَامِ عَلَیْكَ يَا حَاضِرَ۔

حضرت جبرئیل نے عرض کیا: حضور! ان کے سلام کا جواب دیں، آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا، پھر حضرت جبرئیل نے عرض کیا: آپ نے جو بوڑھی خاتون دیکھی ہے وہ دنیا ہے، اب دنیا کی عمر اتنی باقی رہ گئی ہے جتنی کہ اس بوڑھی خاتون کی، اگر اس بوڑھی خاتون کو جو دنیا تھی جواب دیتے تو آپ کی اُمت دنیا کو آخرت پر اختیار کر لیتی اور جس نے آواز دے کر آپ کو بلایا تھا وہ ابلیس تھا، اگر آپ اس کو جواب دیتے تو یہ آپ کی اُمت کو گمراہ کر دیتا اور وہ جماعت جس نے آپ کو سلام کیا ہے وہ حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تھے۔

(مدارج، جلد اول، صفحہ: 195، انوار محمدیہ، صفحہ: 334)

ایک روایت میں ہے کہ آپ کا گزر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوا جو اپنی قبر مبارک میں نماز ادا کر رہے تھے، تو انہوں نے آپ کو دیکھ کر کہا: اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 195، انوار محمدیہ، صفحہ: 334)

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ انبیائے کرام زندہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، جیسے جنتی، جنت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں بغیر اس کے کہ وہ مکلف ہوں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: چوں انبیاء زندہ اندر خدا تعالیٰ کی عبادت میں۔

(مدارج، جلد اول، صفحہ: 195)

یعنی چوں کہ انبیاء اللہ کے نزدیک زندہ ہوتے ہیں اس لیے وہ عبادت بھی کرتے ہیں۔ علامہ یوسف بن اسماعیل مہمانی لکھتے ہیں: لَا تَمْنَعُ اَنَّ الْأَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يُصَلُّوْنَ فِي قُبُورِهِمْ لَا تُنْفَعُ اَحْيَاءُ وَعِنْدَ رَبِّهِمْ يُزَوَّدُوْنَ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ: 324)

ترجمہ: اس میں کچھ مانع نہیں ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں، کیوں کہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔



## مجاہدین کا انعام

جب سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اس سے آگے بڑھے تو آپ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو ایک ہی دن بھیتی بولتی ہیں اور اسی دن کاٹ لیتی ہیں، جس کو وہ کاٹتی ہیں وہی بھیتی دوبارہ اٹھائی ہو جاتی ہے جیسے کانٹے کے قفل تھی۔ آپ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل نے کہا: یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں، ان کی نیکی سات سو گنا سے زیادہ کی جاتی ہے، یہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عنایت فرماتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔  
(انوار محمدیہ، صفحہ: 335)

## تارکینِ صلوٰۃ کا انجام

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی قوم پر گزر فرمایا جن کے سر پتھر سے پھوڑے جاتے ہیں جب وہ پکھلے جاتے تو پھر اپنی سابقہ حالت پر واپس آ جاتے اور یہ سلسلہ بند نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: جبرئیل! یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو نماز فرض سے روگردانی کرتے ہیں۔  
(انوار محمدیہ، صفحہ: 335)

## تارکینِ زکاة کا انجام

پھر آپ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا کہ ان کی شرم گاہوں پر آگے اور پیچھے چھتھرے لپٹے ہوئے تھے، وہ موسیقیوں کی طرح چر رہے ہیں، کانٹے دار زقوم اور جہنم کے پتھر کھا رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا: یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت جبرئیل نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکاة ادا نہیں کرتے تھے، ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا کیوں کہ آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے، تَوَمَا زَيْتُكَ بِظَلَامٍ لِّلْعَبِيدِ۔  
(انوار محمدیہ، صفحہ: 335)

## زانیوں کا انجام

پھر آپ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے

اور ایک ہانڈی میں کچا بدبودار گوشت رکھا ہوا ہے، مگر وہ لوگ اس بدبودار کپے گوشت کو کھاتے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے ہیں۔ آپ نے پوچھا: یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت جبرئیل نے کہا: یہ آپ کے امت کے وہ مرد ہیں جن کے پاس حلال اور طیب بیویاں ہوں، پھر بھی وہ خبیث اور پلید خواتین کے پاس آئیں اور ان کے پاس صبح تک گزاریں، اسی طرح وہ خواتین ہیں جو اپنے حلال طیب شوہروں کے پاس سے اٹھ کر ناپاک مردوں کے پاس آئیں اور رات کو ان کے پاس رہیں یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔  
(انوار محمدیہ، صفحہ: 335)

## لالچیوں اور حرصوں کا انجام

پھر آپ کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جس نے ایک بہت بڑا گٹھا لکڑیوں کا جمع کر رکھا ہے کہ وہ اس کو اٹھا نہیں سکتا، مگر وہ اس میں لکڑیاں لالا کر رکھتا ہے۔ آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ حضرت جبرئیل نے کہا: آپ کی امت کا ایک ایسا شخص ہے جس کے ذمے لوگوں کے بہت سے حقوق اور دانتیں ہیں جن کی ادائیگہ قادر نہیں ہے اور وہ اور زیادہ لدا چلا جاتا ہے۔  
(انوار محمدیہ، صفحہ: 335)

## برے واعظوں کا انجام

پھر آپ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ لوسے کی قہنجیوں سے کانٹے جارہے ہیں اور جب کٹ جاتے ہیں تو پھر اسی حالت سابقہ پر آ جاتے ہیں اور یہی سلسلہ جاری ہے۔ آپ نے پوچھا: یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت جبرئیل نے کہا: یہ گمراہی میں ڈالنے والے واعظ ہیں۔  
(انوار محمدیہ، صفحہ: 335)

پھر آپ کا گزر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا جس میں سے ایک بڑا تیل پیدا ہوتا ہے، پھر وہ تیل اس پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے لیکن نہیں جاسکتا، آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل نے کہا: یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بری بات منہ سے نکالے، پھر اس پر تادم ہو اور اس بات کو منہ میں داپس کرنا چاہتا ہے مگر وہ واپس نہیں کر سکتا۔  
(انوار محمدیہ، صفحہ: 336)

## جنت کی آواز سننا

پھر ایک دادی پر گزرے جہاں سے ٹھنڈی یا کیزہ ہوا، اور تنک کی خوشبو آئی اور ایک آواز



سنی، آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل نے کہا: یہ جنت کی آواز ہے، وہ کہتی ہے: یا مسلمان جو تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے وہ مجھے دے، کیوں کہ میرے بالا خانے میں استبراق و حریر، سندس و بقری، موتی و مہنگے، چاندی و سونا، گلاس و پشتریاں، دستہ دار کوزے و مرکب، شہد و پانی، دودھ اور شراب بکثرت پہنچ گئے ہیں، تو اب میرے وعدے کی چیز (مکان جنت) مجھے دے (تاکہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تجھے دیا جائے گا ہر مسلم مرد و مسلم خاتون اور مومن مرد و مومن خاتون میں جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائے، پھر میرے ساتھ شرک نہ کرے، میرے سوا کسی کو اللہ نہ مانے اور مجھ سے ڈرے گا وہ مامون رہے گا، نیز جو مجھ سے مانگے گا میں اس کو دوں گا اور جو مجھ کو قرض دے گا میں اس کو جزا دوں گا اور جو مجھ پر تکبر کرے گا میں اس کو کفایت کروں گا۔ میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں وعدہ خلافی نہیں کرتا، بے شک مومن کامیاب ہوئے اور اللہ تعالیٰ جو احسن الثاقبین ہے، بابرکت ہے جنت نے (یہ منکر) کہا: میں راضی ہوں۔ (انوار محمدیہ، صفحہ: 336)

### دوزخ کی آواز سننا

پھر آپ کا گزر ایک وادی پر ہوا، جہاں ایک وحشت ناک آواز سنی اور بدبو محسوس ہوئی۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: یہ جہنم کی آواز ہے، کہتی ہے: یا رب! میری زنجیریں، طوق، شعلے، گرم پانی، پیپ اور عذاب بکثرت پہنچ گئے ہیں، میری گہرائی بہت دراز ہو گئی ہے، میری گرمی سخت ہو گئی ہے اور جو مجھ سے تو نے وعدہ کیا ہے وہ مجھے دے۔ ارشاد باری ہوا: ہر مشرک و ہر مشرکہ، کافر و کافرہ اور ہر متکبر جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا وہ تجھ کو دیا جائے گا، (یہ سن کر) دوزخ نے کہا: میں راضی ہو گئی۔ (انوار محمدیہ، صفحہ: 336)

### یہود و نصرانی کا بلانا

آپ نے فرمایا کہ ایک پکارنے والے نے مجھ کو دائیں طرف سے بلایا کہ میری طرف نظر کیجئے! میں آپ سے کچھ دریافت کرتا ہوں، میں نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا، پھر کسی اور

نے بائیں طرف سے اسی طرح بلایا، میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا، پھر آپ نے ایک خاتون دیکھی جو اپنے بازو کھولے ہوئے تھی اور ہر اس شے سے آراستہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔ اس نے بھی کہا: یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میری طرف نگاہ کیجئے، میں آپ سے کچھ دریافت کروں گی، آپ نے اس کی طرف بھی التفات نہ فرمایا۔ حضرت جبرئیل نے آپ سے کہا: پہلا پکارنے والا یہود کا داعی تھا، اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی اور دوسرا پکارنے والا نصرانی کا داعی تھا، اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت نصرانی ہو جاتی اور وہ خاتون دنیا تھی، یعنی اس کو جواب دینے سے یہ اثر ہوتا کہ آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔ (انوار محمدیہ، صفحہ: 336)

### حرام خوروں کا انجام

پھر آپ نے بہت سے خوان دیکھے جن پر طیب دیا کیزہ گوشت رکھا ہوا ہے مگر ان پر کوئی شخص نہیں ہے، کچھ اور خوان ہیں جن پر سڑا ہوا گوشت رکھا ہوا ہے اور بہت سے لوگ وہ گوشت کھا رہے ہیں۔ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: یہ وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑتے ہیں اور حرام کو کھاتے ہیں۔

### سود خوروں کا انجام

پھر آپ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ اتنے بڑے تھے جیسے کوٹھریاں ہوتی ہیں، جب ان میں سے کوئی اٹھتا ہے، تو وہ فوراً گر پڑتا ہے۔ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: یہ لوگ سود خوار ہیں۔ (انوار محمدیہ، صفحہ: 337)

### مال یتیم کھانے والوں کا انجام

پھر آپ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے ہونٹ اتنے بڑے تھے جیسے اونٹوں کے ہوتے ہیں، وہ آگ کے انگارے لگتے ہیں لیکن وہ انگارے ان کے نیچے سے نکل جاتے ہیں۔ حضرت



جبریل نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ وہ لوگ ہیں جو قیاموں کا مال غلاما کھا جاتے ہیں۔

(انوار محمدیہ، صفحہ: 337)

## زانی خواتین کا انجام

پھر آپ کا گزر ایسی خواتین پر ہوا جو پستانوں سے بندھی ہوئی لٹک رہی ہیں، یہ خواتین زانیہ تھیں۔

(انوار محمدیہ، صفحہ: 336)

## چغل خوروں کا انجام

پھر آپ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے پہلو کا گوشت کاٹا جا رہا تھا، یہ لوگ چغل خور اور دوسروں کے عیب نکالنے والے تھے۔

(انوار محمدیہ، صفحہ: 337)

## منکرین و بد عقیدے کا اعتراض و جواب

علم غیب مصطفیٰ کے منکرین اس جگہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سب امور سابقہ میں حضرت جبریل سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو ان امور کا علم نہ تھا۔

اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ سوال ہمیشہ لاعلمی ہی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ کبھی حکمت کی بنا پر بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ، مومن علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے: وَمَا تِلْكَ بِمَسْمُومٍ يَأْتُونَكَ مَوْنًا! تیرے دامن ہاتھ میں کیا ہے؟ تو کیا اللہ تعالیٰ جو علام الغیوب ہے، اس کو بھی علم نہ تھا؟ تَعَالَى اللَّهُ عَنِ ذَلِكِ غَلْوًا کَبِيرًا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صورتوں کو پوچھنے میں یہ حکمت ہے کہ اگر آپ نہ پوچھتے تو ان صورتوں کی وضاحت کیسے ہوتی اور ہم یہ کیسے جانتے کہ وہ کون لوگ تھے؟ جس کے بارے میں آپ ﷺ نے پوچھا اور حضرت جبریل نے وضاحت کی، جس سے ہم کو معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ اپنے اعمال بد کی وجہ سے مختلف عذابوں میں مبتلا تھے۔



## پچیواں وعظ

## حضور اقدس کا بیت المقدس پہنچنا

آپ کی سواری بیت المقدس کے قریب پہنچی تو آپ سواری سے نیچے اترے اور سواری کو مسجد کے حلقے کے ساتھ باندھا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صاحب معراج صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَلْفِي أَتَيْتُ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فَوَضَعْتُهُ بِالْحَلْقَةِ الَّتِي تَوَلَّى بِهَا الْأَنْبِيَاءُ۔

ترجمہ: میں بیت المقدس میں پہنچا اور براق کو اس حلقہ مسجد سے باندھا جس میں انبیاء مرسلین باندھا کرتے تھے۔

فائدہ: ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے خود براق کو باندھا مگر مراد اس باندھنے سے یہ ہے کہ حضرت جبریل کو باندھنے کا حکم دیا اور انھوں نے براق کو باندھا جیسا کہ دوسری حدیث سے ثابت ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَمَّا رَأَيْنَا بَيْتَ الْمُقَدَّسِ قَالَ جِبْرِيلُ بِأَصْبَحِهِ فَفَرَّقِي بِهِ الْحَجَرَ وَشَدَّ بِهَا الْوِثَاقَ۔

یعنی جب ہم بیت المقدس تک پہنچے تو جبریل نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا اور اس سے براق کو باندھا۔

پھر آپ مسجد میں گئے، وہاں آپ کے استقبال کے لیے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حاضر تھے، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک، انھوں نے آپ کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی ثناء کی اور آپ پر درود پاک پڑھا اور آپ کے افضل ہونے کا سب نے اعتراف کیا، پھر اذان دی گئی اور تکبیر کہی گئی، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے صفوف بندی کی اور انتظار



کرنے لگے کہ کون امام بنے گا، اتنے میں حضرت جبرئیل نے امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر سب کا امام بنایا اور آپ نے تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نماز پڑھائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَعَرَفْتُ النَّبِيَّ مِنْ مَنَابِقِ قَائِمِهِ وَرَأَيْتُ وَجْهَهُ وَتَسَاجِدَ ثُمَّ أَذِنَ مُؤَدِّي فَأَقْبَمْتُ الصَّلَاةَ فَقُمْنَا صُغُوفًا نَنْتَظِرُ مَنْ يَأْتِنَا فَأَخَذَ بِيَدِي جِبْرِئِيلُ فَقَضَىٰ فَصَلَّيْتُ بِهِ.

ترجمہ: میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا، تمام انبیاء کو میں نے پہچانا، کوئی قیام میں، کوئی رکوع میں اور کوئی سجدے میں تھے، پھر مؤذن نے اذان دی اور نماز کی اقامت کہی گئی، ہم نے کھڑے ہو کر صفیں تیار کیں اور انتظار کرنے لگے کہ کون ہمارا امام بنے گا، اتنے میں جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کر دیا، تو میں نے انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نماز پڑھائی۔

فائدہ: ثابت ہوا کہ محبوب خدا تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سردار اور امام ہیں اور سب سے افضل ہیں۔ اس معراج میں اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب کی شانِ رفعت و کمال ہی منظر تھی، نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیائے کرام زندہ ہیں جیسا کہ پہلے بھی ثابت ہو چکا ہے۔

## انبیائے کرام کا شاکرنا

اس کے بعد انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی شاد و بیان کی اور اس کے ضمن میں اپنے خصائص و کمالات ظاہر کیے۔ پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا:

أَتَقَدَّرُنِي مِنَ النَّارِ وَجَعَلَهَا تَرْدًا وَسَلَامًا

ترجمہ: تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں جس نے مجھے ظلیل بنایا، مجھے ملک عظیم عطا فرمایا اور مجھے مقتدا صاحب قوت بنایا کہ میری اقتدا کی جاتی ہے اور مجھے ناز جنم سے نجات دی اور اس کو مجھ پر رشید اور سلامتی والی بنا دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کی یوں تعریف کی:

أَتَقَدَّرُنِي مِنَ النَّارِ وَجَعَلَهَا تَرْدًا وَسَلَامًا

ترجمہ: تمام حمد اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے ساتھ کلام فرمایا، مجھے برگزیدہ کیا، مجھ پر نورات نازل کی، فرعون کی بلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات میرے ہاتھ پر ظاہر کی اور میری امت کو ایسی قوم بنایا کہ حق کے موافق وہ ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ عدل کرتے ہیں۔

پھر حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کی شاکر کرتے ہوئے فرمایا:

أَتَقَدَّرُنِي مِنَ النَّارِ وَجَعَلَهَا تَرْدًا وَسَلَامًا

ترجمہ: تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے ملک عظیم عطا فرمایا، مجھے زبور کا علم دیا، میرے لیے لوہے کو موم کیا، میرے لیے پہاڑوں کو تابع کیا جو میرے ساتھ تسبیح پڑھتے ہیں، بندوں کو بھی تسبیح کے لیے تابع کیا اور مجھے حکمت اور صاف تقریر عطا فرمائی۔

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کی حمد کا خطبہ پڑھا:

أَتَقَدَّرُنِي مِنَ النَّارِ وَجَعَلَهَا تَرْدًا وَسَلَامًا

ترجمہ: تمام حمد اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے لیے ہوا میں تابع کیں، شیطانوں کو سحر کیا جو میں چاہتا ہوں وہ کرتے ہیں، عمارتیں، تصویریں (کہ اس وقت جائز تھیں) اور پردوں کی بولی کا علم دیا، ہر شے مجھے دی اور میرے لیے شیطانوں، انسانوں، جنوں اور پرندوں کی نظریں کو سحر کیا، مجھے ایسا ملک عطا فرمایا جو میرے بعد کسی کو نہیں ملا اور میرے لیے ایسی پاکیزہ سلطنت بنائی جس کے متعلق مجھ سے کچھ حساب نہ ہوگا۔

حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شاکر کرتے ہوئے فرمایا:

أَتَقَدَّرُنِي مِنَ النَّارِ وَجَعَلَهَا تَرْدًا وَسَلَامًا



فَيَكُونُ وَعَلَيْهِ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالْزُورَةَ وَالْأُجْمِلَ وَجَعَلَنِي أَقْبَرُ مِنْ  
الطُّغْيَانِ كَهَيْئَةِ الطُّغْيَانِ فَأَنْفَعُ فِيهِ فَيَكُونُ ظِلًّا بِأَذْنِ اللَّهِ وَجَعَلَنِي أَمْرِي الْأَمْنَةَ  
وَالْأَكْبُوسَ وَأَخْبِي النَّوْثِي بِأَذْنِ اللَّهِ وَزَفَعَنِي وَطَهَّرَنِي وَأَعَاذَنِي وَأَقْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ  
قَلْبُهُ يَكُنْ لِلشَّيْطَانِ عَلَيْنَا سَيْدِلٌ

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ کو اپنا کلمہ بنایا، مجھ کو آدم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے مشابہ بنایا جو مٹی سے بنے ہیں، پھر فرمایا کہ ہو جا تو وہ ہو گئے اور مجھے کتاب (کلمہ) حکمت، تورات اور انجیل کا علم دیا، مجھے ایسا بنایا کہ میں مٹی سے پرندوں کی صورت میں بناتا ہوں تو جب میں اس میں پھونکتا ہوں وہ اللہ کے حکم سے پرندہ ہو جاتا ہے، مجھ کو ایسا بنایا کہ میں ماوراء اندھول اور جہد امیوں کو اچھا کر دیتا ہوں اور باذن اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہوں، مجھے بلند کیا، پاک کیا، مجھے اور میری ماں کو شیطان رجیم سے پناہ دی، چنانچہ شیطان کا ہم پر کوئی قابو نہیں چلتا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب تک آپ سب نے اپنے رب کی حمد و ثنا کی اب میں اپنے رب کی ثنا کرتا ہوں: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَنِیْ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ وَكَافَّةً لِّلنَّاسِ بِشَیْءٍ وَنَذِیْرًا وَاَنْزَلَ عَلَی الْفُرْقَانِ فِیْهِ وَبَیِّنَاتٍ کُلِّ شَیْءٍ وَجَعَلَ اَمْنِیْ خَلْقَ اُمَّةٍ اُخْرَیْ لِّلنَّاسِ وَجَعَلَ اَمْنِیْ اُمَّةً وَنَسَلًا وَجَعَلَ اَمْنِیْ هُمْ الْاَوَّلُونَ وَهُمْ الْاٰخِرُونَ وَشَرَحَ لِیْ صَدْرِیْ وَوَضَعَ عَلَیْیْ وَزْرِیْ وَزَفَعَ لِیْ ذُکْرِیْ وَجَعَلَ لِیْ قَابِیْضًا وَخَافِیْضًا (مدارج، صفحہ: 197)

ترجمہ: تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے رحمت للعالمین اور تمام لوگوں کے لیے بشیر و نذیر بنایا، مجھ پر فرقان اتارا، جس میں ہر شے کا واضح بیان ہے، میری امت کو بہترین امت بنایا کہ لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے، میری امت کو اوسط بنایا اور اس کو ایسا بنایا کہ وہ (رحمہ میں) اول اور (وجود میں) آخری ہیں، میرے سینے کو کھول دیا، میرے بوجھ کو ہلکا کر دیا، میرے ذکر کو بلند کیا، مجھے شروع کرنے والا اور سب کا خاتمہ بنایا یعنی نبوت مجھ سے شروع اور پھر مجھی پر ختم ہوئی۔

حضور کا سب سے افضل ہونا

جب امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی حمد و ثنا کے بیان سے

فارس ہوئے تو سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام انبیاء کی موجودگی میں فیصلہ فرما کر کہا: ان کمالات کے سبب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب پر فضیلت لے گئے، تمام انبیاء نے سنا اور اس کو تسلیم کیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ تمام انبیاء کا اجتماع ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں۔ (مدارج، صفحہ: 197، انوار محمدیہ، صفحہ: 339)

☆☆☆



ہوئی ہے، اب حدیث پاک سے آسانی معراج کا ثبوت پیش ہے:

### آسمان دنیا کی طرف عروج

جب آپ بیت المقدس میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات سے فارغ ہوئے تو آپ کے لیے آسمان پر چڑھنے کے لیے سونے کی ایک سیڑھی اور چاندی کی ایک سیڑھی پیش کی گئی جو بڑی خوبصورت تھی۔ چنانچہ آپ حضرت جبرئیل کے ساتھ سیڑھی پر چڑھے۔ اس تعلق سے حضرت کعب بن ربیع اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فَوُضِعَتْ لَهُ مِزْقَةٌ قَاقِوْنٍ وَفِطْرَةٌ مِزْقِ قَاقِوْنٍ فَخَبَّ حَتَّى عَرَجَ هُوَ وَجِبْرِئِيلُ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ: 340)

ترجمہ: آپ کے لیے چاندی کی ایک سیڑھی اور سونے کی ایک سیڑھی رکھی گئی یہاں تک کہ آپ اور حضرت جبرئیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) چڑھے۔

مشرف الصغریٰ میں اس طرح روایت ہے: إِنَّهُ أُنِيَ بِالسَّيْرِاجِ مِنْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ وَإِنَّهُ مُنْفَضٌّ بِاللُّوْلُو عَنْ عِمِّيْنِهِ مَلَايِكَةً وَعَنْ يَسَارٍ مَلَايِكَةً۔ (انوار محمدیہ، صفحہ: 340)

ترجمہ: واقعی شان کا یہ عالم ہے کہ آپ کے لیے جنت الفردوس سے ایک سیڑھی لائی گئی جو ہاتھوں سے جڑی ہوئی تھی، اس کے دائیں طرف بھی فرشتے تھے اور بائیں جانب بھی۔

### آسمان دنیا پر پہنچنا

سیڑھی پر چڑھتے ہوئے سائے دنیا تک پہنچ گئے جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے: فَعَرَجَ جِي إِلَى السَّمَاءِ فَلَمَّا جَنُفُ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِئِيلُ لِحَازِنِ السَّمَاءِ افْتَضِعْ قَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا جِبْرِئِيلُ قَالَ: هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ؟ قَالَ: نَعَمْ مَعِيَ مُحَمَّدٌ فَقَالَ: أُرْسِلْ إِلَيْهِ قَالَ: نَعَمْ فَلَمَّا فُتِحَ عَلَوْنَا السَّمَاءِ الدُّنْيَا إِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلَى عِمِّيْنِهِ أَسْوَدَةٌ وَعَلَى يَسَارِهِ أَسْوَدَةٌ إِذَا أَنْظَرُ قِمَلٍ عِمِّيْنِهِ حَيَّكَ وَإِذَا أَنْظَرُ قِمَلٍ يَمَانِيهِ بَكَى فَقَالَ: مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْإِمَامِ الصَّالِحِ قُلْتُ لِحَازِنِ السَّمَاءِ مَنْ هَذَا؟ قَالَ: هَذَا أَذَمُّ وَهَذِهِ الْأَسْوَدَةُ عَنْ عِمِّيْنِهِ وَعَنْ يَمَانِيهِ نَسَمُ بَنِيْنِهِ قَاهِلُ الْيَمِينِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْأَسْوَدَةُ النَّبِيُّ عَنْ يَمَانِيهِ أَهْلُ النَّارِ۔

### چھبیسواں وعظ

### حضور کا آسمان اول پر جلوہ فرمانا

قرآن پاک سے بھی آسانی معراج ثابت ہے اور حدیث پاک سے بھی۔ اللہ تعالیٰ سورہ النجم میں ارشاد فرماتا ہے: وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ مَا خَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ - إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى ثُمَّ كُنَّا تَوَاعُقًا قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ فَأَوْخَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْخَىٰ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ أَنفَخْنَا وَهُدًى عَلَىٰ مَن يَرَىٰ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ إِذْ يَخْشَى الْيَسْبُورَةَ مَا يَفْخَىٰ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ۔

ترجمہ: چمکتے تارے کی قسم! جب یہ معراج سے اترے، تمہارے صاحب نہ ٹپکے، نہ سبکے اور نہ ہوئے اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو وہی کہتے ہیں جو انھیں وحی کی جاتی ہے۔ انھیں سخت قوت و طاقتور والے نے سکھایا، پھر اس ذات نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کا سب سے بلند کنارہ تھا پھر وہ ذات نزدیک ہوئی پھر اتنی نزدیک آگئی کہ اس کے اور محبوب میں صرف دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔ پھر اس ذات نے اپنے بندے کو وحی فرمائی جو وحی فرمانا چاہا۔ جو دیکھا اس کے قلب نے نہیں جھٹلایا۔ کیا تم ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو ارے انھوں نے تو اس ذات کو دوبارہ دیکھا۔ سدرۃ المنتہی کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ سدرہ پڑ چھا تارہا جو اس نے چاہا اور نہ آنکھ کسی طرف، یہی اور نہ حد سے بڑھی۔ واقعی اس نے اپنے رب کی بہت بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

ان مبارک آیتوں کی پوری تفصیل تو آگے ذکر کی جائے گی مگر آسانی معراج تو ثابت ہو



قَالَ إِذَا نَظَرْتُ قِبَلَ تَمِيمِيهِ هَوَيْكَ وَإِذَا نَظَرْتُ قِبَلَ شِمَالِيهِ بَنِي " (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ ۶۲۹)

ترجمہ: مجھے آسمان تک چڑھایا گیا، جب میں آسمان دنیا تک پہنچا تو جبرئیل نے آسمان کے خازن سے کہا دروازہ کھولو، اس نے کہا: کون ہے؟ جبرئیل نے کہا: خازن نے کہا: تیرے ہمراہ کوئی ہے؟ فرمایا: ہاں! میرے ہمراہ محمد رسول اللہ ہیں۔ خازن نے کہا: آپ کو آسمان کی طرف بھیجا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا: ہاں! جب دروازہ کھولا گیا تو ہم پہلے آسمان پر چڑھے، دیکھا کہ ایک شخص تشریف فرما ہے جس کی دائیں طرف کچھ لوگ ہیں اور بائیں جانب بھی کچھ لوگ ہیں۔ جبرئیل نے دائیں طرف نظر کرتے ہیں تو خوش ہوتے اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو روتے اور غمزدہ ہوتے ہیں۔ انھوں نے کہا: نبی صالح اور امین صالح مرحبا! میں نے جبرئیل سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ اس نے کہا: یہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور اس کی دائیں جانب اور بائیں جانب ان کی اولاد کی رو میں ہیں، دائیں جانب جنتی رو میں ہیں اور بائیں جانب دوزخی رو میں ہیں، اسی لیے جب دائیں جانب نظر کرتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔

بدعقیدوں کا اعتراض و جواب

سوال: حضرت جبریل جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آسمانوں پر پہنچے تو ہر آسمان پر محافظ فرشتوں نے یہ سوال کیا کہ کون ہے؟ حضرت جبریل نے کہا: جبریل! فرشتوں نے کہا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، پھر فرشتوں نے پوچھا: کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ حضرت جبریل نے کہا: ہاں! فرشتوں نے کہا: مرحبا!

اور دوسری روایت میں ہے: رَغَمَ الْمَيْحِ جَاءَ. ان تمام سوالات و جوابات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کو معراج کے متعلق حضور ﷺ کے تشریف لے جانے سے پہلے کچھ علم نہ تھا۔

جواب: فرشتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے قبل معراج کا علم نہ ہونا حدیث کے خلاف ہے۔ صحیح بخاری میں حدیث معراج کے یہ الفاظ موجود ہیں: **فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَرَجِ الْغَمَامِ** یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش خبری آسمانوں والے سنتے تھے۔ (جلد دوم، صفحہ: 1120)

امام ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں: **كَأَنَّهُمْ كَانُوا عَالِمِينَ أَنَّهُ سَيُعْرَجُ**

أَمْ نُنْتَظِرُ أَنْ يَكُونَ لَكَ

یعنی فرشتے جانتے تھے کہ حضور ﷺ کو مغرب معراج کرائی جائے گی، اس لیے آپ کی

اس سے ثابت ہوا کہ فرشتے بھی جانتے تھے کہ آپ کو معراج کرائی جانی ہے، باقی رہا فرشتوں کا سوال کرنا تو یہ لامعلیٰ کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ حکمت کی بنا پر تھا اور حکمت یہ تھی:

- ۱۔ یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ ہفت سادات میں عزت و کرامت کے مخصوص دروازے محمد ﷺ کے سوا کسی کے لیے نہیں کھولے جاسکتے، خواہ وہ حضرت جبرئیل ہی کیوں نہ ہوں۔
- ۲۔ اگر فرض ہے یہ نہ پوچھتے کہ کیا وہ بلائے گئے ہیں تو حضرت جبرئیل ہاں کہہ کر اقرار بھی نہ کرتے، حضرت جبرئیل نے جب اس امر کا اقرار کیا کہ ہاں وہ بلائے گئے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر ایک اور دلیل قائم ہوگئی کہ حضور خود نہیں آئے بلکہ آپ کو بلایا گیا ہے اور خود آنے میں اور بلائے جانے میں بہت فرق ہے، جس کو اہل محبت ہی سمجھ سکتے ہیں۔

حاجیہ جلالین میں موجود ہے: نَفَى اَدَمُ اَنْى بِرُوحِهِ وَجَسَدِهِ مَعًا كَيْفِيَّةَ الْاَنْبِيَاءِ الَّتِي  
كُوْنُهُمْ فِي السَّمَوَاتِ السَّمْعِ فَاجْتَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ بِأَجْسَادِهِمْ  
وَأَرْوَاحِهِمْ بَعْدَ أَنْ اجْتَمَعَ بِهِمْ كَذَلِكَ فِي بَهْلَكَةِ الْاَنْبِيَاءِ فِي بَيْتِ الْمَقْدَسِ. (صفحہ: 229)  
ترجمہ: آپ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملائی ہوئے یعنی ان کی روح اور جسم دونوں کے  
ساتھ جیسا کہ باقی انبیائے کرام کے ساتھ جن کا ذکر ساتوں آسمانوں میں آئے گا، تو نبی کریم صلی  
علیہ وسلم ان سب کے اجسام اور ارواح کے ساتھ جمع ہوئے۔ اس کے باوجود کہ آپ ان کے  
ساتھ جمع روح و جسم بیت المقدس میں جمع ہو چکے تھے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جملہ انبیائے عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں، جو کہ ان کو مردہ خیال کرتے ہیں، حقیقت میں ایسے لوگوں کے دل خود مردہ ہیں۔

حضرت جبرئیل کا تمام انبیاء سے متعارف کرانا

حدیث پاک میں ہے کہ آسمانوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرئیل نے



متعارف کرایا کہ یہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، یہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں وغیرہ، تو ان سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ آپ ان سب کو بیت المقدس میں دیکھ چکے تھے، اس لیے حضرت جبریل کا تعارف آپ کے عدم التفات کی وجہ سے تھا، یا ان کی شان خادمانہ ظاہر کرنے کے لیے۔

### آسمان پر امور عجیبہ کا دیکھنا

آپ نے آسمان اول پر بہت سے امور عجیبہ ملاحظہ فرمائے، ان میں سے بعض یہاں ذکر کیے جاتے ہیں، مثلاً:

۱- آپ نے فرشتوں کی ایک جماعت دیکھی جو صف بستہ قیام میں کھڑے تھے اور یہ بیچ پڑھ رہے تھے: سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ۔ آپ نے جبریل سے پوچھا کہ کب سے اس عبادت میں مشغول ہیں؟ حضرت جبریل نے عرض کیا: جب سے آسمان پیدا ہوا ہے اس وقت سے لے کر قیامت تک اس عبادت میں مشغول رہیں گے، پھر حضرت جبریل نے عرض کیا: یا رسول اللہ! رب تعالیٰ سے درخواست کریں، تاکہ اس عبادت کا ثواب آپ کی امت کو مل جائے، آپ نے درخواست کی، تو اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی اور قیام، نماز میں فرض فرمادیا۔ آپ نے پوچھا: جبریل! ان کی تعداد کتنی ہے؟ حضرت جبریل نے عرض کیا: اللہ کے سوا ان کی تعداد کوئی نہیں جانتا۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ۔ (معارج، رکن، 3: صفحہ 124)

۲- آپ نے پہلے آسمان پر ایک فرشتہ دیکھا جو انسانی شکل کا تھا کہ اس کا اوپر کا حصہ آگ کا تھا اور نصف زیریں برف کا تھا، مگر آگ برف کو نہیں پگھلاتی تھی اور برف آگ کو نہیں پگھلاتی تھی اور اس کی تسبیح یہ تھی: سُبْحَانَ الَّذِي بَيْنَ الْقُلُوبِ وَالنَّارِ وَالَّذِي بَيْنَ الْقُلُوبِ وَالنَّارِ الصَّالِحِينَ۔ آپ نے پوچھا: یہ فرشتہ کون ہے؟ حضرت جبریل نے عرض کیا: حضور! اللہ نے اس فرشتے کو اپنی کمال قدرت سے پیدا فرمایا کہ بادل پر مقرر فرمایا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا ارادہ منظر ہوتا ہے، بارش برساتا ہے اور اس فرشتے کا نام رعد ہے۔ (معارج، صفحہ 127)

### تائیسواں وعظ

### دوسرے آسمان سے چھٹے تک کی سیر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پہلے آسمان کی سیر کر کے دوسرے آسمان کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں عجائب و غرائب ملاحظہ فرمایا۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں: ثُمَّ صَعِدْتُ حَتَّى آتَى بَنِي السَّمَاءِ الثَّانِيَةَ فَأَسْتَفْتَحَ قَبِيلَ مَنْ هَذَا، قَالَ: قَبِيلُ قَبِيلٍ وَمَنْ قَعَكَ، قَالَ: مُحَمَّدٌ، قَبِيلٌ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ، قَالَ: نَعَمْ قَبِيلٌ مَنْ هَذَا، قَالَ: قَبِيلُ النَّجْدِيِّ جَاءَ فَفَتَحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ إِذَا بَنِي وَعَيْسَى وَهَذَا ابْنُ خَالَتِي، قَالَ: هَذَا ابْنِي وَهَذَا عَيْسَى فَسَلِمَ عَلَيْهِمَا فَسَلِمْتُ فَزِدْتُمْ قَالَ: مَنْ هَذَا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ 527)

ترجمہ: پھر وہ مجھے چڑھالے گیا، یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچا، دروازے کھولنے کے لیے کہا، محافظ نے پوچھا: کون ہے؟ جواب دیا گیا: جبریل! پوچھا گیا تیرے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا: محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، پھر پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا: ہاں! تو فرشتوں نے کہا: مرحبا! ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے۔ پھر دروازہ کھولا گیا اور جب میں داخل ہوا تو عیسیٰ علیہا الصلوٰۃ والسلام ملے اور وہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبریل نے کہا: یہ بھئی اور عیسیٰ ہیں، آپ ان کو سلام کریں، میں نے ان کو سلام کیا، ان دونوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: خوش آمدید بھائی صالح اور نبی صالح!

### آسمان دوم کے عجائبات

آپ نے دوسرے آسمان میں بہت سے عجائب و غرائب دیکھے ان میں ایک یہ امر عجیب



بھی تھا کہ آپ نے ملائکہ کی ایک جماعت دیکھی جو صف باندھے رکوع میں کھڑے تھے اور تسبیح پڑھ رہے تھے: شُبْحَانَ الْوَاقِعِ الْوَاسِعِ شُبْحَانَ الَّذِي يُنْذِرُ الْكَافِرِينَ الْعَظِيمِ. یعنی یہ فرشتے تو وسیع و خشنوع سے اس طرح رکوع میں جھکے ہوئے تھے کہ وقت پیداؤں سے آج تک اپنا سراو پر نہیں اٹھایا تھا اور آسمان سو مگوئیں دیکھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی یہ عبادت پسند آئی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر نماز میں رکوع فرض فرمادیا۔ (معارف، رکن سوم، صفحہ: 127)

## تیسرے آسمان کی سیر

پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے آسمان کی طرف تشریف لے گئے، وہاں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی۔ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں:

ثُمَّ صَعِدَ بِي حَتَّى آتَى بِي السَّمَاءَ الثَّالِثَةَ فَاسْتَفْتَحَ قَبِيلَ مَنْ هَذَا، قَالَ: جِبْرِئِيلُ قَبِيلَ وَمَنْ قَعَقَ، قَالَ: مُحَمَّدٌ قَبِيلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ: نَعَمْ. قَبِيلَ مَنْ هَذَا، قَالَ: هَذَا يُوسُفُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلِّمْتُ لَهُ ثُمَّ قَالَ: مَنْ هَذَا بِالْإِخِ الصَّالِحِ وَالْثَقِيِّ الصَّالِحِ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 327)

ترجمہ: پھر جبرئیل مجھے تیسرے آسمان پر لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوا دیا، پوچھا گیا: کون؟ انھوں نے جواب دیا: جبرئیل۔ پھر دریافت کیا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا گیا: محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پوچھا گیا: اُن کو بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا: ہاں! اس کے جواب میں کہا گیا: خوش آمدید، ان کا آقا مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں داخل ہوا تو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ملے۔ جبرئیل نے کہا: یہ حضرت یوسف ہیں، ان کو سلام کریں، چنانچہ میں نے ان کو سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا، پھر انھوں نے بھی کہا: بھائی صالح اور نبی صالح خوش آمدید!

ایک دوسری روایت میں ہے: فِي السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَإِذَا أَنَا بِيُوسُفَ إِذَا هُوَ قَدْ أَخَذَ شَطْرَ الْحُسَيْنِ (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 328)

## شطر حسن کی تشریح

شطر کا معنی نصف ہے، تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے نصف حسن سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمایا اور باقی نصف دوسرے انسانوں کو عطا فرمایا، مگر یہ حسن جو انھیں دیا گیا ہے، یہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا اور آپ سب سے زیادہ حسین ہیں۔

قصیدہ درود میں موجود ہے: مَجْهُوْرُ الْحُسَيْنِ فِيهِ غَيْرُ مُنْقَسِحٍ۔ (سیرت طیبی، صفحہ: 436)

ترجمہ: آپ کا جوہر حسن منقسم نہیں ہے۔ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں: مَا كُنْتُ إِلَّا حُسْنُ الْوَجْهِ حُسْنُ الْحَوَاطِثِ وَكَانَ نَبِيِّكُمْ أَحْسَنُهُمْ وَجْهًا أَحْسَنُهُمْ صَوْتًا۔ (ترمذی، صفحہ: 23)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو خوبصورت اور خوش آواز مبعوث فرمایا ہے لیکن تمہارے نبی سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ خوش آواز ہیں۔

چنانچہ ثابت ہوا کہ فخر دو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام دو مگر انبیاء عظام سے بھی زیادہ خوبصورت تھے۔

تیسرے آسمان پر آپ نے بہت سے فرشتے دیکھے جو صف بستہ سجدے میں تھے اور یہ تسبیح پڑھ رہے تھے: شُبْحَانَ الْخَالِقِ الْعَلِيمِ الَّذِي لَا مَقَرَّ وَلَا مُلْجَاؤَ إِلَّا إِلَيْهِ شُبْحَانَ الْعَلِيِّ الْأَكْبَرِ۔ آپ کو یہ عبادت پسند آئی تو اللہ تعالیٰ نے نماز میں سجدے کو فرض کر دیا۔ (معارف المبعوث، صفحہ: 128)

## چوتھے آسمان کی سیر

پھر آپ چوتھے آسمان پر تشریف لے گئے، جہاں حضرت اور یس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ثُمَّ صَعِدَ بِي حَتَّى آتَى بِي السَّمَاءَ



الرَّابِعَةَ فَاسْتَفْتَحَ قَبِيلَ مَنْ هَذَا، قَالَ: جَبْرِئِيلُ قَبِيلٌ، وَمَنْ مَعَكَ، قَالَ: مُحَمَّدٌ قَبِيلٌ، وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ، قَالَ: نَعَمْ، قَبِيلٌ: مَوْحِبًا بِهِ فَبَغِمَ الْمَجْمُوعُ جَاءَ فَفَتِّحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا إِدْرِيسُ فَقَالَ: هَذَا إِدْرِيسُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَدْ قُتِلَ قَالَ: مَوْحِبًا بِالْأَرْبَعِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ (بخاری و مسلم مشکوٰۃ، صفحہ: 527)

ترجمہ: پھر مجھے جبرئیل جو تھے آسمان پر لے کر پہنچے اور دروازہ کھولا، پوچھا گیا: کون ہے؟ جواب دیا گیا: جبرئیل، پھر پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پوچھا گیا: ان کو بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے جواب دیا: ہاں! پھر دربان نے کہا: خوش آمدید! ان کا آنا مبارک ہے اور اس نے دروازہ کھولا تو میں داخل ہوا، وہاں ادريس علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود تھے۔ جبرئیل نے کہا کہ یہ حضرت ادريس ہیں، ان کو سلام کریں، میں نے ان کو سلام کیا، انھوں نے جواب دے کر کہا: بھائی صالح اور نبی صالح خوش آمدید!

**فائدہ:** یہ حضرت ادريس علیہ الصلوٰۃ والسلام وہی ہیں جو جنت میں اس وقت بھی زندہ ہیں اور ان ہی کے بارے میں اللہ کا یہ ارشاد ہے: وَزَفَعْنَاكَ مَكَّا غَالِيًا، یعنی ہم نے ان کو زندگی میں بلند مکان (جنت) میں اٹھالیا۔ شب معراج جو تھے آسمان پر سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے تشریف لائے تھے۔ (سیرت حلبی، صفحہ: 437)

## آخری قعود فرض ہے

آپ نے آسمان چہارم پر فرشتوں کی ایک جماعت دیکھی جو شہد کی حالت میں بیٹھے ہوئے اور یہ تسبیح پڑھ رہے تھے: مَبْتَخَانَ الرَّؤُفِ الرَّحِيمِ مَبْتَخَانَ الَّذِي لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ عِندِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ آپ کو فرشتوں کی یہ عبادت پسند آئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر نماز میں آخری قعود بھی فرض فرمایا۔ (معارج، رکن سوم، صفحہ: 130)

## پانچویں آسمان کی سیر

جب آپ جو تھے آسمان کی سیر سے فارغ ہوئے تو پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے اور

وہاں حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات فرمائی۔ خود صاحب معراج صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ثُمَّ صَعِدَ بِي حَتَّى آتَى بِي السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قَبِيلَ مَنْ هَذَا، قَالَ: جَبْرِئِيلُ قَبِيلٌ، وَمَنْ مَعَكَ، قَالَ: مُحَمَّدٌ قَبِيلٌ، وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ، قَالَ: نَعَمْ، قَبِيلٌ: مَوْحِبًا بِهِ فَبَغِمَ الْمَجْمُوعُ جَاءَ فَفَتِّحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا هَارُونُ قَالَ: هَذَا هَارُونُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَدْ قُتِلَ قَالَ: مَوْحِبًا بِالْأَرْبَعِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ (بخاری و مسلم مشکوٰۃ، صفحہ: 527)

ترجمہ: پھر مجھے جبرئیل ساتھ لے کر اوپر چڑھے، یہاں تک کہ پانچویں آسمان پر پہنچے۔ دروازہ کھولا، پوچھا گیا: کون ہے؟ جواب دیا گیا: جبرئیل، پھر پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے جواب دیا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پوچھا گیا: ان کو بلایا گیا ہے؟ جواب دیا: ہاں! دربان نے کہا: خوش آمدید! ان کا آنا مبارک ہے اور اس نے دروازہ کھول دیا، پھر میں داخل ہوا تو حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود تھے۔ جبرئیل نے کہا: یہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، ان کو سلام کریں، میں نے ان کو سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دے کر کہا: بھائی صالح اور نبی صالح خوش آمدید!

## چھٹے آسمان کی سیر

جب آپ نے پانچویں آسمان کی سیر سے فراغت پائی تو چھٹے آسمان کی طرف پرواز فرمائی اور وہاں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا، جیسا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں: ثُمَّ صَعِدَ بِي حَتَّى آتَى بِي السَّمَاءَ السَّادِسَةَ فَاسْتَفْتَحَ قَبِيلَ مَنْ هَذَا، قَالَ: جَبْرِئِيلُ قَبِيلٌ، وَمَنْ مَعَكَ، قَالَ: مُحَمَّدٌ قَبِيلٌ، وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ، قَالَ: نَعَمْ، قَبِيلٌ: مَوْحِبًا بِهِ فَبَغِمَ الْمَجْمُوعُ جَاءَ فَفَتِّحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا مُوسَى قَالَ: هَذَا مُوسَى فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَدْ قُتِلَ قَالَ: مَوْحِبًا بِالْأَرْبَعِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَكِي قَبِيلَ لَهُ مَا يُبْكِيكَ، قَالَ: ابْنِي لِأَنَّ غُلَامًا بَعِثَ بَعْدِي يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أَقْبِيهِ أَكْثَرُ مِمَّنْ يَدْخُلُهَا مِنْ أُمَّتِي (مشکوٰۃ، صفحہ: 527)



ترجمہ: پھر جبرئیل مجھے اوپر لے گئے، چھٹے آسمان پر پہنچے، دروازہ کھلوا یا، پوچھا گیا: کون ہے؟ جواب دیا گیا: جبرئیل! پھر پوچھا گیا: ساتھ میں کون ہے؟ جواب دیا گیا: محمد (ﷺ)۔ پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ جواب دیا: ہاں! اور بان نے کہا: خوش آمدید! ان کا آنا مبارک ہے، پھر جب میں داخل ہوا تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود تھے۔ جبرئیل نے کہا: یہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، ان کو سلام کریں، میں نے ان کو سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دے کر کہا: بھائی صالح اور نبی صالح خوش آمدید! جب میں آگے بڑھا تو وہ رو پڑے، ان سے پوچھا گیا: آپ کیوں روتے ہو؟ تو انھوں نے کہا: میں (اس لیے) رورہا ہوں کہ میرے بعد ایک (مقدس) جو ان مبعوث کیا گیا ہے جس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوں گے۔ (بخاری و مسلم)

### حضرت موسیٰ کا رونا

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رونا (معاذ اللہ) کسی حسد کی بنا پر نہ تھا، کیوں کہ اس عالم میں تو حسد ہر مومن کے دل سے نکال دیا جائے گا، پھر ایک نبی کے قلب میں کیوں کر ہو اور وہ بھی اولوالعزم نبی، حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں حسد کا کیا شائبہ ہے بلکہ اپنی امت پر تاسف کرتے ہوئے گریہ فرمایا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 197)

### حضور کو جو ان کہا گیا

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو غلام، یعنی نو جوان کہا کہ آپ کی اتباع تھوڑی مدت میں کہ اس وقت تک آپ شیخوخت تک نہ پہنچیں گے، اتنی کثرت سے ہو جائے گی کہ دوسرے کے سن شیخوخت تک بھی اس قدر اتباع نہیں ہوئی یا آپ کی ہمت مردانہ کے اعتبار سے آپ کو نو جوان کہا۔

☆☆☆

### اسٹا کیسواں وعظ

## ساتویں آسمان کی سیر

شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ساتویں آسمان کی طرف گئی وہاں پہنچے۔ حضرت عبدالبراقم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی، ارشاد نبوی ہے:

لَمَّا صَعِدَنِي حَتَّى أَتَى فِي السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَأَسْتَفْتِيَنِي قِيلَ مَنْ هَذَا، قَالَ: جِبْرِئِيلُ قِيلَ: وَمَنْ مَعَكَ، قَالَ: مُحَمَّدٌ قِيلَ: وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْكَ قَالَ: نَعَمْ قِيلَ: مَرْحَبًا بِهِ فَبَعَثَ الْمَلَكُ جَاءَ فَفَتَحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ: هَذَا ابْنُكَ ابْنُ إِدْرِيسَ، فَسَلَّمَ عَلَيَّ فَنَسَلْتُ عَلَيْهِ فَقَدْ قَالَ: مَرْحَبًا يَا أَلَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: پھر جبرئیل مجھے ساتویں آسمان کی طرف لے گئے اور دروازہ کھلوا یا، پوچھا گیا: کون ہے؟ جواب دیا گیا: جبرئیل! پھر پوچھا گیا: تمہارے ہمراہ کون ہے؟ جواب دیا: محمد رسول اللہ (ﷺ)۔ پوچھا گیا: کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جواب دیا: ہاں! اور بان نے کہا: خوش آمدید! ان کا آنا مبارک ہے۔ جب میں داخل ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود تھے۔ جبرئیل نے کہا: یہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے باپ ہیں، ان کو سلام کریں، میں نے ان کو سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا: برادر صالح اور نبی صالح خوش آمدید!

ایک دوسری روایت میں ہے: فَإِذَا أَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ مُشْتَدًّا ظَهْرًا إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ وَأَقَامُوا لِي خُلَّةً كُلُّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَغْوُونَ إِلَيْهِ. (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 528)

ترجمہ: میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس حال میں ملا کہ انھوں نے اپنی پشت بیت المعمور کے ساتھ لگا رکھی تھی، بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، جو بارہ نہیں لوٹتے یعنی نئے فرشتے آتے ہیں اور ان کی پھر باری نہیں آتی۔



**بیت المعمور:** بیت المعمور آسمانوں پر ایک مسجد کا نام ہے جو خانہ کعبہ کے میں مقابل ہے، بالفرض وہ گرے تو میں کعبہ کے پاس گرے، کہتے ہیں کہ جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام زمین پر اتارے گئے تو بیت المعمور آپ کی عبادت کے لیے بھیجا گیا تھا اور آپ کے انتقال کے بعد وہیں آسمانوں پر اٹھایا گیا، لہذا کہہ کے لیے یہ کعبہ کی منزل میں ہے، وہ اس کا طواف کرتے ہیں اور اس میں نماز ادا کرتے ہیں اور ہر روز ستر ہزار فرشتے اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں جنہیں دوبارہ زیارت کا موقع نہیں ملتا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 199)

**نہر الحیاء:** روایت ہے کہ چوتھے آسمان پر ایک نہر ہے جس کو نہر الحیات کہتے ہیں، حضرت جبرئیل ہر روز دھری کے وقت اس میں غوطہ لگاتے ہیں اور جب باہر آکر اپنے پر بھاڑتے ہیں تو ستر ہزار قطرہ جدا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو بیت المعمور میں نماز ادا کرتے ہیں پھر اس میں واپس نہیں آتے۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 200)

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: روایت میں ہے کہ آسمانوں پر فرشتے ہیں کہ جب وہ تسبیح پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہر تسبیح پر ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے، ایسا ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صلحائے اُمت کی تسبیحات و تہلیلات سے بھی فرشتے پیدا ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ (مدارج النبیۃ، جلد اول، صفحہ: 200)

### حضرت ابراہیم کا پیغام

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ سے کہا کہ اپنی اُمت کو میرا اسلام پہنچا کر یہ پیغام دے دینا کہ جنت کی مٹی پاکیزہ ہے اور زمین بڑی وسیع ہے، اس میں کثرت سے درخت لگائیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: بہشت میں درخت کیسے لگائیں؟ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ پڑھیں اور ایک روایت میں ہے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ (سیرت حلبی، ص: 439، نزہۃ المجالس، ج: 2، ص: 115)

### ساتویں آسمان پر نیکیوں اور بدوں کا دیکھنا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک

موجود رکھی جو سفید چہرہ اور خوش رنگ تھی اور دوسری جماعت دیکھی جن کے رنگ سیاہ تھے۔ یہ جماعت آتی اور ایک نہر میں غسل کیا تو ان سے کچھ تاریکی اور سیاہی دور ہو گئی، پھر دوسری نہر میں غسل کیا تو سب سیاہی چلی گئی اور سفید رنگ ہو گئے جیسے پہلی جماعت سفید رنگ کی تھی۔ انہوں نے پوچھا: یہ سفید رنگ اور سیاہ رنگ کون ہیں اور یہ مرد خدا کون بیٹھا ہے؟ جبرئیل نے عرض کیا: یہ مرد آپ کے والد ہیں اور یہ سفید رنگ والی جماعت وہ ہے جس نے اپنے نفس پر کوئی ظلم نہیں کیا، یہ سیاہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نیک اعمال کے ساتھ بڑے اعمال بھی خلط ملط کر دیے، پھر انہوں نے تو یہ کی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر رحمت کی، پہلی نہر رحمت تھی اور دوسری شہر نفعت: (مدارج، جلد اول، صفحہ: 201، انوار محمدیہ، صفحہ: 344)

### حوض کوثر

مردار وہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں آسمان پر ایک نہر دیکھا جو یا قوت اور زمرہ کے ٹکڑوں پر جاری تھی اور اُس کے برتن سونے، چاندی، یا قوت اور زمرہ کے تھے، اس کا پانی دھو سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں تھا، آپ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: یہ حوض کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ ارشاد باری ہے: اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ (مدارج، جلد اول، ص: 199، انوار محمدیہ، ص: 344)

### ایک جسم کا آن واحد میں متعدد جگہ حاضر ہونا

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار اقدس سے گزرے تو وہ اپنی قبر انور میں نماز ادا کر رہے تھے، پھر مسجد اقصیٰ میں سب انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام موجود تھے اور انہوں نے امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی، پھر جب آپ آسمانوں پر پہنچے تو دیکھا کہ ساتوں آسمانوں پر انبیائے کرام زندہ ہیں۔ دوسرے یہ کہ انبیائے کرام آن واحد میں متعدد مقامات پر حاضر ہوتے ہیں۔ یہ صرف میں ہی نہیں بلکہ عارف ربانی امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں، آپ فائدہ معراج بیان



کرتے ہیں: وَبَيْنَهَا شُهُودُ الْجَسْمِ الْوَاحِدِ فِي مَكَانَيْنِ فِي أَنْ وَاحِدٍ كُنَّا زَايَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسَهُ فِي الْفَخَّاصِ بَيْنَ أَقْدَمِ الشُّعَدَاءِ حِفْظَ اجْتِمَاعٍ بِهِ فِي السَّمَاءِ الْأُولَى كُنَّا مَرَّةً وَكَذَلِكَ أَدَمَ وَمُوسَى وَغَيْرُهُمَا قَائِمَةً فِي قُبُورِهِمْ فِي الْأَرْضِ خَالٍ تَوْبِخُهُمْ سُبَاكِتِيْنِ فِي السَّمَاءِ فَإِنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ أَدَمَ رَأَيْتُ مُوسَى رَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ وَأَطْلُقُ وَمَا قَالَ رَأَيْتُ رُوحَ أَدَمَ وَلَا رُوحَ مُوسَى فَوَاجِعَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوسَى فِي السَّمَاءِ وَهُوَ يُعْتَبِدُ فِي قُبُورِهِ فِي الْأَرْضِ قَائِمًا يُصَلِّي كُنَّا وَرَدَ قِيَامُنْ يَقُولُ إِنَّ الْجَسْمَ الْوَاحِدَ لَا يَكُونُ فِي مَكَانَيْنِ كَيْفَ يَكُونُ إِيْمَانُكَ بِهَذَا الْحَدِيثِ (المواقیت والکواہر، جلد دوم، صفحہ 36)

ترجمہ: نوامد معراج میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ جسم واحد ایک آن میں دو مکانوں میں حاضر ہو سکتا ہے، جیسا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو نیک بخت بنی آدم کے اشخاص میں دیکھا، جب کہ پہلے آسمان میں ان کے ساتھ جمع ہوئے جیسا کہ گزرا، اور اسی طرح آدم، موسیٰ اور ان کے غیر کو دیکھا، بے شک وہ حضرات زمین میں اپنی قبروں میں بھی تھے جب کہ وہ آسمانوں میں تشریف رکھتے تھے، کیوں کہ آپ نے فرمایا: میں نے آدم کو دیکھا، میں نے موسیٰ کو دیکھا، میں نے ابراہیم کو دیکھا، یہ مطلق فرمایا اور یہ نہیں فرمایا کہ میں نے آدم اور موسیٰ کی روح کو دیکھا، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمان میں ان کو دوبارہ دیکھا، حالانکہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بعینہ اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے تھے، جیسا کہ وارد ہے، تو اسے وہ شخص! جو یہ کہتا ہے کہ جسم واحد دو مکانوں میں نہیں ہو سکتا، اس حدیث معراج کے ساتھ تیرا ایمان کس طرح ہوگا؟

فائدہ: حضرات اعرفاء، اولیا اور علماء کے نزدیک یہ مسئلہ مسلمات میں سے ہے کہ انبیاء اور اولیا بیک وقت متعدد مقامات میں حاضر ہوتے ہیں مگر زمانہ حال کے بدعتیہ لوگ اس کا سخت انکار کرتے ہیں، بیان کی کور باطنی کا بین ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

انتہی وال وعظ

## حضور کا سدرۃ المنتہی اور جنت میں جانا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان سے پرواز کر کے سدرۃ المنتہی پہنچے اور عجائبات لا نظیر فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ثُمَّ رُفِعْتُ لِي بِسِدْرَةِ الْمُنْتَهَى فَإِذَا تَبَقُّهَا مِثْلُ قِلَافٍ فَجَبَّ وَأَذَا وَرَفَّهَا مِثْلُ أَذَانِ الْفِيلَةِ قَالَ: هَذِهِ سِدْرَةُ الْمُنْتَهَى (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 527)

ترجمہ: مجھے سدرۃ المنتہی تک لے جایا گیا تو اس (ہیری) کے پھل مقام حجر کے منکوں کی طرح تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے، جبریل نے کہا کہ یہ سدرۃ المنتہی ہے۔

سدرہ (ہیری) کے پتے اتنے بڑے تھے کہ ساری مخلوقات ایک پتے کے سائے میں بیٹھ سکتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا ایک ہی پتہ ظاہر ہو تو ساری کائنات کو ڈھانک سکتا ہے۔ (سیرت حلبی، جلد اول، صفحہ: 440)

## سدرۃ المنتہی کی وجہ تسمیہ

سدرہ، ہیری کے درخت کو کہتے ہیں اور اس کو منتهی اس لیے کہتے ہیں کہ تمام ملائکہ جب نیچے سے ہاتھ لے کر اس سدرہ پر ٹھہر جاتے ہیں، سدرہ ان کا منتهی ہے، کسی نے بھی سدرہ سے تجاوز نہیں کیا، مگر باہرین صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت آگے بڑھ گئے تھے۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 198)

نیز حقوق کے اعمال زمین سے سدرہ تک پہنچتے ہیں، پھر وہاں سے بقدرت الہی اوپر اٹھائے جاتے ہیں، اسی طرح جو احکام اوپر سے آتے ہیں، پہلے وہ سدرہ پر نزول کرتے ہیں، پھر وہاں سے عالم نیامیں لائے جاتے ہیں، اسی واسطے اس کا نام سدرۃ المنتہی ہے۔ حدیث پاک میں ہے:



إِنَّمَا يَنْتَهَوْنَ مَا يَنْعَرُجُ بِهِ مِنَ الْأَرْضِ فَيَقْبِضُ مِنْهَا وَالنَّهَارَ يَنْتَهَوْنَ مَا يَلْهَيْهُمْ بِهِ مِنْ قَوْلِهَا فَيَقْبِضُ مِنْهَا.

(مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 529)

ترجمہ: سدرہ کی طرف ختم ہوتے ہیں جو (اعمال) زمین سے چڑھائے جاتے ہیں اور اس سے ان کو پکڑا جاتا ہے اور اسی کی طرف مٹتی ہوتے ہیں جو (احکام) اوپر سے اتارے جاتے ہیں پھر ان کو اس سے پکڑا جاتا ہے۔

### سدرہ کا حسین منظر

سدرہ ایک خوش منظر درخت ہے جسے انوار الہی اور ملائکہ نے گھیر رکھا ہے، اس کی تعریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **إِذْ يَغْشَى السَّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ**

یعنی جس وقت ڈھک رکھا تھا سدرہ کو اس چیز نے جو ڈھکا تھا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس کے ہر پتے پر فرشتہ کھڑا ہے جو تسبیح پڑھتا رہتا ہے۔ (مظاہر حق، صفحہ: 492)

ان فرشتوں کے ارد گرد پرندے اڑتے رہتے ہیں جو سونے کے پروانوں کی طرح ہوتے ہیں، یا اس کو انوار الہی نے گھیر رکھا ہے۔ (تفسیر حسین، صفحہ: 492)

نجم الدین غفری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سدرہ کو سنہری رنگت کے فرشتوں نے گھیرا ہوا تھا جو مڈی کی شکل کے تھے اور ہر فرشتے کے پاس لٹائف کے بے شمار طبق تھے۔ جب حضور ﷺ وہاں سے گزرے تو ان فرشتوں نے وہ طبق آپ پر بچھا دوئے۔ (نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ: 117)

غرض کہ کوئی اس کی وصف نہیں بیان کر سکتا۔

### چار نہریں

سدرہ کی جڑ سے چار نہریں نکلتی ہیں جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں:

فَإِذَا أَرَبَعَةٌ أَنْهَارٌ تَنْهَرَانِ بِأُطْطَانٍ وَتَنْهَرَانِ ظَاهِرَانِ فَلَهُمَا هَذَانِ يَا جِبْرِئِيلُ قَالَ أَمَّا لِلْبَاطِطَانِ فَتَنْهَرَانِ فِي الْحَشَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالْقَيْلُ وَالْفُرَاتُ. (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 527)

یعنی وہاں چار نہریں تھیں، دو پوشیدہ اور دو ظاہر۔ میں نے پوچھا: جبرئیل! یہ نہریں کیسی ہیں؟

یہ جواب دیا: ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ تو جنت کی نہریں ہیں اور جو ظاہر ہیں وہ نخل و فرات ہیں۔

### نہروں کی تشریح

جو دو نہریں جنت میں ہیں وہ کوثر اور دوسری نہر رحمت ہے۔ جب گنہگار دوزخ سے چلے ہوئے سیاہ ہو کر باہر نکالے جائیں گے تو اس نہر میں غسل کریں گے، پھر اسی وقت تروتازہ ہو کر جنت میں داخل ہوں گے۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 199)

اور نخل و فرات سے مراد کوثر کی فرات نہر ہے، اس حدیث کے حکم کے مطابق وہ سدرہ کی جڑ سے نکلتی ہیں اور قدرت الہی سے زمین پر پڑتی ہیں اور جاری ہوتی ہیں۔

(مظاہر حق، جلد چہارم، صفحہ: 485)

### جبرئیل کا آگے نہ بڑھنا

جب آپ مقام سدرۃ المنتہی کے عجائبات دیکھ چکے اور اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھے تو حضرت جبرئیل رک گئے، آپ نے فرمایا: جبرئیل! یہ مقام جدا ہونے کا نہیں ہے، ایسے مقام پر دوست دوست کو کیا اور تنہا نہیں چھوڑا کرتے، جبرئیل نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر ایک انگلی کی قدر بھی اوپر جاتا ہوں تو جلتا ہوں۔

نخ صدی علیہ الرحمہ نے اسی کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا ہے:

بدو گفت سالار بیت الحرام	کہ اے حامل وحی برتر خرام
چوں در دوستی خلصم یافتی	عنانم ز صحبت چرا یافتی!
بگشتا فراتر بحالم نمائد	بماندم کہ نیروے بالم نمائد
اگر یک سر سوئے برتر پریم	فروغ تجلی بسوزد پریم

### حضرت جبرئیل کی حاجت

جب حضرت جبرئیل نے آگے جانے سے معذرت پیش کی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے



فرمایا: چاہو نیکل ہل لک حاجۃ الی رتک۔ جبرئیل! اگر کوئی حاجت ہو اپنے رب کی طرف تو پیش کرو، میں اسے بارگاہ الہی میں پیش کر دوں گا۔ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ایک حاجت ہے کہ قیامت کے روز مجھے اجازت ہو کہ میں اپنا بازو پل صراط پر بچھا دوں تاکہ آپ کی امت آرام سے پل صراط عبور کر جائے۔

(مدارج النبوۃ، جلد اول، ص: 198، سیرت طبری، ص: 444، نزہۃ المجالس، جلد دوم، ص: 121)  
**فائدہ:** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبرئیل سے فرمانا کہ کوئی حاجت ہو تو پیش کرو، اس میں یہ حکمت فہم ناقص میں آتی ہے کہ حضور کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نمودنے آگ میں ڈالنا چاہا تو جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا تھا: پیارے خلیل! اگر کوئی حاجت ہو تو فرما میں، ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُفقاً لَیْسَکَ فَلَکَ۔ (ہے لیکن تمہاری طرف کوئی حاجت نہیں) فرما کر صاف انکار کر دیا تھا، اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کی حاجت دریافت فرما کر اپنے جدِ کریم سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے حضرت جبرئیل کے اس احسان کا بدلہ اتار دیا، یہی مضمون نزہۃ المجالس سے سمجھا جاتا ہے۔ (نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ: 121)

## قلموں کی آواز سننا

آپ اس کے بعد اوپر مقام مستوی میں پہنچے، وہاں قلموں کے چلنے کی آواز سماعت فرمائی۔ صاحب معراج صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں: ثُمَّ عَرِجَ بَنی حَتّٰی ظَلَمْتُ لِمُسْتَوٰی اَنْعَمَ فِیْہِ صَرِیْفُ الْاَقْلَامِ۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 529)

ترجمہ: پھر مجھے اوپر لے جایا گیا، یہاں تک کہ میں ایک بلند مقام پر چڑھا، جہاں تک قلموں کے لکھنے کی آواز سننا تھا۔

## قلموں کے لکھنے کی تشریح

اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو تقدیریں اور قضائے الہی لکھتے ہیں اور لوح محفوظ سے

احکام الہی نقل کرتے ہیں، تقدیر و قضاء اگرچہ قدیم ہے مگر ان کی کتابت حادث ہے، یہ فرشتے جس کتاب میں لکھتے ہیں اس کو صحف ملائکہ کہتے ہیں اور اس میں محمودات و مکن ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: یَتَخَفَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ مَا یَشَآءُوْنَ وَ یُفِیْضُوْنَ۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 201)

## جنت و دوزخ کا ملاحظہ کرنا

پھر آپ نے جنت کو ملاحظہ فرمایا جو مظہر رحمت الہی ہے جس کے دروازے کشادہ تھے۔

(مدارج، جلد اول، صفحہ: 202)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ثُمَّ اَدْخَلْتُ الْجَنَّةَ فَاِذَا فِیْہَا جَنَّاتُ النَّارِ لَوْلٰہُ فَاِذَا تَرٰہُمَا الْمَسْکَ۔ (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 529)

ترجمہ: پھر مجھے بہشت میں داخل کیا گیا جس میں موتیوں کے گنبد تھے اور اس کی مٹی مشک تھی، یعنی خوشبو اس کی مشک کے مثل تھی یا حقیقت میں مشک و کستوری ہے اور بہت خوشبودار ہے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ جنت کی خوشبو کی لپٹ پانچ سو سال کی راہ کی مسافت پر پہنچتی ہے۔ (مظاہر، جلد چہارم، صفحہ: 490)

نبیؐ کی حدیث میں مذکور ہے کہ جنت کی سیر کے بعد دوزخ میرے سامنے پیش کی گئی، اس میں اللہ تعالیٰ کا غضب، عذاب اور انتقام تھا، اگر اس میں پتھر اور لوہا بھی ڈال دیا جائے تو اس کو بھی کھالے۔ اس کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ اپنی جگہ پر رہا اور آپ اپنی جگہ پر رہے، درمیان سے حجاب اٹھا کر آپ کو دکھایا گیا۔ (نشر الطیب، صفحہ: 53، سیرت طبری، صفحہ: 448)

☆☆☆



## حضور اقدس کا عرش اعظم پر جانا

اس میں اختلاف ہے کہ جب آپ بیت المقدس سے آسمانوں پر جلوہ گر ہوئے تو براق پر تشریف رکھتے تھے یا براق کو وہیں چھوڑ دیا تھا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 194)

بعض روایت میں ہے کہ آپ براق پر سوار ہو کر آسمانوں پر تشریف لے گئے، لیکن عارف ربانی امام شعرانی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ براق سدرۃ المنتہی تک آئی، جہاں جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام رک گئے وہیں براق بھی رک گئی تھی۔ (الہدایۃ والجاہر، صفحہ: 34)

جب حضرت جبریل ظہر گئے، وہاں سے براق کو آپ نے چھوڑ دیا۔ القصہ، ابراق رک جانے کے بعد آپ کی خدمت میں رفر ف جو سبز رنگ کا بچھوتا تھا اور تخت رواں کی طرح چلتا تھا جس کا نور، آفتاب کے نور پر غالب تھا، اس کو پیش کیا گیا، تو آپ اس پر سوار ہو کر عرش برہین پر پہنچے، جیسا کہ حضور فرماتے ہیں: ثُمَّ خَلَّى لِي زُفْرُفٌ أَحْضَرُ تَغْلُبُ خُضْرُهُ ضَوْءَ الشَّمْسِ فَلَتَمَعَ بَصْرِي وَوَضَعْتُ عَلَى ذَلِكَ الزُّفْرَفِ ثُمَّ اخْتَبَلْتُ حَتَّى وَصَلْتُ إِلَى الْعَرْشِ فَأَبْصَرْتُ أَمْرًا عَظِيمًا لَا تَنَالُهُ إِلَّا السِّنَةُ. (انوار محمدیہ، صفحہ: 348، نشر الطیب، صفحہ: 55)

ترجمہ: پھر میرے لیے سبز رنگ کی رفر ف بچھائی گئی کہ اس کا نور آفتاب کے نور پر غالب تھا جس سے میری آنکھیں روشن ہو گئیں اور مجھے اس رفر ف پر رکھا گیا پھر مجھے اٹھایا گیا، یہاں تک کہ میں عرش پر پہنچ گیا، وہاں میں نے ایک ایسی اہم چیز دیکھی جس کی وصف زبانیں نہیں کر سکتیں۔

## علم ماکان وما یکون کا حاصل ہونا

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر جلوہ گر ہوئے تو ایک قطرہ آپ کے حلق اقدس میں

گرایا گیا جس کے فیض سے آپ کو علم ماکان اور ما یکون حاصل ہو گیا۔ فاضل اجل حسین بن علی کا شفی برہی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر حسین میں بحر الحقائق کے حوالے سے لکھتے ہیں:

در بحر الحقائق می بفرماید کہ آن علم ماکان وما یکون است کہ حق سبحانہ در شب اسرا بدار حضرت عطا فرمودہ چنانچہ در حدیث معراجیہ آمدہ است کہ در زیر عرش بودم قطرہ در حلق ریختند فَقُلْتُ يَا مَآ كَانُ وَمَا سَيَكُونُ. پس دانستم آنچه بود و آنچه خواهد۔ (تفسیر حسین صفحہ: 124) ترجمہ: بحر الحقائق میں فرماتے ہیں کہ وہ علم ماکان وما یکون تھا کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا، جیسا کہ حدیث معراج میں ہے کہ میں عرش کے نیچے تھا، ایک قطرہ میرے حلق میں گرایا گیا تو میں ماکان وما یکون جان گیا، یعنی میں نے وہ جان لیا جو کچھ ہوا اور جو غریب ہوگا۔

ایک دوسرے مقام پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں:

ثُمَّ خَلَّى لِي فَظَرَفَةٌ مِنَ الْعَرْشِ فَوَقَعَتْ عَلَى لِسَانِي فَمَا ذَاقَ الذَّائِقُونَ شَيْئًا قَطُّ أَحْلَى مِنَهَا أَفَ كُنِّيَ اللَّهُ يَهْدِي نَبِيَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَتَوَزَّوْا قُلُوبِي. (مدارج، جلد اول، صفحہ: 203)

ترجمہ: پھر ایک قطرہ عرش سے گرایا گیا وہ میری زبان پر گرا، پس چکھنے والوں نے کبھی بھی اس سے زیادہ میٹھی چیز نہیں چکھی، اللہ تعالیٰ اس کے سبب مجھے اولین و آخرین کی خبریں بتادیں اور میرا قلب روشن فرمادیا۔

## منکرین کی خیانت

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے 'نشر الطیب' میں اس روایت کو جس میں رفر ف پر سوار ہو کر عرش پر پہنچنے کا واقعہ ہے، اس کو بیان کیا ہے مگر حلق اقدس میں قطرہ گرائے جانے کا بیان جس میں علم ماکان وما یکون کا بیان ہے ذکر نہیں کیا، کیوں کہ یہ ان کے عقیدے کے مخالف تھا، معلوم ہوا کہ یہ لوگ بڑے خائن ہیں۔

صاحب توارخ حبیب الہ لکھتے ہیں کہ جب براق کو آپ نے چھوڑا، وہاں رفر ف سبز آیا کہ اس کی روشنی آفتاب کی روشنی پر غالب تھی، اس پر آپ کو بٹھایا گیا وہ آپ کو کرسی وغیرہ سب مکانات آسانی



اور جب نورانی طے کرا کے عرش تک لے گیا۔

(تواریخ حبیب اللہ، صفحہ 27)

## امام شعرانی کا قول

عالم ربانی امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے استوائی اعرش کو اپنی مدح کا موجب قرار دیا، اسی طرح اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر لے جا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت شان کا اظہار فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں: **يَحْيَىٰ كَانَ الْعَرْشُ أَفْضَلَ مَقَامٍ يَنْتَقِي إِلَيْهِ مِنْ أَمْرِ يَبْه مِنَ الرُّسُلِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ: وَهَذَا يُنْزَلُ عَلَى أَنَّ الْأَمْرَاءَ كَانَ يَحْسِبُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.** (البیواقیت والجوہر، جلد دوم، صفحہ 37)

## عارفین کی نظریں عرش پر ہوتی ہیں

جس عرش عظیم پر حضور کے قدم پہنچے، وہاں اولیائے کرام کی نظریں پہنچتی ہیں، عالم ربانی امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انبیائے عظام اور ان کے سچے تابع دار (اولیاء) اس بڑے عرش کو ایسے ہی دیکھتے ہیں جیسے ہوا میں اڑتا ہوا ایک ذرہ ہوتا ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ حضرت سیدی علی بن وقار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرد خدا وہ نہیں جس کی نظر جنت و دوزخ اور آسمان و عرش پر پہنچے، بلکہ مرد خدا وہ ہے جس کی نظر عرش و جنت سے آگے بڑھ جائے۔

(البیواقیت والجوہر، جلد دوم، صفحہ 36)

☆☆☆

## اکتیواں وعظ

## حضور اکرم کا مقام قدس میں پہنچنا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رفرف پر سوار ہو کر عرش اعظم سے آگے تشریف لے گئے، ایک مقام پر پہنچے تو رفرف بھی غائب ہو گیا اور آپ کے ہمراہ کوئی نہ رہا، آپ کو انوار نے ہر طرف سے گھیر رکھا تھا۔ (البیواقیت والجوہر، صفحہ 35) آپ نے ستر ہزار حجاب طے فرمائے، ان میں ایک حجاب دوسرے حجاب کے مشابہ نہ تھا، ہر ایک حجاب کی موٹائی پانچ سو سال کی راہ تھی، آپ بالکل تنہا جا رہے تھے کہ آپ کو وحشت طاری ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک پکارنے والے نے ابوبکر کے لہجے میں پکارا: **قِفْ يَا مُحَمَّدُ فَإِنَّ رَّبَّكَ يُصَلِّي.** یا رسول اللہ! ٹھہریں، آپ کا رب نماز میں ہے، میں نے سوچا کہ کیا ابوبکر مجھ پر سبقت کر گئے ہیں اور میرا رب تو نماز سے بے نیاز ہے، اس وقت میری وحشت دور ہو گئی، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی: **أَذِنَ يَا أَخِي أَذِنَ يَا مُحَمَّدُ.** اور مجھے میرے پروردگار نے خود سے کافی نزدیک کر لیا جیسے وہ فرماتا ہے: **فَقَدْ كُنَّا فَتَقَدَّلُ فَكُنَّا قَابًا قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى.** یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے قریب ہوئے اور کافی زیادہ قریب ہوئے کہ اللہ اور حضور دو کمانوں کی مقدار یا اس سے بھی زیادہ قریب۔ اس صورت میں کئی اور فتدلی کی خبریں کا مرجع سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے، یا کئی فتدلی کا مرجع اللہ سبحانہ ہو تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قریب ہوا، پھر زیادہ قریب ہوا یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دو کمانوں کی مقدار یا اس سے زیادہ قریب ہو گیا، یہ دونوں احتمال میرت علمی میں مذکور ہیں، اس کے علاوہ بخاری میں بھی ان شمار کا مرجع بھی اللہ تعالیٰ بیان کیا گیا ہے جیسے اس عبارت سے واضح ہے: **وَكُنَّا لِحُجَّتِ رَبِّ الْعِزَّةِ فَتَقَدَّلُ.** (بخاری، جلد دوم، صفحہ 1120)

حضرت عبداللہ ابن عباس، امام حسن بصری، محمد بن کعب، جعفر بن محمد وغیرہم بھی یہ قریب،



اللہ اور اس کے حبیب کے مابین بتاتے ہیں۔

(شرح مسلم، صفحہ: 97)

القصد! سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ الہی میں پہنچنے کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے رب نے سوال کیا، میں جواب نہ دے سکا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت باری تعالیٰ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا، اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے دونوں پستانوں کے درمیان محسوس کی تو مجھے اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا اور علم کے کئی انواع سے سرفراز فرمایا، ایک ایسا علم تھا جس کے پوشیدہ رکھنے کا حکم تھا، کیوں کہ اس کی برداشت کی قوت میرے سوا کوئی نہیں رکھ سکتا تھا، اس علم میں مجھے اختیار دیا گیا جسے چاہوں بتاؤں جسے چاہوں نہ بتاؤں۔ ایک علم ایسا تھا جس کے متعلق حکم تھا کہ اسے خاص و عام میں تبلیغ کیا جائے، پھر آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ الہی میں عرض کیا: مولیٰ! تیری بارگاہ میں پہنچنے سے قبل مجھے وحشت طاری ہوئی تھی، تب میں نے ایک منادی کو سنا جو ابوبکر کے لہجے میں کہہ رہا تھا: وَقِفْ فَإِنَّ رَبَّكَ يُصَلِّي۔ تو مجھے تعجب لاحق ہوا کہ کیا اس مقام میں مجھ سے پہلے ابوبکر پہنچ گیا ہے اور میرا رب تو نماز سے بے نیاز ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نماز سے بے نیاز ہوں، میں تو کہتا ہوں: سُبْحَانَی سُبْحَانَی رَحْمَتِی غَضَبِی۔

اے محبوب! اس آیت کو پڑھیں: هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَیْكُمْ وَمَلَائِکَتُهُ لَیْسُ خِزْمَتِهِمْ  
الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا۔

یعنی تجھ پر اور تیری اُمت پر میری رحمت ہے، باقی آپ کو ابو بکر کی آواز سنائی گئی ہے، یہ اس لیے تھا کہ آپ اپنے دوست کی آواز سن کر مانوس ہو جائیں، اسی طرح جب آپ کے بھائی موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کلام فرمایا تو ان پر ہیبت طاری ہو گئی تو میں نے ان سے پوچھا تو فرمایا: **يَا مُوسَىٰ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَیْهِ سَلَامٌ**، تو ان کو ذکرِ عصا سے انس حاصل ہوا، اسی طرح اے محبوب! میں نے چاہا کہ تجھے اپنے یار کی آواز سے انس حاصل ہو، کیوں کہ تجھے اور ابو بکر کو ایک ہی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور ابو بکر دنیا اور آخرت میں تیرے انیس ویا رہیں، میں نے ابو بکر کی صورت پر ایک فرشتہ پیدا کیا کہ وہ ابو بکر کے لہجے میں ندا کرے اور آپ سے وحشت زائل ہو جائے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **جِبْرِیْلُ** کی حاجت کیا تھی؟ میں نے کہا: **مَوْتِی!** تو بہتر جانتا ہے، فرمایا: اے محبوب! میں نے **جِبْرِیْلُ** کی حاجت قبول کی، لیکن ان لوگوں کے حق میں جو تجھے اور تیرے صحابہ کو

(مدارج، جلد اول، صفحہ: 203)

دوست درمیں۔

قاب قوسین کی حکمتیں

قابِ مقدار کو کہتے ہیں اور قوس کا معنی کمان ہے مگر اس کی پوری حقیقت کا علم تو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ بعض عرفا نے اس کی کئی حکمتیں بیان کی ہیں، یہاں صرف دو حکمتیں پیش ہیں:

**حکمت اول:** عرب میں دستور تھا کہ جب سردار آپس میں معاہدہ کرتے تھے اور آپس میں عقد محبت استوار کرتے تو ہر ایک اپنی کمان کو دوسرے کی کمان سے ملا کر تیر چیتے، جو اس بات کی دلیل ہوتا تھا کہ اُن دونوں میں ایسی رفاقت و اتفاق ہے کہ ایک کی ناراہنگی دوسرے کی ناراہنگی اور ایک کی رضا دوسرے کی رضا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں وہی دوستی ہے کہ حبیب کی بارگاہ کا مقبول اللہ تعالیٰ کا مقبول اور حبیب کی بارگاہ کا مردود اللہ تعالیٰ کے یہاں مردود۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو مَن يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔ یعنی رسول پاک کا مطیع اللہ تعالیٰ کا مطیع ہے۔

نیز فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ، یعنی رسول پاک سے بیعت کرنے والا اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے والا ہے۔ (معارف، حصہ: 3، ص: 146، تفسیر جلیلی، ج: 11، ص: 358)

**حکمت دوم:** عرب میں یہ دستور تھا کہ جب دو قبیلوں میں نزاع و جنگ برپا ہوتی تو اس نزاع کو دور کرنے کے لیے ایسا کرتے کہ ایک قبیلہ کا سردار اپنی کمان کا چلہ کھول کر دوسرے قبیلے کے سردار کی کمان پر باندھ دیتا، اسی طرح دوسرا سردار اپنی کمان کا چلہ کھول کر پہلے سردار کی کمان پر باندھتا، پھر وہ ان کمانوں کو اپنے اپنے گھروں میں لٹکا دیتے تھے۔ جب تک وہ کمانیں ان کے گھروں میں لٹکی رہتیں دونوں قبیلے میں امن و امان رہتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے محبوب! تیرے پاس کمان شفاعت ہے اور میرے پاس کمان رحمت، آپ میری کمان رحمت کا چلہ اپنی کمان شفاعت پر باندھ دو اور میں تیرے کمان شفاعت کا چلہ اپنی کمان رحمت پر باندھ دیتا ہوں اور دونوں کو ساقی عرش پر لٹکا دیتا ہوں تاکہ جب تک عرش باقی رہے گا، تیرے



اور میرے درمیان صلح و محبت باقی رہے گی اور تیری امت امن و امان میں رہے گی۔

(معارف، حصہ سوم، صفحہ 147)

## حبیب پاک کا صفات باری سے متصف ہونا

عالم ربانی حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے معراج کی حکمتیں بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے:

إِنَّهُ إِذَا مَرَّ عَلَى حَضْرَاتِ الْأَسْمَاءِ الْإِلَهِيَّةِ صَارَ مُتَعَلِّقًا بِصِفَاتِهَا فَإِذَا مَرَّ عَلَى الرَّجِيِّ كَانَ رَجِيمًا أَوْ عَلَى الْغَفُورِ كَانَ غَفُورًا أَوْ عَلَى الْكَرِيمِ كَانَ كَرِيمًا أَوْ عَلَى الْخَلِيمِ كَانَ خَلِيمًا أَوْ عَلَى الشَّكُورِ كَانَ شَكُورًا أَوْ عَلَى الْجَوَادِ كَانَ جَوَادًا وَهَكَذَا أَتَمَّنَا تَوَجُّعًا مِنْ ذَلِكَ الْبَعْرَاجِ إِلَّا هُوَ فِي غَايَةِ الْكَمَالِ.

(البیواقیت والجاہر، صفحہ 36)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسمائے الہیہ کی بارگاہوں سے گزرے تو ان اسماء کی صفات کے ساتھ متصف ہوتے گئے، جب رجیم پر گزرے تو رجیم ہو گئے، غفور پر گزرے تو غفور ہو گئے، کریم پر گزرے تو کریم ہو گئے، خلیل پر گزرے تو خلیل ہو گئے، شکور پر گزرے تو شکور ہو گئے، جواد پر گزرے تو جواد ہو گئے، اسی طرح دیگر اسمائے الہیہ کی بارگاہوں سے گزرتے گئے اور جب معراج سے واپس تشریف لائے تو انتہائی کمال کے ساتھ یعنی پورے کامل ہو کر آئے۔

☆☆☆

## بتیساواں وعظ

## رویت باری کا امکان

اس میں اختلاف ہے کہ رویت باری ممکن ہے یا ممکن نہیں ہے، فلاسفہ اور معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ رویت باری ممکن ہے اور اہل سنت کہتے ہیں کہ رویت باری ممکن نہیں ہے۔ فلاسفہ اور معتزلہ کی ایک دلیل یہ ہے کہ کسی شے کی رویت کی یہ شرطیں ہیں کہ وہ شے رائی کے مقابل جہت میں ہو اور امکان میں ہو، زمان میں ہو مگر اللہ تعالیٰ جہت اور زمان و مکان سے پاک ہے، اس لیے اس کی رویت ممکن نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی ان شرائط کا پایا جانا عادتاً ضروری ہے، مطلقاً ضروری نہیں، یعنی عادت اسی طرح جاری ہے کہ جہت مقابلہ اور زمان و مکان کے بغیر کوئی چیز دیکھی نہیں جاتی لیکن اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ خرق عادت کے طور پر ان شرائط کے بغیر بھی رویت کو واقع کر دے اور معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی رویت، خرق عادت کے طریقے پر ہوئی، اس لیے کوئی اعتراض وارد نہ ہوا۔

دوسری دلیل امتناع کی یہ ہے کہ اگر رویت باری ممکن ہوتی تو جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا تھا: رَبِّ ارْنِيْ اَنْظُرْ اِلَيْكَ تَوَالِلَهُ تَعَالٰی لَنْ تَرٰنِيْ کے ساتھ جواب نہ دیتا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے رویت باری کا امتناع ثابت نہیں، بلکہ اسی آیت سے امکان رویت ثابت ہوتا ہے، اس لیے کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ سوال اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رویت باری کے امکان کا اعتقاد رکھتے ہیں، کیوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا دیکھنا محال ہوتا تو یہ اعتقاد ضلالت و گمراہی قرار پاتا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہو اس کو ممکن ماننا ضلالت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کلیم اللہ ہیں اور اولوالعزم رسول ہیں، وہ کس طرح گمراہی کا اعتقاد رکھ سکتے ہیں، اسی لیے عارف ربانی امام شعرانی لکھتے ہیں:

كَلِيلُ جَوَاهِرٍ فِي الْيَقِظَةِ هُوَ اِنْ مُؤْنِي عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ظَلَمَتْهَا حَيْثُ قَالَ



رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرَ إِلَيْكَ وَهُوَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا يَجْهَلُ مَا يُجَوِّزُ وَتَحْتَضِرُ عَنْ رُفْقِهِ عَزَّ  
(البواقيت والجواهر، جلد اول، صفحہ: 119)

ترجمہ: بیداری میں رویت باری کی امکان کی دلیل یہ ہے کہ مومن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے  
اس رویت کا سوال کیا جب کہ عرض کیا: رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرَ إِلَيْكَ۔ حالانکہ مومن علیہ الصلوٰۃ والسلام  
اس چیز سے جاہل نہ تھے جو اللہ کے لیے جائز اور ممتنع ہے۔

اسی طرح قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب شفا میں لکھتے ہیں: وَاللَّيْلُ عَلَى جَوَّازِ  
مَنْ فِي الدُّنْيَا سَوَالُ مُؤَنِّسٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهَا وَفَحَالٌ أَنْ يُجْهَلَ نَبِيُّ مَا يُجَوِّزُ عَلَى اللَّهِ وَمَا  
لَا يُجَوِّزُ عَلَيْهِ بَلْ لَمْ يَسْأَلْ إِلَّا جَائِزًا۔ (شفا، جلد اول، صفحہ: 121)

ترجمہ: دنیا میں رویت باری کے جواز کی دلیل مومن علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رویت کے لیے  
سوال ہے، کیوں کہ محال ہے کہ نبی اس چیز سے لاعلم ہو جو اللہ کے لیے جائز و ناجائز ہو، بلکہ نبی  
تو جائز امر کا ہی سوال کرتا ہے۔

نیز امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بعینہ امکان رویت باری میں یہی دلیل بیان کی ہے۔  
(شرح مسلم، صفحہ: 97)

## دوسری دلیل امکان رویت پر

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَجُودًا تَوَفِّيَنِي نَاطِقَةً إِلَى رَبِّهَا تَاجِزَةً۔ اس دن کچھ چہرے  
ہوں گے، (مومن) اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے اور تروتازہ ہوں گے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مومن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے، اگر اللہ تعالیٰ کی رویت  
محال ہوتی تو قیامت کے روز بھی مومن رب تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے۔

## حضور اکرم کا دیدار الہی سے مشرف ہونا

حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوئے، تو اپنے  
پروردگار کو بلا حجاب و بلا جہت و بلا کیفیت اپنی آنکھوں سے دیکھا اور دیدار جمال الہی سے مشرف  
ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ۔ (سورہ نجم)

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو دوبارہ سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا۔

ملاحظہ: اس آیت میں پوشیدہ ضمیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اور ضمیر  
غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے، اگرچہ بعض مفسرین نے حضرت جبرئیل کی طرف راجع کی  
ہے، مگر محققین اس ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ کو بتاتے ہیں، یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے  
رب کو دوبارہ دیکھا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں عبد اللہ ابن عباس  
رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

(شرح مسلم، جلد اول، صفحہ: 98)

تفسیر روح المعانی میں بھی ضمیر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ کو بتایا گیا ہے۔ (روح المعانی، صفحہ: 46)

اسی طرح فاضل اہل علامہ حسین بن علی کا شفی ہروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ضمیر مشہور معنی  
آیت کہ خدا تعالیٰ را دید بار دیگر و تنگہ خود نزد یک سدرہ بود۔ (تفسیر حسینی، صفحہ: 358)

یعنی مشہور تفسیر میں معنی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دوبارہ دیکھا، جب کہ  
آپ سدرۃ المنتہی کے نزدیک تھے۔

باقی دوبارہ اس لیے فرمایا کہ نماز کی تخفیف کی درخواستوں کے لیے چند بار عروج و نزول  
ہوا، اس لیے دوبارہ فرمایا۔ ماقبل کی تفسیروں کے حوالوں سے ثابت ہوا کہ ہمارے رسول پاک  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک کا دیدار کیا۔

## حضور کی کمال قدرت

جب مومن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیدار کا شوق ظاہر کیا تو اللہ تعالیٰ نے تَبَّی تَوَاتِي فَرَمَا کر  
نرایا، پہاڑ کی طرف دیکھو! جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور مومن  
علیہ الصلوٰۃ والسلام بے ہوش ہو کر گر پڑے، مگر جب حضور دیدار الہی سے مشرف ہوئے تو کسی  
طرف اتفاقات کی، نہ مشاہدہ جمال الہی کے سوا کسی طرف پھری، بلکہ اس مقام عظیم میں ثابت  
نہم ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور کی اس کمال قوت کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے:

مَنْ أَرَادَ الْبَصَرَ وَمَا ظَلَمِي۔ یعنی آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ حد سے بڑھی۔



حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھا تو اس روایت میں آپ کو کسی قسم کا شک و تردید رہا بلکہ قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَذَّبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ (سورہ والنجم) یعنی دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عازای کیا تھا۔ بعض نے فرمایا: وہ صورت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تھی۔ بعض نے فرمایا: عازای اللہ تعالیٰ کی ذات تھی۔ (صاوی، صفحہ 116)

تفسیر حسینی میں ہے کہ: ایں مرئی بقول اول جبرئیل است وبقول ثانی حق سبحانہ۔

(تفسیر حسینی، جلد دوم، صفحہ 358)

امام نووی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: كَذَّبَ الْجَنَّةُ فُؤَادُ مِنَ الْمُقْبِرِينَ إِلَىٰ أَيْ الْمُرَادِ أَنَّهُ رَأَىٰ رُؤْيَاهُ سُبْحَانَهُ (شرح مسلم، صفحہ 97)

یعنی جمہور مفسرین کا مذہب ہے کہ آپ نے اللہ رب العزت کا دیدار کیا ہے

ان تفسیروں سے بھی ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

## رویت باری کے متعلق جمہور کا مذہب

اس میں اختلاف ہے کہ آیا حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو شب

معراج دیکھا تھا یا نہیں، بعض حضرات اس رویت سے انکار کرتے ہیں، مگر جمہور صحابہ تابعین،

محدثین اور متکلمین کا یہی مذہب ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنی سرکی

آنکھوں سے دیکھا۔ علامہ صاوی فرماتے ہیں: أَخْلِيفَ فِي تِلْكَ الرُّؤْيَا فَقِيلَ رَأَاهُ بِعَيْنَيْهِ

حَقِيقَةً وَهُوَ قَوْلُ تَحْضُرِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ (تفسیر صاوی، صفحہ 116)

یعنی اس رویت باری میں اختلاف ہے، کہا گیا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو حقیقتاً اپنی آنکھ

سے دیکھا اور یہی قول جمہور صحابہ و تابعین کا ہے۔

علامہ حسین بن علی کا شفی ہروی لکھتے ہیں: اکثر صحابہ برآں اند کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم خدار اور شب معراج دیدہ۔ (تفسیر حسینی، جلد دوم، صفحہ 258)

ترجمہ: اکثر صحابہ کرام کا مذہب یہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ

کو دیکھا ہے۔

علامہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی رقم طراز ہیں: نَقَلَ عَنِ الدَّارِمِيِّ الْحَافِظِ أَنَّهُ نَقَلَ

اجْتِمَاعَ الصَّحَابَةِ عَلَى ذَلِكَ وَنَظَرَ فِيهِ وَذَهَبَ إِلَى الرُّؤْيَا إِلَى الْمَذْكُورَةِ أَكْثَرُ الصَّحَابَةِ

وَتَحْقِيقُهُ مِنَ الْمُتَحَقِّقِينَ وَالْمُتَكَلِّمِينَ بَلْ حَكِيَ بَعْضُ الْحَافِظِ عَلَى وَقُوعِ الرُّؤْيَا لَهُ بِعَيْنَيْهِ

زائدة الإجماع (سیرت حلبی، جلد اول، صفحہ 451)

ترجمہ: حافظ داری سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ اجماع صحابہ رویت پر ہے،

بہت سے محدثین اور متکلمین رویت کی طرف گئے بلکہ بعض حفاظ حدیث نے

اجماع کی حکایت کی اس بات پر کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ

تعالیٰ کو دیکھا۔

مزید فرماتے ہیں: أَخْلِيفَ فِي رُؤْيَاهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرُؤْيَاهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى تِلْكَ

الرُّؤْيَا فَأَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ عَلَى وَقُوعِ ذَلِكَ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَاهُ عَزَّ وَجَلَّ بِعَيْنَيْهِ

زائدة (سیرت حلبی، جلد اول، صفحہ 450)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج دیدار الہی کرنے میں اختلاف ہے،

اکثر علماء دیدار کرنے پر متفق ہیں، یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کو اپنے سر کی

آنکھ سے دیکھا ہے۔

امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں: إِنَّ الرَّاغِبَ عِنْدَ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَىٰ رُؤْيَاهُ بِعَيْنَيْهِ زَائِدَةً لِرُؤْيَاهُ (شرح مسلم، صفحہ 97)

یعنی اکثر علمائے کرام کے نزدیک راجح یہی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

شب معراج رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

فائدہ: ان مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اکثر اہل سنت مسلمہ کا مسلک

یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج جمال الہی کو اپنے سر کی آنکھوں سے

دیکھا اور یہی مسلک علمائے اہل سنت ہے۔



## رویت باری کا ثبوت

(احادیث پاک اور اقوال بزرگاں دین سے)

## احادیث کریمہ سے ثبوت

**حدیث اول:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: **إِنَّا نَحْمَدُكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ مَرَّةً تَيْنِ مَرَّةً بَصِيرَةً وَمَرَّةً قَلْبًا ۝** (طبرانی فی الاوسط باسناد صحیح، مواہب اللدنیہ، جلد دوم، صفحہ 37، بشر الطیب، صفحہ 55) ترجمہ: واقعی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کریم کو دو مرتبہ دیکھا، ایک مرتبہ اپنی آنکھ سے اور ایک دفعہ اپنے دل سے۔

**حدیث دوم:** حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **لَقِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَعْبًا يَحْفَظُ فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ فَكَذَبَ حَتَّى جَاءَتْهُ الْجَبَالُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أَنَا بَنُو هَاشِمٍ فَقَالَ كَعْبٌ إِنَّ اللَّهَ قَسَمَ رُبُّنَا وَكَلَامَهُ بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَمُوسَى فَكَلَّمَ مُوسَى مَرَّةً تَيْنِ مَرَّةً تَلَوْنِ** (ترمذی، جلد دوم، صفحہ 160)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما، کعب رضی اللہ عنہ سے عرفات میں ملے تو ابن عباس نے، کعب سے کوئی سوال کیا، اس پر کعب نے کہا: اللہ اکبر! یہاں تک کہ پہاڑ گونج اٹھے۔ یہ سن کر ابن عباس نے فرمایا: ہم بنی ہاشم ہیں، (یعنی جلال میں نہ آؤ) حضرت کعب نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنی رویت اور کلام کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان تقسیم کیا ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو مرتبہ کلام کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دو

دفعہ رب کریم کو دیکھا۔

**حدیث سوم:** حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: **عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: رَأَى مُحَمَّدًا رَبَّهُ** (ترمذی، جلد دوم، صفحہ 160) ترجمہ: حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

**فائدہ:** حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ قول اپنے ظن اور اجتہاد سے کہا ہے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر کہا ہے، اس لیے یہ حدیث مرفوعہ کے حکم میں ہوگی۔ (شرح مسلم، صفحہ 97)

**حدیث چہارم:** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: **اتَّخَذُوا أَن تَكُونَ الْخَلَّةُ لِابْنِ عَبَّاسٍ وَالْكَلاَمُ لِمُوسَى وَالرُّبُوبَةُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** (نسائی باسناد صحیح)

ترجمہ: کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ خلعت حضرت ابراہیم کے لیے، کلام حضرت موسیٰ کے لیے اور رویت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے؟

(مواہب، جلد دوم، صفحہ 27، شرح مسلم، صفحہ 97، شفاء، جلد اول، صفحہ 120)

**حدیث پنجم:** حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: **رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ رَوَاهُ ابْنُ خُرَيْمَةَ بِإِسْنَادٍ قَوِيٍّ** (مواہب، جلد دوم، صفحہ 37، شرح مسلم، صفحہ 97)

یعنی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، اس کو ابن خریمہ نے بھی قوی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

## بزرگوں کے اقوال سے ثبوت

۱۔ مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کریم کو دیکھا؟ فرمایا: ہاں! (شفاء، جلد اول، صفحہ 120)

۲۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کریم کو دیکھا۔ (شفاء، صفحہ 120، شرح مسلم، صفحہ 97)



۳۔ حضرت ابن دجیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہزاروں خصوصیات میں سے ایک میں ایک رویت اور بارگاہ الہی کا قرب ہے۔ (سیرت طبری، جلد اول، صفحہ: 452)

۴۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث (کہ حضور نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا) کا قائل ہوں، پھر فرمایا: حضور اقدس نے دیکھا ہے، دیکھا ہے، یہاں تک کہ آپ کا سانس رک گیا۔

(شفا، جلد اول، صفحہ: 120، مدارج النبیۃ، جلد اول، صفحہ: 208)

۵۔ بعض نے امام احمد سے پوچھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص یہ زعم کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا فتنہ کیا۔ اب کون سی دلیل سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جواب دیا جائے، انھوں نے فرمایا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے، آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب کریم کو دیکھا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے بڑا ہے۔

(سیرت طبری، صفحہ: 452، مدارج النبیۃ، جلد اول، صفحہ: 208)

۶۔ حضرت ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کریم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (شفا، جلد اول، صفحہ: 121)

۷۔ شارح مسلم امام نووی فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک یہی راجح ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کریم کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ (شرح مسلم، صفحہ: 97)

۸۔ حضرت بیران پیر دستگیر سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ویدار الہی اور رویت باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو دنیا میں حاصل نہیں ہوا۔

(البیواقیۃ والنجوا، جلد اول، صفحہ: 128)

۹۔ حضرت عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہر قسم کے آداب رسول اللہ سے حاصل ہوتے ہیں، کیوں کہ آپ تمام ظاہری و باطنی آداب کے خزن ہیں۔ بارگاہ الہی میں آپ کے حسن ادب کے سلسلے میں ارشاد فرمایا گیا ہے: تَمَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا ظَلَمَ مِنْ نَظَرٍ۔ (عوارف المعارف، صفحہ: 334)

۱۰۔ حضرت شیخ عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیس کے مشاہدے کے ساتھ رجوع نہیں کیا، بلکہ سرایا اپنے پروردگار کا مشاہدہ فرماتے رہے۔ (عوارف المعارف، صفحہ: 335)

۱۱۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ مکتوبات میں لکھتے ہیں: اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اَنْزَلَ لَيْلَةً الْبَغْرَاجَ بِالْحُسْبَانِ اِلَى مَا شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَخَرَجَ عَلَيْهِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ وَاَوْحِيَ اِلَيْهِ مَا اَوْحَى وَشَرَفَ بِمَنْهَجِ الْوُجُوْدِ الْبَصَرِ نَبِيًّا۔

(مکتوبات دفتر، اول حصہ، صفحہ: 18)

یعنی واقعی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج جسمانی سیر کرانی گئی جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، آپ پر جنت و دوزخ پیش کی گئی، وحی کی گئی اور شرف کیے گئے اس جگہ رویت بھری ہے۔

☆☆☆



## مخالفین کا عدم رویت پر استدلال اور اس کا جواب

جو لوگ عدم رویت کے قائل ہیں، ان کے پاس بڑی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی حدیث ہے، جس کی امام مسلم نے اپنی صحیح میں تخریج کی ہے۔ حضرت سرور فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بیٹھا تھا کہ آپ نے فرمایا:

ثَلَاثٌ مِّنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ فَقَدْ أَغْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْفِرْيَةَ فَلَمْ يَأْخُذْ قَائِلٌ مِّنْ زَعَمِهِ أَنَّ مُحَمَّدًا رَأَى رُبَّهُ فَقَدْ أَغْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْفِرْيَةَ۔ (مسلم، جلد اول، صفحہ: 98)

ترجمہ: تین باتیں ایسی ہیں جو شخص ان میں سے کسی ایک کے ساتھ کلام کرے تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا بہتان باندھا، میں نے پوچھا: وہ کیا باتیں ہیں؟ فرمایا: جو یہ زعم کرے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، اس نے اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔

لہذا معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کریم کا دیدار نہیں کیا۔ مخالفین رویت کے پاس یہی ایک بڑی دلیل ہے۔

**حدیث مذکورہ کا جواب:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو رویت کی نفی فرمائی ہے وہ محض ان کی اپنی رائے ہے، انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر نہیں فرمایا، اگر آپ سے سنا ہوتا تو حدیث مرفوعہ ضرور بیان کرتیں مگر آپ نے عدم رویت کے بارے میں کوئی حدیث سرکار سے ذکر نہیں کی، جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ ان کی اپنی رائے اور اپنا قول ہے جو انھوں نے بعض آیتوں کے عموم سے استنباط فرمایا ہے، جن کا ذکر حدیث پاک میں ہے۔ بعض صحابہ نے ان کی مخالفت کی اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی ایک صحابی قول کرے اور دیگر صحابہ سے کوئی اس کی مخالفت کرے تو وہ قول بالاتفاق حجت نہیں رہتا۔ یہ جواب امام نووی

و ابن خزیمہ کا ہے جو شرح مسلم صفحہ: 97 پر مذکور ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت صدیقہ والی حدیث ثانی ہے اور حدیث ابن عباس مثبت ہے اور اصول کا قاعدہ ہے، مثبت مقدم ہوتا ہے ثانی پر۔ (تفسیر صاوی، جلد چہارم، صفحہ: 116)

لہذا رویت کا ثبوت ہوا، یہی ہمارا مسلک ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عدم رویت کے اثبات میں دو آیتیں بیان کی ہیں:

**پہلی آیت:** لَا تَدْرِيكُمُ الْكِبَارُ وَهُوَ يُدْرِيكُ الْكَبَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ۔  
یعنی آنکھیں اللہ تعالیٰ کا اور اک نہیں کر سکتیں اور وہ سب آنکھوں کا اور اک فرماتا ہے۔  
اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔

**جواب اول:** یہ ہے کہ ایک اور اک حقیقت کا اور ایک رویت حقیقت اور کنہ کی، اور اک خاص ہے، رویت عام ہے۔ خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی تو اور اک کی نفی سے رویت کی نفی کیسے ہوگی؟ جیسے کوئی قمر کو دیکھتا ہے اور اس کی حقیقت کا اور اک نہیں کرتا، دیکھو یہاں قمر کی رویت حاصل ہے اور اس کی حقیقت کا اور اک منفی ہے، ایسے ہی آیت پاک میں اور اک حقیقت ذات باری کی نفی ہے اور حقیقت رویت کی نفی نہیں ہے، لہذا ثابت ہوا کہ اس سے اس رویت کی نفی ثابت نہیں ہے جو مطلوب ہے، صرف اور اک کی ہے جو غیر مطلوب ہے۔ یہی جواب شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ہے۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 207)

**جواب دوم:** یہاں اور اک کا معنی رویت نہیں، بلکہ احاطہ ہے اور عدم احاطہ سے عدم رویت کب لازم آتی ہے؟ جیسے علم کے ساتھ عدم احاطہ سے عدم علم لازم نہیں آتا۔ جب اور اک کا معنی احاطہ ہے تو آیت کا معنی یہ ہوا کہ آنکھیں اللہ تعالیٰ کو گھیرنے میں نہیں لے سکتیں، اللہ تعالیٰ قدرت و علم سے آنکھوں کو محیط ہے، لہذا آیت کا مستقار صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی بطور احاطہ نہیں دیکھ سکتا اور رویت بغیر احاطہ کی نفی نہیں ہے اور ہم رویت بلا احاطہ کے قائل ہیں، دیکھو یہ حدیث: لَا أُحْصِيَنَّ شَاءَ عَالَمِيكَ كَمَا أَقْنَيْتَ عَلَى نَفْسِيكَ۔ اس میں شائے الٰہی کی احصاء احاطہ کی نفی ہے، تو احاطہ شائے الٰہی کی نفی سے مطلق شیا جو بغیر احاطہ کے ہے، اس کی نفی لازم نہیں آتی ہے اور لازم آئے گا کہ (معاذ اللہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی کوئی شئی نہیں



کی، چنانچہ ثابت ہوا کہ احاطہ شاکل فی سے مطلق شاکل فی لازم نہیں آتی، ایسا ہی روایت بالا احاطہ کی لفظی سے مطلق روایت کی لفظی لازم نہیں آتی۔ (مدارج، جلد اول، ص 207، شرح مسلم، ص 97)

**دوسری آیت:** مَا كَانَ لِلْبَشَرِ أَنْ يُشْجِلَهُ اللَّهُ إِلَّا وَخَبْرًا أَوْ مِنْ وَرَائِهِ حِجَابٌ أَوْ يُؤْتِي سُلْطَانًا زُشُولًا۔ یعنی کوئی بشر اس لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے، لیکن وحی کے ذریعے سے یا پردے کے پیچھے سے، یا کوئی پیغمبر بھیج کر۔ اس سے معلوم ہوا کہ روایت کی لفظی ہے۔

**جواب اول:** اس آیت میں جس کی لفظی ہے وہ بے حجاب کلام ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بشر سے بلا حجاب کلام نہیں فرماتا، اس میں یہ مضمون نہیں ہے کہ بغیر کلام کے اپنا دیدار بھی کسی کو نہیں کرا رہا، لہذا یہ آیت قائلین روایت کی مخالف نہیں ہے اور منکرین روایت کے لیے کچھ مفید نہیں ہے۔

**جواب دوم:** یہ لفظی کلام کی سن حیث البشر کے لیے ہے اور جب السلاخ عن البشریت کا حال طاری ہوا اور بشریت کا کوئی حجاب باقی نہ رہے تو پھر یہ حکم نہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دیدار الہی نصیب ہوا تو آپ اس وقت باوجود بشریت مقدسہ کے سلاخ عن البشریت تھے، یعنی بشریت مقدسہ موجود تھی مگر قدرت الہی سے اوصاف اور خواص بشریت کا ظہور نہ تھا اور حجاب بشریت اٹھ چکا تھا، لہذا سرکارِ دو عالم نے بلا واسطہ کلام بھی کی ہو اور اسی وقت دیدار الہی سے بھی مشرف ہوئے ہوں۔ (برکت از علامہ کاظمی صاحب مدظلہ العالی)

**سوال:** مخالفین روایت نے اپنے دعویٰ پر حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دلیل بنایا ہے، وہ حدیث یہ ہے، جس میں حضرت ابوذر بیان کرتے ہیں: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلَّ رَأَيْتُ رَبَّنَا قَالَ نُورٌ أَوْ آثَرُهُ۔ (مسلم، جلد اول، صفحہ 99)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، فرمایا کہ وہ نور ہے میں اُسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟

اس حدیث سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیدار الہی نہیں کیا۔

**جواب:** یہاں حدیث ابوذر میں تین روایتیں ہیں: ایک تو یہی نُورٌ أَوْ آثَرُهُ دوسری روایت میں ہے: وَرَأَيْتُ نُورًا۔ تیسری روایت میں ہے: نُورٌ بَاقٍ آثَرُهُ۔ دوسری اور تیسری روایت کا معنی ایک ہی ہے کہ میں نے نور دیکھا اور پہلی روایت کا معنی یہ ہے کہ وہ نور ہے میں

اُسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ یہ آخری دونوں روایتیں اس کے بالکل معارض ہیں، کیوں کہ پہلی روایت کا مطلب یہ ہے کہ وہ نور ہے میں نے نہیں دیکھا اور دوسری روایت کا مطلب یہ ہے کہ وہ نور ہے جو میں نے دیکھا ہے، لہذا مخالفین روایت پر حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دعویٰ کی دلیل نہیں بنا سکتے ہیں۔

## انصاف کی بات

انصاف کی بات یہ ہے کہ یہ اقوال سب صحیح ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عائشہ صدیقہ، ابوذر، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب حق پر ہیں اور اپنے اپنے مقام سے خبر دے رہے ہیں۔ مواہب اللدنیہ کی ایک عبارت کا ترجمہ ہدیہ ناظرین پیش کیا جاتا ہے جس سے اس مسئلے کی حقیقت سامنے آ جاتی ہے: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر معراج سے واپس تشریف لائے تو آپ نے ہر ایک کو اس کی عقل اور مرتبے کے موافق حالات بتائے۔ کفار کو جو سب سے نیچے اور انتہائی پستی میں تھے، انھیں صرف عالم اجسام کی باتیں بتائیں، مثلاً: مسجد اقصیٰ کا حال جو ان کو پہلے سے معلوم تھا، یا راستے میں قافلے کے حالات بتائے جو جلد ہی ان کے سامنے آ گئے، جن کی وجہ سے ان کے دل اس واقعے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے لیے مجبور ہو گئے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعات معراج بیان کرنے میں کچھ ترقی فرمائی اور آسمانوں پر تشریف لے جانے اور وہاں کے عجائب و غرائب مشاہدہ فرمانے کو بیان فرمایا لیکن یہ بھی کو اس کے حسب حال خبر دی جو جس کا مرتبہ تھا اس سے اسی کے لائق کلام فرمایا اور ساتویں آسمان تک بھر گئی کے حالات بیان فرمائے۔ دو واقعات بیان فرماتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مقام جبرئیل پر پہنچے تو اُفقِ مبین کی بات بیان کی اور اس کے مافوق مقام ثانی فَتَدْنٰی اور ثالوثی اِنَّمَا تُنَادِي بِمَا آتٰوْخٰی کا وہ بلند مقام جہاں مخلوقات کے تصورات ختم ہو جاتے ہیں اور اُن کے سوا کسی تمام صورتیں ساقط ہو جاتی ہیں، اس بارگاہ اقدس کی خبر بھی صحابہ کرام کو ان کے مرتبہ اہم کے حساب سے دی۔ یہ بیان معراج گویا سنیے والے صحابہ کرام کے لیے بمنزلہ معراج تھا، اس لیے ہر ایک نے اس سے اپنے مرتبے کے موافق حصہ پایا، کوئی مقام جبرئیل تک رہا، کوئی



روایت قلبی تک پہنچا، کسی کو روایت یعنی کے بیان کا حصہ نصیب ہوا، اس لیے جس نے یہ کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا اس نے بھی سچ کہا، جس نے یہ کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اس کی بات بھی حق ہے اور پھر جس کے حصے میں روایت قلبی کا بیان آیا اس نے روایت قلبی کو بیان کیا۔ جس نے روایت یعنی کی بات سنی، اس نے صاف طور پر کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سرائقہ کی مبارک آنکھوں سے اپنے رب کریم کو دیکھا۔

مختصر یہ کہ ہر ایک نے اپنے مرتبہ و مقام کے اعتبار سے بات کی اور یقیناً سچی بات کی۔ جب یہ حقیقت واضح ہو گئی تو بخوبی معلوم ہو گیا کہ روایت جبرئیل اور روایت باری، نیز روایت قلبی اور روایت یعنی کے جملہ مقامات اور ان کے بارے میں اختلاف اقوال سب ٹھیک ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود، عائشہ صدیقہ، کعب، ابوذر، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب حق پر ہیں۔“ (مواہب اللدنیہ، جلد دوم، صفحہ 37-38)

☆☆☆

پینتیسواں وعظ

## اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الہی میں وہ قرب حاصل کیا جو کسی نبی کو حاصل نہیں ہوا، نہ کوئی فرشتہ اس قرب میں پہنچا۔ یہ وہ مقام ہے جو آپ ہی کے لیے خاص تھا، اس لامکاں میں اپنے رب کریم کا دیدار فقط بلا حجاب ہی نہیں کیا بلکہ اپنے رب کریم سے واسطے کے بغیر کلام کرنے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اگرچہ بلا واسطہ کلام کی قسمی مگر ایک تو کوہ طور اور دوسرے درمیان میں حجاب تھا، مگر جب اللہ کے حبیب، اللہ سے ہم کلام ہوئے تو فوق العرش اور بلا حجاب۔ قرآن پاک اس کلام کو بیان فرماتا ہے: فَأَوْحِيَ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ، وحی کی اپنے خاص بندے کی طرف جو وحی کرنی چاہی۔ اللہ تعالیٰ نے اتنا تو بتا دیا کہ میں نے اپنے حبیب کے ساتھ کلام فرمایا مگر یہ ظاہر نہ فرمایا کہ کلام کیا تھا، کیوں کہ دوستوں کے درمیان اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں، اس لیے اس میں ابہام رکھا مگر اس ابہام کی وسعت بہت زیادہ ہے۔

محقق عصر شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس ابہام کی وسعت بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

تمام علوم و معارف و حقائق و بشارات و اشارات و اخبار و آثار و کرامات و کمالات کہ درجہٴ اہل ابہام داخل است و ہمد را شامل از کثرت و عظمت اوست کہ ہم آرد و بیان نہ کرد۔ اشارت بآئندہ جز علم غلام الغیوب و رسول محبوب بدآن محیط نہ تواند شد۔ مگر آنچه آں حضرت بیان کردہ یا آنچه از مقابلہ و محاذات روح اقدس وے بر بواطن بعضی از کمال اولیا کہ بشرف اتباع وے مستعد و شرف تافئ اند۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ 205)

ترجمہ: رب تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو سارے علوم، معرفت، بشارات، اشارے، خبریں، کرامتیں اور کمالات وحی فرمائے وہ اس ابہام میں داخل ہیں اور سب کو شامل



ہیں، ان کی کثرت اور عظمت ہی کی وجہ سے ان چیزوں کو بطور بارہام ذکر فرمایا اور بیان نہ فرمایا۔ اس میں اس طرح اشارہ ہے کہ ان علوم غیبیہ کو رب اور اس کے محبوب کے علاوہ کوئی احاطہ نہیں کر سکتا مگر جو کچھ بھی حضور نے بیان فرمایا، یا جو کچھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض کامل ادویا کے بواسطہ پرچکا وہ آپ کی اتباع کی وجہ سے مشرف ہوئے۔

### اللہ تعالیٰ کے سلام سے مشرف ہونا

جب صاحب معراج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیدار اور کلام سے مشرف ہوئے تو آپ نے بالہام الہی بارگاہ الہی میں کہا: اَلْحَيَاتِ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالطَّہٰرَاتُ۔ یعنی تمام عبادتیں زبانی، بدنی اور مالی اللہ کے لیے ہیں۔ چنانچہ بارگاہ الہی کی جانب سے سلام کا انعام دیا گیا۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ۔ یعنی اے پیارے نبی! آپ پر سلام اور رحمت و برکت نازل ہو۔

سبحان اللہ! سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا بلند مقام ہے۔ ہم لوگوں کو اگر کوئی بڑا فخر سلام دیتا ہے تو ہمارے لیے باعث فخر و انبساط بن جاتا ہے۔ اب بتاؤ، اس حبیب پاک کا کتنا بلند مقام ہے جس کو خود بادشاہوں کا بادشاہ اور احکام الہی کمین سلام پیش کر رہا ہے۔ اللہ اکبر! سرکار نے جب ملاحظہ فرمایا کہ آج اللہ تعالیٰ رحمتیں اور برکتیں تقسیم کر رہا ہے اور مجھ پر بے شمار خسرانہ نعمات نازل کیے جا رہے ہیں، اسی وقت آپ کو اپنی اُمت یاد آ جاتی ہے اور بارگاہ الہی میں یوں عرض کرتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَالصَّلٰوۃُ وَالطَّہٰرَاتُ۔ سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ اللہ کے محبوب نے اس مقام پر جہاں نہ کسی نبی مرسل کی پہنچ اور نہ ہی جبریل امین کی رسائی، وہاں اپنی اُمت کا ذکر پہنچا دیا، مگر عجیب رنگ سے، صلیا کو تو صراحتاً ذکر فرما کر اور ہم گنہگاروں کو غلظت کی سمیر منکلمہ میں چھپا کر جو اہل علم پر غصی نہیں۔

فرشتوں کو جب معلوم ہوا کہ بادشاہ حقیقی نے اپنے محبوب کو مقام قرب میں ان گنت نعمتوں سے نوازا ہے، تو فرشتے بے اختیار ہو کر بادشاہ حقیقی کی حمد و ثناء اور اس کے حبیب کی مدح و سراپا

کرتے ہوئے کہنے لگے: اِنَّا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ واقعی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

جب اللہ کے حبیب نے واپسی کا اظہار فرمایا تو خطاب الہی ہوا: محبوب! قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص سفر سے واپس آتا ہے تو اپنے دوستوں کے لیے تحفہ لایا کرتا ہے، تم اپنی اُمت کے لیے اس سفر کی واپسی پر کیا تحفہ لے جاؤ گے؟ عرض کیا: یا الہی! جو تو عطا فرمائے وہی لے جاؤں گا۔ فرمایا: جو تو نے کہا اور میں نے کہا اور فرشتوں نے کہا وہ تم اپنی اُمت کے لیے تحفے کے طور پر لے جاؤ تاکہ وہ اس کو ہر نماز میں پڑھیں اور سعادت ابدی سے مشرف ہوں۔ (معارج، جلد سوم، صفحہ 152)

### فرضیت نماز

اسی بارگاہ قدس سے نماز کا تحفہ ملا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دن رات میں آپ پر اور آپ کی اُمت پر پچاس نمازیں فرض ہیں، بعض روایات میں چھ ماہ روزے بھی آئے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الہی سے یہ تحفہ لے کر خوشی خوشی واپس تشریف لائے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں:

فَرَضْتُ عَلَی الصَّلٰوۃِ اَیُّہَا النَّبِیُّ صَلٰوۃً کُلَّ یَوْمٍ فَرَضْتُ۔ (مشکوٰۃ، صفحہ 528)

ترجمہ: مجھ پر (اور میری اُمت) پر دن میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں، پھر میں واپس آیا۔

### حضرت موسیٰ سے ملاقات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب دربار الہی سے نمازوں کا تحفہ لے کر خوشی خوشی واپس آ رہے تھے تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے انتظار میں تھے کہ کب حضور امام الانبیاء تشریف لائیں تاکہ ملاقات کا شرف ہو، اس کی وجہ یہ تھی کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دیدار الہی کے شائق تھے، مگر وہ حامل نہ ہو سکا، اب وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کے دیکھنے کا بہت شوق رکھتے تھے، کیوں کہ وہ چہرہ ذات الہی کو دیکھ کر آیا ہے۔ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:







حکمت تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حیات ظاہری کے بعد بھی ہم دنیا والوں کے فائدہ کا وسیلہ بن گئے۔ اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اہل قور خواہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی کیوں نہ ہوں، دنیا والوں کو کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچا سکتے، اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے اس قول کو رد فرما دیا اور وہ اس طرح کہ جیسا کہ ہم نے معاف فرمائے والا اللہ تعالیٰ ہے اور معاف کرانے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معافی حاصل کرنے کے لیے یہ بھی والے اور معافی کا وسیلہ بننے والے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جو صاحب قبر ہیں اور غالباً اسی حکمت کو ظاہر فرمانے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **فَلَا تَهْوُ قَابِئَهُ يُضِلُّ فِي قَبْرِكَ**۔ جب میں مسجد اقصیٰ جا رہا تھا تو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر سے گزرا، وہ اپنی قبر میں نماز ادا کر رہے تھے، خاص طور پر لفظ قبر ارشاد فرمانے میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اہل قور کا دنیا والوں کو فائدہ پہنچانا ثابت ہو جائے اور فائدہ بھی ایسا کہ تمام دنیا والے مل کر بھی وہ فائدہ نہیں پہنچا سکتے، دیکھو! اگر سارا جہان بھی زور لگائے تو فرائض کا ایک سجدہ بھی کم نہیں کر سکتا، لیکن موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالواسطہ جیسا کہ ہم نے معاف کرادیں، اس کے علاوہ یہ حکمت بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازیں معاف کرانے کے لیے بار بار بھیج رہے تھے تاکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر مرتبہ اللہ کا دیدار کریں اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار کریں اور اس طرح آمینہ مصطفیٰ میں اپنے رب کریم کا دیدار ہو سکے۔ (از بعض مشائخ)

☆☆☆

## چھٹیوں اور وعظ

## واپسی پر قافلوں کا ملاحظہ فرمانا

محمد بن اسحق کہتے ہیں کہ مجھ کو ام ہانی بنت ابی طالب سے جن کا نام ہندہ ہے، معراج نبوی کے حلقہ میں خبر پہنچی ہے کہ وہ کتنی تھیں کہ جب آپ کو معراج ہوئی، آپ میرے گھر میں سوئے تھے، آپ نے عشا کی نماز ادا کی پھر سو گئے اور ہم بھی سو گئے۔ جب فجر سے قبل کا وقت ہوا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار کیا، جب آپ صبح کی نماز ادا کر چکے اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز ادا کی، فرمایا: ام ہانی! میں نے تم لوگوں کے ساتھ عشا کی نماز ادا کی جیسا کہ تم نے دیکھا تھا، پھر بیت المقدس پہنچا اور اس میں نماز ادا کی، پھر میں نے اب صبح کی نماز تمہارے ساتھ ادا کی جیسا تم دیکھ رہے ہو، پھر آپ باہر جانے کے لیے اٹھے، میں نے آپ کی چادر کا کنارہ پکڑ لیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگوں سے یہ قصہ بیان نہ کریں، کیوں کہ وہ آپ کی محذوب کریں گے اور آپ کو ایذا دیں گے، آپ نے فرمایا: واللہ! میں ضرور ان سے اس کو بیان کروں گا، میں نے اپنی ایک حبشی لونڈی سے کہا کہ آپ کے پیچھے پیچھے جائے، تاکہ جو آپ، لوگوں سے کہیں وہ اس کو سنے۔

جب آپ باہر تشریف لے گئے، لوگوں کو معراج کی خبر دی، تو انھوں نے تعجب کیا اور کہا: محمد! (ﷺ) اس کی کوئی نشانی ہے؟ (تاکہ ہم کو یقین آئے) کیوں کہ ہم نے ایسی بات کبھی نہ سنی۔

آپ نے فرمایا: نشانی اس کی یہ ہے کہ میں فلاں وادی میں فلاں قبیلے کے قافلے پر گزرا تھا اور ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا اور میں نے ان کو بتلایا تھا، اس وقت میں شام کو جا رہا تھا، پھر میں واپس آیا، یہاں تک کہ جب صبحان میں فلاں قبیلے کے قافلے پر پہنچا تو ان کو سوتا ہوا پایا اور ان کا ایک برتن تھا جس میں پانی تھا اور اس کو ڈھانک رکھا تھا، میں نے ڈھانکا تا کہ اس کا پانی پیا، پھر اسی طرح بدستور ڈھانک دیا اور اس کی یہ بھی ایک نشانی ہے کہ ان کا قافلہ اب بیضا سے معمور ہو کر آ رہا ہے، سب سے آگے ایک خاکستری رنگ کا اونٹ ہے، اس پر دو بوسے لدے ہوئے ہیں، ایک



کالا اور دوسرا دھاری دار لوگ صحیح کی طرف دوڑ کر گئے تو اس اونٹ سے پہلے کوئی اور اونٹ نہیں ملا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا اور ان سے برتن کا قصہ پوچھا انھوں نے خبر دی کہ ہم نے پانی بھر کر ڈھانک دیا تھا سو ڈھکا ہوا ملا گرس میں پانی نہیں تھا اور ان دوسروں سے پوچھا جن کا اونٹ بھاگنا بیان فرمایا تھا وہ یہ لوگ مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے انھوں نے کہا: واقعی صحیح فرمایا ہے اس وادی میں ہمارا اونٹ بھاگ گیا تھا ہم نے ایک آدمی کی آواز سنی جو اونٹ کی طرف ہم کو پکار رہا تھا یہاں تک کہ ہم نے اونٹ کو پکڑ لیا۔

اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے آپ سے نشانی مانگی تو آپ نے بدھ کے دن قافلے کے آنے کی خبر دی، جب وہ دن آیا تو وہ لوگ نہ آئے، یہاں تک کہ آفتاب غروب کے قریب پہنچ گیا، آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو آفتاب چھپنے سے رک گیا، یہاں تک کہ وہ لوگ جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا آ گئے۔

### بیت المقدس کی نشانیاں بتانا

پھر کفار نے آپ سے واقعہ معراج تصدیق کے لیے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھیں، آپ نے ان کو وہ نشانیاں پوری پوری بیان کر کے ثابت کر دیا کہ میں سچا رسول ہوں اور واقعی میں بیت المقدس کو دیکھ کر آیا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي الْحِجْرِ وَقَرَيْشُ تَسْتَلْبِئِي عَنْ مَنْعِهِ اِنِّي فَسَلْتُكُنِّي عَنْ اَشْيَاءَ مِنْ لِبَنِيهِ الْمَقْدِسِ لَمْ اُنْبِئْهَا فَكُرِهْتُ كُرِهَتْ مَا كُرِهْتُ مِنْهُ فَقَالَ قَالَ فَرَفَعَهُ اللَّهُ لِي اَنْظُرَ اَنْبِيَاؤَ مَا يَسْتَلْبِئُونِي عَنْ شَيْءٍ اِلَّا اَنْبَأْتُهُمْ بِهِ (مسلم، باب فی ذکر اسراج ابن مریم)

ترجمہ: سرکار فرماتے ہیں کہ میں مقام حلیم میں تھا، قریش مجھ سے میری پیر (معراج) سے متعلق پوچھتے تھے، وہ مجھ سے بیت المقدس کی چیزوں کے بارے میں پوچھنے لگے جن کو میں اپنی عدم توجہ کے باعث یاد نہ رکھ سکا تھا، بایں سبب میں ایسا غم زدہ ہوا کہ اس سے پہلے میں کبھی ایسا غم زدہ نہیں ہوا تھا۔ فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا تو میں اس کو دیکھتا جا رہا تھا اور جس شے کے بارے میں وہ مجھ سے پوچھتے جاتے ان کو بتاتا جا رہا تھا۔

فائدہ: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بیت المقدس

کہ درمیان جو جاببات تھے وہ سب اٹھا دیے گئے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے نظر آ رہا تھا، یا یہ کہ خود بیت المقدس اٹھا کر آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا گیا ہو، جیسا کہ ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ بیت المقدس کو اٹھا کر دار قریب کے پاس رکھا گیا اور یہ کوئی حال نہیں، کیوں کہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے تخت تھیں لایا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیت المقدس پیش کی گئی۔ سبحان اللہ! محبوب خدا کی کیا شان ہے کہ آپ کی تصویر سی تو جہ بننے سے سب اقصیٰ بھی اپنی جگہ سے ہٹ کر خدمت والا میں حاضر ہو گئی۔

(مدارج، جلد اول، صفحہ المصحات، صفحہ 540)

### حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شاہد ہونا

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے شاہد بنا کر بھیجا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاحِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا۔ یعنی اے غیب کی خبر دینے والے! ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

شاہد کے لیے مشاہدہ درکار ہے، جب کوئی کسی شے کو دیکھے نہیں، اس کی شہادت کیسے دے سکتا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے لیے شاہد ہیں، اس لیے آپ کے ملاحظے اور مشاہدے میں ہر شے کا ہونا ضروری ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تمام زمینوں کو آپ کے مشاہدے میں کر دیا: حضرت ثوبان بیان کرتے ہیں: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ رَؤِي إِلَى الْأَرْضِ فَرَأَتْ مَسَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا۔ (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ 512)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ نے میرے لیے روئے زمین کو لپیٹ دیا تو میں نے مشرق سے لے کر مغرب تک دیکھ لیا۔

### حضور زمین کے خزان کے مالک ہیں

تمام زمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدے میں ہے اور اس زمین میں جتنے خزان اور دکان موجود ہیں وہ بھی نگاہ نبوی سے پوشیدہ نہیں ہیں، کیوں کہ ان خزان کی چابیاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں ہیں: حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ بِمِجْوَاعِ الْكَلْبِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي أَيْدِي



یہ تھا بیچ خواتین الارض فو ضعت فی یدینی۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ 512)  
ترجمہ: سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے جامع کلمات دے کر بھیجا گیا اور  
رعب دے کر میری مدد کی گئی ہے، ایک بار میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ  
میرے پاس زمین کے خزانوں کی تمام چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔  
اب زمین اور اس کے خزانے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلائے گئے، باقی آسمان،  
جنت و دوزخ اور وہاں کی مخلوقات رہ گئی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو معراج سے سرفراز فرمایا اور  
تمام آسمان اور وہاں کی مخلوقات دکھائی، دوزخ و جنت اور وہاں کے جملہ موجودات دکھائے۔  
جب تمام موجودات کا مشاہدہ کر دیا، پھر اپنی بارگاہِ قدس میں بلا کر اپنا جمال دکھایا، تاکہ آپ  
پر لفظ شہد کا اطلاق متحقق ہو جائے اور کوئی ایک شے بھی آپ کی نگاہِ اقدس سے اوجھل نہ رہے۔

### معراج سے واپسی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بیت المقدس تک براق پر تشریف لے جانا متفق علیہ ہے،  
آگے آسمانوں تک مختلف فیہ ہے، بعض کہتے ہیں کہ براق سے آسمانوں پر نہیں گئے اور بعض کے  
نزدیک آپ آسمانوں پر بھی براق سے تشریف لے گئے، یہاں تک کہ سدرۃ المنتہی تک براق پر  
سوار رہے، پھر وہاں سے زفر پر سواری فرمائی اور عرش تک پہنچے، پھر آگے زفر بھی رک گئی اور  
اکیلے بارگاہِ الہی میں پہنچے، اسی طرح واپسی میں بھی اختلاف ہے، بعض نے فرمایا کہ وہاں سے بغیر  
براق کے تھی، تاکہ اللہ کی قدرت کا پورا ظہور ہو، لیکن بعض نے فرمایا کہ واپسی بھی براق پر تھی۔  
(حیوۃ النبیوان لکمال الدیمیری، صفحہ 147)

☆☆☆